حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہٗ العزیز
کے شہرہ آفاق مکتوبات شریفہ کی پہلی اردو شرح
البینات
شرح مکتوبات
شارح
ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی

حضرت شارح مکتوبات رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا

"میرے پاس پاکستان سے متعدد رسائل آتے ہیں اور میں ان سب کو احباب میں تقسیم کر دیتا ہوں سوائے 'ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام' کے، جس میں مکتوبات شریفہ کی شرح ہوتی ہے۔ میں اس رسالے کو فائل کر لیتا ہوں، اپنے سرہانے رکھتا ہوں اور گاہے گاہے اسکا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔

نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی الازہری رحمۃ اللہ علیہ

زیب سجادہ درگاہ حضرت ابوالخیر (دہلی، انڈیا)

حضرت مصنف علام رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرح کو علمی دیانت اور دل سوزی کے ساتھ دور حاضر کی معیاری اور علمی مروج اردو زبان میں تحریر کیا ہے جس میں مختلف فنون کی لاتعداد مصطلحات کو آسان پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مکتوبات امام ربانی کے اولین شارحین حضرت صاجزادہ خواجہ محمد سعید سرہندی مجددی، حضرت صاجزادہ خواجہ محمد معصوم سرہندی مجددی اور حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کے بعد (جن کا کام فارسی زبان میں ہے) اردو زبان میں یہ اولین اور مفصل شرح مجددی لٹریچر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور رہتی دنیا تک زندہ رہے گی۔

راقم کو بعض مراقبات سے واضح ہوا ہے کہ حضرت مصنف علام کا یہ کارنامہ بارگاہ حضرت مجدد الف ثانی میں قبولیت پا چکا ہے کیونکہ یہ انہی کی روح مبارک کی مسلسل توجہ سے وجود میں آیا ہے۔

پروفیسر سیّد محمد کبیر احمد مظہر نقشبندی مجددی توکلی

سابق چیئرمین: شعبہ عربی زبان وادب، پنجاب یونیورسٹی

بانی وچیئرمین: ذکری فاؤنڈیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ) لاہور

حاضر ہُوا مَیں شیخِ مجدّد کی لُحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
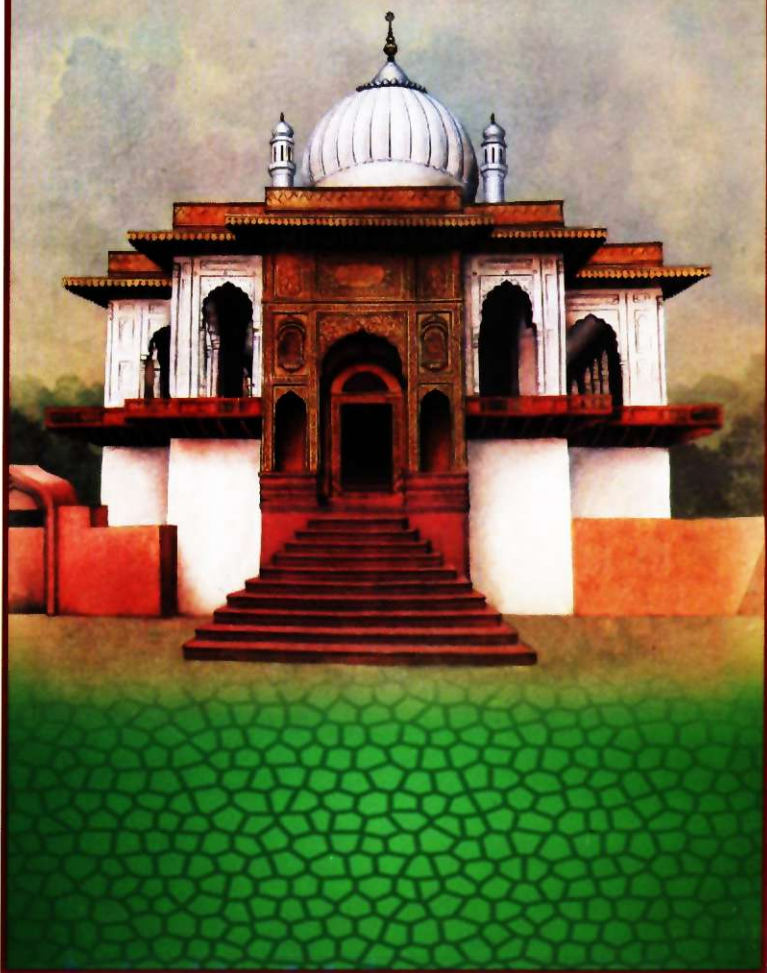
حضرت شارح مکتوبات رحمۃ اللہ علیہ کا عکس تحریر

اہل طریقت نے حیرت کے مختلف مفہوم بیان فرمائے ہیں

والحیرۃ بدیھۃ ترد علی قلوب العارفین عند
تاملھم وحضورھم وتفکرھم تحجبھم
عن التامل والفکرۃ (کتاب اللمع)

حیرت عارفین کے دلوں پر اچانک طاری ہونے والی کیفیت کا نام ہے
جو ان پر تامل، حضور اور غور وفکر کرنے کے وقت وارد
ہوتی ہے اور انہیں تامل، حضور اور غور وفکر سے
دور لے جاتی ہے

قال الواسطی رحمہ اللہ حیرۃ البدیھۃ اجل من سکون
التولی عن الحیرۃ

واسطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اچانک طاری ہونے والی حیرت، حیرت سے منہ
پھیر کر حاصل ہونے والے سکون سے کہیں بلند مرتبے والی ہے (اللمع)

حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز

کے کتاب و سنّت کی روشنی میں شریعت، طریقت

وحقیقت کے علوم و معارف پر مشتمل شہرہ آفاق مکتوباتِ شریفہ

کی پہلی اردو شرح

مسمّٰی بہ

جلد چہارم

شارح

ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز
121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان ☎:+92-55-3841160

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا
تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا
رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا
وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِينَ

رَبَّنَا

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اَللّٰهُمَّ
إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ
عَنِّيْ
يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ

قَوْلًا وَفِعْلًا وَخَاطِرًا وَسَامِعًا وَنَاظِرًا

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

◎

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمَ

الإهداء

وارثِ کمالاتِ محمدیہ — حاملِ نسبتِ صدیقیہ

مہبطِ علومِ حیدریہ — امیرِ عساکرِ اسلامیہ

قیومِ الوقت والموجود — خلیفۃ اللہ المعبود

کے حضورِ ناز میں بصد شوق وانکسار ارمغانِ نیاز

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بُرہانِ ولایتِ محمّدیّہ ❊ حُجّتِ شریعتِ مُصطفویّہ

کاشفِ اسرارِ سبع مثانی ❊ عالمِ علومِ مُقطعاتِ قرآنی

امامِ ربّانی ، عارفِ حقّانی ، قیّومِ زمانی

شیخ الاسلام والمسلمین ، آیۃ اللہ فی الارضین

❊

قُدّسِ سرّہٗ السُّبحانی

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کے ساتھ انسان کو اجزائے مختلفہ سے مرکب فرما کر وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ کی خلعتِ کرامت سے نوازا اور اسے اپنی صفت علم کا مظہر بنا کر اظہارِ بیان کے لئے قوتِ گویائی اور قلم وقرطاس عطا فرما دیا تا کہ وہ اپنی علمی صلاحیتوں اور تدریسی قابلیتوں کے ذریعے رشد وہدایت اور تعلیم ودعوت کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ تب سے حضرت انسان نے کبھی زبان و بیان کے ذریعے تبلیغ وتدریس کے فرائض ادا کئے اور کبھی قلم وقرطاس کے ذریعے بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ ہدایت پر گامزن کیا یوں وہ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کا مظہر اتم قرار پایا۔

وعظ وبیان کے ذریعے لٹائے ہوئے لؤلوئے لالہ کو ملفوظات کہا جاتا ہے اور بذریعہ قلم صفحۂ قرطاس پر بکھیرے ہوئے علمی جواہر پاروں کو مکتوبات کہتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بذریعہ مکتوب ہی ملکۂ بلقیس کو دعوت توحید دی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غیرمسلم شاہانِ وقت کو بذریعہ مکتوبات دین اسلام کا پیغام پہنچایا۔

عالم اسلام میں بالعموم اور برصغیر میں بالخصوص علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کے ملفوظات ومکتوبات ملتے ہیں۔ مگران میں مکتوبات امام ربانی کو ایک منفرد

اور ممتاز مقام حاصل ہے۔جن میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے شریعت و طریقت کا لب لباب بیان فرمادیا ہے اور ان کے مطالعہ کی آپ نے خود تاکید فرمائی۔ ''مطالعۂ مکتوبات را لازم گیرند'' بنابریں آپ کے خلفاء وتلامذہ ، صاحبزادگان اور نبیرگان نے مکتوبات شریفہ کی تدریس وتعلیم کا باقاعدہ اہتمام فرمایا۔ حضرات مجددیہ کے اسی طریقہ مبارکہ کو جاری رکھتے ہوئے ہمارے آقائے ولی نعمت، سراج العارفین حضرت ابوالبیان قدس سرہٗ العزیز نے بھی مکتوبات قدسیہ کے فہم وتفہیم اور تدریس و تعلیم کا التزام فرمایا۔ آپ علم کلام اور طریقت کی ادق اصطلاحات کو ایسی مہارتِ تامہ اور ملکۂ راسخہ کے ساتھ حل فرماتے کہ سامعین کے قلب ونظر میں ان کے مفاہیم و مطالب کو جاگزیں کردیتے اور روحانی مقامات کے احوال وکیفیات کو تصرفات باطنیہ کے ذریعے حاضرین پر وارد وطاری فرمادیتے۔ تاہم البینات شرح مکتوبات میں آپ کا اسلوبِ بیان اور اندازِ تحریر نہایت ہی عالمانہ اور فاضلانہ ہے جسے علماء و صوفیاء ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عامۃ الناس میں سے اگر کوئی ان علوم ومعارف کو سمجھنا چاہے تو اسے کسی عالم دین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے سبقاً پڑھنا چاہیے۔

اس سے قبل ۱۵۰ مکتوبات شریفہ پر مشتمل البینات کی تین جلدیں علماء و صوفیاء سے دادوتحسین حاصل کرچکی ہیں اب البینات کی چوتھی جلد پوری آب وتاب اور شان وشوکت سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

''جلد چہارم'' بھی آپ کے بیان فرمودہ دروسِ مکتوبات کا مجموعہ ہے جنہیں صفحۂ قرطاس پر منتقل ومدوّن کرکے کتابی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔ ابوالبیان ریسرچ انسٹیٹیوٹ اور تنظیم الاسلام گرافکس کے اراکین واحباب کی یہ کاوش قابلِ تحسین ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی سعادتوں سے نوازے اور وفاداری بشرطِ استواری کے سنہری اصول کے مطابق اس تبلیغی وروحانی مشن کی بیش از بیش خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کوئی فروگذاشت پائیں تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کردی جائے۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی

سجادہ نشین درگاہ حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ

دفترِ اوّل مکتوب ۱۵۱

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میر مؤمن بلخی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

یادداشت حضور بلا غیبوبت سے عبارت ہے

حجاباتِ شیونی اور حجاباتِ اعتباری

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے سیادت مآب ارشاد پناہ حضرت شیخ میر مؤمن بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا جو ماوراء النہر کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے وہاں کے علمائے کرام اور مشائخ عظام کے ظاہری اور باطنی فیوض و برکات کا تذکرہ بڑے احسن پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت شیخ مؤمن بلخی کا ایک مرید (شیخ ابوالمکارم صوفی) حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے دست حق پرست پر توبہ وانابت اور سلوک طے کرنے کی غرض سے جب سرہند شریف حاضر ہوا تو اس نے اپنے شیخ اور نجابت پناہ سید میرک شاہ، علامۃ الوریٰ مولانا حسن القبادانی اور ناصر الشریعۃ قاضی تولک رحمۃ اللہ علیہم کے سلام پہنچانے کے بعد عرض کی کہ میرے شیخ نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ میں ان کی طرف سے نیابتاً آپ سے بیعت کروں کیونکہ وہ بڑھاپے (کبرسنی) اور بُعد مسافت کی وجہ سے حاضر خدمت نہیں ہو سکتے ورنہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ میں بذات خود آپ کی خدمت وصحبت میں حاضر ہوتا اور بقیہ ساری عمر آپ کی خدمت عالیہ میں گذار دیتا اور آپ کے بیشمار فیوض و برکات اور انوار

مکتوب الیہ

واحوال سے اقتباس کرتا۔ان موانعات کی بنا پر میں امیدوار ہوں کہ اس ظاہراً جدا اور باطناً حاضر کو بھی اپنے مخلص حاضرین میں شمار فرما کر غائبانہ توجہات قدسیہ اور انوار لطیفہ سے اس کے احوال پر ملتفت ومتوجہ رہیں گے۔

واپسی پر لوٹتے وقت اس مرید کی درخواست پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے زیر نظر مکتوب اور مکتوب ۹۹ دفتر سوم ارسال فرمائے چنانچہ منقول ہے کہ جب حضرت میر مؤمن رحمۃ اللہ علیہ نے ان ارسال فرمودہ مکاتیب شریفہ کا مطالعہ فرمایا تو شیخ کھڑے ہو گئے اور کمال درجہ کی خوشی وسرور میں رقص کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ "اگر سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہما اس وقت بقید حیات ہوتے تو وہ بھی ان (حضرت امام ربانی قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

مکتوبات شریفہ میں حضرت شیخ کے نام دو مکتوب ملتے ہیں مکتوب ۱۵۱ دفتر اول، مکتوب ۹۹ دفتر سوم (ماخوذ از حضرت مجدد الف ثانی)

مکتوب - ۱۵۱

متن یادداشت درطریقۂ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم عبارت از حضور بی غیبت است یعنی دوام حضور حضرت ذات تعالیٰ وتقدس بی تخلل حجب شیونی واعتباراتی

ترجمہ: یادداشت حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ میں حضور بے غیبت سے عبارت ہے یعنی شیونی اور اعتباراتی حجابات کے درمیان میں حائل ہوئے بغیر حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے دائمی حضور کو یادداشت کہتے ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مشائخ نقشبندیہ کی معروف اصطلاح یادداشت کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ غالبًا یہ وہی مکتوب ہے جسے ملاحظہ فرماکر ماوراء النہر کے عظیم روحانی پیشوا حضرت شیخ میر مؤمن بلخی رحمۃ اللہ علیہ رقص کناں اور آپ کی شان میں رطب اللساں ہوگئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یادداشت اور حجابات شیونی اور حجابات اعتباری کی قدرے تفصیلات وتعریفات

بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

یادداشت

یادداشت یہ ہے کہ عارف کے قلب پر استیلائے شہود حق بتوسط حب ذاتی ہو جائے اور وہ ہر حال میں بسبیل ذوق ذات کے ساتھ محو اور متوجہ رہے۔ یہ مقام مرتبۂ حقیقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جس میں حجابات شیونی اور حجابات اعتباری مرتفع ہو جاتے ہیں جہاں پہنچ کر عارفین کو کمال توحید عیانی اور وصل عریانی کا مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ تجلی ذاتی دائمی سے شادکام ہوتے ہیں۔ یہ وہی مقام ہے جس پر منتہی سالکین فائز المرام ہوتے ہیں جو فنائے اتم اور بقائے اکمل کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ بقول شاعر

یادداشت حاصل شود بعد از فنا
بلکہ حاصل می شود بعد از بقا

حجابات شیونی اور حجابات اعتباری

حجاب

ہر وہ چیز جو بندے کو حق تعالیٰ سبحانہ سے غافل اور دور کردے حجاب کہلاتی ہے یعنی جملہ اشیاء اور جمیع خیالاتِ ماسویٰ حجابات ہیں۔

حجابات شیونی: ظلال شیونات کو حجابات شیونیہ کہا جاتا ہے۔

حجابات اعتباریہ: ظلال اعتبارات کو اعتباری حجابات کہا جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ اکابر سلسلہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک یادداشت کو نسبت حضورو آگاہی، حضور ذاتی دائمی، دوام حضور مع اللہ بلاغیبوبیت بھی کہا جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ ذہن نشین رہے کہ ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے مرتبے میں عارفین کو یادداشت کا مقام حاصل ہوجاتا ہے اس لئے اگر کوئی سالک یہ مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت ومتابعت اختیار کرے اور سنت وشریعت کی پابندی کا خوب اہتمام کرے کیونکہ یہ مقام عزیز الوجود اور نادرونایاب ہے۔

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی واضح رہے کہ یادداشت اور حالت نیند (جو سراسر غفلت ہے) کے درمیان اہل طریقت نے یوں تطبیق بیان فرمائی ہے کہ

عامۃ الناس سراپا غفلت ہوتے ہیں کیونکہ ان کا باطن، ان کے ظاہر سے تفریق یافتہ نہیں ہوتا اس لئے ان کی غفلت ظاہری، غفلت باطنی کا باعث ہوتی ہے جبکہ کاملین کا باطن، ان کے ظاہر سے تفریق یافتہ اور گستہ (جدا) ہوتا ہے بنابریں ان کی غفلت ظاہری ان کے باطن میں سرایت نہیں کرتی۔ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض اوقات حضورِ خواب، حضورِ بیداری سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ محبوبوں اور معشوقوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ

جب عاشق ومحبّ کو اپنی طرف متوجہ دیکھتے ہیں تو کنارہ کشی کرتے ہیں اور جب عاشق کو غافل پاتے ہیں تو اپنے آپ کو نمایاں کرتے ہیں بقول شاعر

پری رو تابِ مہجوری ندارد
چو در بندی ز گلگین سر بر آرد

دفتر اوّل مکتوب ۱۵۲

مکتوب الیہ

سیادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

اطاعت رسول ہی اطاعتِ خدا ہے

مقامِ تکمیل میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہوتی ہے

محبتِ رسول اصلِ ایمان ہے

محبتِ رسول کی علامات

مکتوب ۱۵۲

متن قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ[1] حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اطاعت رسول را عین اطاعت خود فرمود پس اطاعت خدائی عزوجل کہ در غیر اطاعت رسول باشد اطاعت او نیست سبحانہ واز برائی تاکید وتحقیق این معنی کلمۂ قد آورد تا بوالہوسی درمیان این دو اطاعت جدائی پیدا نکند ویکی را بر دیگری نگزیند

ترجمہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی[1]، یہاں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اطاعت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات کو عین اپنی اطاعت فرمایا لہٰذا خدائے عزوجل کی وہ اطاعت جو اطاعت رسول کے بغیر ہو اس سبحانہ کی اطاعت نہیں ہے اور اس معنی کی تاکید اور تحقیق

---

[1] النساء۴:۸۰

کے لئے کلمہ ''قد'' لایا گیا تا کہ کوئی احمق ان دو اطاعتوں کے درمیان تفریق پیدا نہ کرے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز آیت کریمہ کی روشنی میں اس مؤقف کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی حق تعالیٰ سبحانہ کی اطاعت ہے اور ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی کی جاتی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ [1] سے عیاں ہے اور حق تعالیٰ سبحانہ اور رسل عظام علیہم الصلوات کے درمیان تفریق کرنا کفر ہے جیسا کہ آیات کریمہ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ [2] اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا [3] سے واضح ہے۔

درحقیقت اطاعت نبوی اور سنت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوات کفارۂ سیئات اور محبت خدا کا موجب ہے۔ اسی کی بدولت بندۂ مومن، نزول رحمت اور دخول جنت کا حقدار بنتا ہے۔ اسی کی وساطت سے انسان کو ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات حاصل ہوتے ہیں۔ اطاعت نبوی کی بناء پر بندۂ مومن کو انبیاء و اصدقاء اور شہداء و صلحاء کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ اطاعت رسول ہی بندۂ مومن کے لئے حریم قدس تک رسائی کا واحد ذریعہ اور ابواب غیب کے وا ہونے کا وسیلہ ہے جیسا کہ حضرت علامہ بیضاوی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ...... الخ [4] کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

يَصِلُوْنَ بِسُلُوْكِهٖ جَنَابَ الْقُدُسِ وَيُفْتَحُ اَبْوَابُ الْغَيْبِ قَالَ

---

[1] النساء۴:۶۴ [2] النساء۴:۱۵۰ [3] النساء۴:۱۵۱ [4] النساء۴:۶۹

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَالَمْ یَعْلَمْ [1] یعنی اطاعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی بدولت ہی علمائے راسخین اور عرفائے کاملین کو حریم قدس جل سلطانہ تک رسائی نصیب ہوتی ہے اور ان پر غیب کے دروازے کھلتے ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب بندۂ مومن اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ علوم ومعارف عطا فرماتا ہے جن کو وہ نہیں جانتا۔

عمدۃ المفسرین حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بندۂ مومن کو اطاعت نبوی اور سنت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی بدولت چار نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ سُنَّتِیْ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَرْبَعِ خِصَالٍ اَلْمُحَبَّةُ فِیْ قُلُوْبِ الْبَرَرَةِ وَالْهَیْبَةُ فِیْ قُلُوْبِ الْفَجَرَةِ وَالسَّعَةُ فِی الرِّزْقِ وَالثِّقَةُ فِی الدِّیْنِ [2]

۱...... صالحین کے قلوب میں اس کی محبت پیدا کردی جاتی ہے۔

۲...... فاسقین کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دی جاتی ہے۔

۳...... اس کے رزق میں وسعت وبرکت پیدا کردی جاتی ہے۔

۴...... اسے دین متین کی فقاہت عطا کردی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ حکیم سنائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اطاعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی ترغیب وتشویق دلاتے ہوئے کیا خوب فرمایا

گردِ نعلِ اسپ سلطانِ شریعت سرمہ کن
تا بود نور الٰہی با دو چشمت مقترن

---

[1] مرقاۃ: ۸/۴۰۹، الدر المنثور: ۲/۲۶۰ [2] روح البیان: ۳/۸

مژہ در چشم سنائی چوں سنانے باد تیز
گر سنائی زندگی خواہد زمانے بے سنن

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جن صوفیائے کرام کے اقوال میں اطاعت خدا اور اطاعت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات میں اختلاف وتفریق ملتی ہے، یہ ان کا بیان حال ہے بیان عقیدہ نہیں۔ اس لئے اس قسم کے اقوال کو غلبہ حال اور سکر وقت کا ثمرہ جاننا چاہئے۔ السکاریٰ معذورون ولکن لا یقلدون "مستقیم الاحوال" اکابرین کے ہاں اس قسم کے اختلافی اقوال سے توبہ واجتناب لازم ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں علمائے اہلسنت کا یہ موقف ہے کہ حق تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وبات ایک ہے ...... ان کی ذوات ایک نہیں۔

متن در مقام کمال کہ مرتبۂ ولایت است محبت حق سبحانہٗ غالب است ودر مقام تکمیل کہ نصیبی از مقام نبوت است محبت رسول غالب

ترجمہ: مقام کمال جو مرتبۂ ولایت ہے، میں حق سبحانہٗ کی محبت غالب ہوتی ہے اور مقام تکمیل میں جو مقام نبوت کا ایک حصہ ہے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہوتی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت پر عروجی منازل میں محبت خدا کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ نسیانِ ماسویٰ کا مرتبہ ہے جبکہ نزولی مدارج میں عارفین پر محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خلافت نبوت اور نیابت رسالت کا مرتبہ ہے۔

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا

معنی حرفم کنی تحقیق اگر — بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبی — از خدا محبوب تر گردد نبی

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں محبت رسول علی صاحبہا الصلوات اور اس کی علامات کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

محبت رسول اصل ایمان ہے

محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات عنداللہ محبوب اور عندالشرع مطلوب ہے۔ کیونکہ محبت رسول ہی بندۂ مومن کو اپنے نبی کا اطاعت شعار اور وفادار بناتی ہے اور اسی میں امت کا وقار اور ملت کی بہار ہے۔ اسی کی بدولت بندۂ مومن فیضان نبوت اور کمالات ولایت سے سرشار ہوتا ہے۔ بنابریں محبت رسول ہی دین اسلام کی اولین

شرط ، ایمان کی جان اور کتاب وسنت کا لب لباب ہے۔ حفیظ جالندھری مرحوم نے خوب کہا

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت آنِ ملت ، شانِ ملت ہے
محمد کی محبت روحِ ملت ، جانِ ملت ہے

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

مغزِ قرآں ، روحِ ایماں ، جانِ دین
ہست حبِ رحمۃ للعالمین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت رسول کی اہمیت وافادیت کو واضح کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [1]

یعنی تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات اسے والدین ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

اس ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں ایمان اختیاری مراد ہے کیونکہ شریعت مطہرہ نے اسی کا بندۂ مومن کو مکلّف بنایا ہے۔

حفیظ جالندھری مرحوم نے اس حدیث کا مفہوم یوں منظوم کیا

محمد ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر ، مادر ، برادر ، مال ، جان ، اولاد سے پیارا

---

[1] صحیح بخاری ، رقم الحدیث: ۱۳، ۱۴ صحیح مسلم ، رقم الحدیث: ۶۳

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

۞......ایک روایت میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا نَفْسِیَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبِیْ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ فَقَالَ عُمَرُ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبِیْ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ![1]

یعنی آپ مجھے ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں بجز میری جان کے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا!تم میں اس وقت تک کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات جل سلطانہٗ کی جس نے آپ پر کتاب مقدس نازل فرمائی آپ مجھے میری اس جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ یہ سماعت فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا اے عمر اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔

۞......شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث یوں نقل فرمائی ہے اردو ترجمہ ملاحظہ ہو

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کیا حال ہے آپ صرف ہمیں ہی دوست رکھتے ہو یا ہمارے علاوہ کسی اور کو بھی اس دوستی میں شریک ٹھہراتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یہ محبت مشترک

[1] بخاری رقم الحدیث:۶۱۴۲ ، مسند احمد:۱۷۳۵۵

ہے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہے اور اپنی ذات، اولاد اور مال و متاع سے بھی دوستی ہے؟...... اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک مارا اور روحانی تصرف (توجہ) فرمایا پھر فرمایا...... اب کیا حال ہے اب اپنے آپ کو کس کیفیت میں پاتے ہو؟...... عرض کیا اب اہل وعیال اور مال کی محبت قلب سے رخصت ہوگئی ہے لیکن اپنی ذات سے محبت اب بھی باقی ہے۔

دوسری مرتبہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک پر مارا پھر استفسار فرمایا اب کیا کیفیت ہے؟...... انہوں نے عرض کیا اب سوائے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی محبت کے ہر قسم کی محبت میرے قلب سے ختم ہوگئی ہے۔

بقول شاعر

عمرم ہمہ صرف در وفایت بادا
جان و دل و دین من فدایت بادا
محبوب من از جان و دل و عمر توئی
ہر چیز من خستہ برایت بادا

یعنی میری ساری عمر تیرے ساتھ وفاداری میں صرف ہو جائے، میری جان اور میرا قلب و دین تجھ پر فدا ہو جائیں۔ جان و دل اور عمر سب سے زیادہ تو ہی میرا محبوب ہے، مجھ خستہ حال کی ہر چیز تیرے لئے ہی ہو......[1]

محبت رسول کی برکات

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول

اَنَّہٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی قِیَامُ السَّاعَۃِ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ عَنْ قِیَامِ السَّاعَۃِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَعْدَدْتَّ لَھَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا کَثِیْرَۃَ صَلٰوۃٍ وَلَا صَوْمٍ اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ...... وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا شَیْءَ اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ [1]

یعنی ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟...... تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادائے نماز کے لئے اٹھ کر تشریف لے گئے۔ جب آپ نے نماز ادا فرمالی تو ارشاد فرمایا قیام قیامت کی بابت دریافت کرنے والا سائل کہاں ہے؟...... اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میں حاضر ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کے لئے نماز، روزہ کی زیادہ تیاری نہیں کی البتہ میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے اس نے کہا میرے پاس کچھ بھی نہیں بجز اسکے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور تجھے اسی کی معیت نصیب ہوگی جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے۔

---

[1] جامع ترمذی، رقم الحدیث:۲۳۰۷ ، مسند احمد، رقم الحدیث:۱۱۵۷۵

محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات کی علامات

ا...... محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات کے من جملہ تقاضوں اور علامات میں سے اولین شرط یہ ہے کہ متابعت نبوی اور سنت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوات کا خصوصی طور پر التزام کیا جائے تا کہ مطیعیت و محبو بیت کے منصب جلیلہ پر فائز المرام ہوا جائے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ [1] سے عیاں ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز سیادت پناہ شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب گرامی میں نصیحت کرتے ہوئے ارقام پذیر ہیں، جس کا ملخصاً اردو ترجمہ ہدیہء قارئین ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث صوری کا تعلق عالم خلق کے ساتھ ہے اور میراث معنوی کا تعلق عالم امر سے ہے جہاں ایمان و معرفت اور رشد و ہدایت ہی ہے۔ میراث صوری کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر یہ یہ ہے کہ میراث معنوی کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہو جائے اور میراث معنوی سے تزئین، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی بنابریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اوامر و نواہی میں مکمل طور پر متابعت و اطاعت کی جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ متابعت، کمال محبت کی فرع ہے اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِيْعٌ (محبّ اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے) محبت میں غفلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، محبّ محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ اگر چند روزہ حیاتِ مستعار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں بسر کر لی جائے تو نجاتِ ابدی کی امید ہے ورنہ سب کچھ بے کار ہے خواہ کیسا ہی عملِ خیر کیوں نہ ہو۔

---

[1] آل عمران ۳: ۳۱

محمد عربی کآبروئے ہر دوسرا ست
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او [1]

۲...... محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات کے غلبہ کے باعث محبّ رسول ہمہ وقت صورت رسول میں مستغرق اور منہمک رہتا ہے بنابریں ہر نشست و برخاست اور صحبت و مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص وشمائل اور فضائل وخصائل کا ذکر کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ پس محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات کی یہ بھی ایک علامت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا فَاَکْثَرَ ذِکْرَہٗ [2] سے عیاں ہے بقول شاعر

جس کسے دا کوئی عاشق ہووے صفت اوسے دی کردا
سو سو مکر بہانے کر کے مرنے اوہدے مردا

۳...... عاشق رسول، محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات کے استغراق کی وجہ سے ہمہ وقت وصل یار کی تڑپ اور حسرت دیدار کی کسک میں بے چین اور بے قرار رہتا ہے اور بقول شاعر یوں گویا ہوتا ہے

باناں پہن فقیری والا جلدی کرو تیاری
دل کردا دلبر نوں ملیے کیہہ کرنی سرداری

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ عاشق کے اشتیاق دید اور لقائے حبیب کو بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں

فَکُلُّ حَبِیْبٍ یُحِبُّ لِقَاءَ حَبِیْبِہٖ [3] یعنی ہر محبّ اپنے محبوب کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔

---

[1] مکتوبات شریفہ دفتر اول مکتوب: ۱۶۵ [2] شعب الایمان، رقم الحدیث: ۵۳۱، الزھد لابن ابی الدنیا: ۵۳۴، المقاصد الحسنۃ: ۱/ ۲۰۸ [3] کتاب الشفا: ۲/ ۲۵، سبل الھدی والرشاد: ۱۱/ ۴۳۲

جب کسی عاشق زار پر شوق وصال اور لذتِ جمال کی اضطرابی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ شوق وصل سے سرشار اور سوز فصل سے لاچار نیم جاں ہوکر بزبانِ دانائے شیراز کبھی یوں فریاد کرتا ہے

امروز دیگرم در انتظارِ تو شام شُد
در انتظارِ وصلِ تو عمرم تمام شد
آمد نمازِ شام و نہ آمد نگار من
اے دیدۂ پاسدار کہ خوابم حرام شُد

۴..... محبت کی اہم اور نمایاں علامت یہ ہے کہ محبّ اپنے محبوب کو ہر قسم کے جملہ عیوب ونقائص سے منزہ جانتا ہے اور وہ محبوب کے معائب کی بصارت سے اندھا اور اسکے قبائح کی سماعت سے بہرہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ [1] سے واضح ہے۔

حق تعالیٰ نے ہر قسم کے ممکنہ کمالات بدرجہ اتم واکمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں درج فرما کر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال وکمال کا تذکرہ فرمایا ہے اور اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ہی نگاہ قدرت سے دیکھتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی [2] اور فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا [3] سے عیاں ہے۔ شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قبائح ومعائب سے پاک ہونے کو یوں منظوم فرمایا ہے

وَ اَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَ اَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

---

۱ مشکوٰۃ: ۴۱۸ ، شرح مسند ابی حنیفہ: ۵۸۴/۱ ، فیض القدیر: ۴۸۸/۳
۲ الضحیٰ ۹۳: ۲،۱ ۳ الطور ۵۲: ۴۸

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

یعنی اے رسول محتشم صلی اللہ علیک وسلم آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ صاحب جمال کسی ماں کے ہاں متولد ہی نہیں ہوا۔ آپ ہر عیب سے پاک تخلیق فرمائے گئے ہیں گویا آپ یوں تخلیق فرمائے گئے جیسے آپ چاہتے تھے۔

۵...... محبت رسول کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندۂ مومن جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات، اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار، ازواج مطہرات اور بنات طیبات کے ساتھ محبت ومودّت رکھتا ہے ایسے ہی ان نفوس قدسیہ کے اعداء کے ساتھ بغض وعداوت رکھے جیسا کہ آیہ کریمہ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ [1] سے معلوم ہوتا ہے۔ مفاد پرستی ومصلحت کوشی اور منافقت کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس قسم کے لوگ ولایت ونبوت کے فیضان وکمالات سے محروم رہتے ہیں بلکہ ذلت عظیم ونار جحیم اور عذاب مہین ان کا مقدر ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ [2] اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ...... وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ [3] سے مفہوم ہوتا ہے۔ بقول شاعر

اوہ کدے سکھ پاندا ناہیں جیہڑا دوگھراں دا سانجھا
اکو پاسا رہندا ہیرے یا کھیڑے یا رانجھا

جب تک بندۂ مومن محبت ومودت میں متصلب اور اعدائے بدنہاد کے

---

[1] المجادلہ ۵۸:۲۲ [2] توبہ ۹:۶۳ [3] المجادلہ ۵۸:۵

بارے میں متشدد نہیں ہوتا وہ ایمان کی لذت وحلاوت نہیں چکھ سکتا جیسا کہ آیہ کریمہ اَشِدَّ آءُ عَلَى الْكُفَّارِ [1] سے عیاں ہے۔ صحابہ کرام، اسلاف عظام اور اخلاف فخام نے اعداء و معاندین کو جس طرح تہہ تیغ کیا وہ تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے رقم ہیں۔ بقول شاعر

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

---

[1] الفتح ۲۹:۴۸

دفتر اوّل مکتوب ۱۵۳

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میاں مُزمّل رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

احوال ومقامات مقاصد میں سے نہیں ہیں

ایمان کی اقسام

مکتوب۔۱۵۳

متن اما خلاصیِ تام از رِقیتِ اغیار وقتی میسر شود کہ بفنائی مطلق مشرف شود ونقوش ماسویٰ را بالکل از آئینۂ دل محو سازد و تعلق علمی وحبی او را بہیچ چیز نماند و غیر از حق سبحانہ و تعالیٰ او را مقصودی و مرادی نباشد ودونہ خرطُ القتاد ہر چند گمان بی تعلقی دارد اما اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا

ترجمہ: لیکن سالک کو اغیار کی غلامی سے مکمل چھٹکارا اس وقت میسر ہوتا ہے جب وہ فنائے مطلق سے مشرف ہو جائے اور ماسوا کے نقوش کو آئینہ قلب سے بالکل محو کر دے اور اس کو کسی چیز کے ساتھ علمی وحبی تعلق نہ رہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ اس کا کوئی مقصود اور مراد نہ ہو ورنہ خار دار جھاڑی میں الجھنا ہے اگر چہ بے تعلقی کا گمان رکھے۔ بلاشبہ گمان، امر حق میں کوئی فائدہ نہیں دیتے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ماسوی اللہ کی گرفتاری سے بیزاری اور فنائے مطلق کے حصول کی ترغیب دلا رہے ہیں۔ دراصل طالبان طریقت کو دوران سلوک مختلف قسم کے احوال ومواجید و مقامات پیش آتے ہیں، کم ظرف سالکین جن میں الجھ کے رہ جاتے ہیں اور اپنے مقصود اصلی سے محروم ہونے کی بناء پر اپنی منزل کھوٹی کر بیٹھتے ہیں حالانکہ مقصود، احوال نہیں بلکہ **مُحَوِّلِ احوال** حق سبحانہ کی ذات ہے۔ بلند ہمت اور عالی ظرف طالبین احوال وظلال اور مواجید و مقامات تو رہے کجا...... صفات پر بھی اکتفا نہیں کرتے۔ ان کا مقصود حقیقی تو محض ذات مجردہ ہوتا ہے اور یہ فنائے مطلق پر موقوف ہے بقول شاعر

بے فنائے مطلق و جذب قوی
کے حریم وصل را محرم شوی

سوال: جب ایمان لانا بندۂ مومن پر لازم ہے تو چہ کفر آن حرف و چہ ایمان کہنے کا کیا مطلب ہے اور بندہ مومن ایمان رکھنے کے باوجود خدا تعالیٰ سے کیسے دور رہے گا؟

جواب: اہل طریقت فرماتے ہیں کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں

ایمان صوری اور ایمان حقیقی

جو شخص ایمان صوری میں گرفتار ہے وہ نفس کی امارگی وسرکشی میں مبتلا ہے اور نفس حق تعالیٰ کے ساتھ ذاتی عداوت ومخاصمت رکھتا ہے اسی لئے حدیث قدسی **عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ** میں نفس کی مخالفت و مدافعت کا حکم دیا گیا ہے۔ بنابریں ایمان صوری رکھنے والا شخص صاحب ایمان ہو کر بھی حق تعالیٰ سے دور ہوتا ہے کیونکہ اس کی رسائی ایمان حقیقی تک نہیں ہوتی اور ایمان حقیقی ہی خدا تعالیٰ

تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے، حقیقت میں یہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ کے قبیل سے ہے۔ ابرار کا ایمان صوری، جبکہ مقربین کا ایمان حقیقی وشہودی ہوتا ہے جس کے باعث وہ توحید عیانی اور وصل عریانی سے شادکام ہوتے ہیں۔

بلینہ:

واضح رہے کہ جب تک سالک کا جملہ خلائق سے قلبی انقطاع اور ترک علائق نہیں ہو جاتا اسے فنائے مطلق میسر نہیں ہوتی۔

کسی فارسی شاعر نے کہا ہے

تا ترک علائق و عوائق نکنی   یک سجدۂ شائستہ لائق نکنی
ہرگز بمراد خویش واصل نہ شوی   تا ترک خود و جملہ خلائق نکنی

دفتر اوّل مکتوب ۱۵۴

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میاں مزمّل رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

مطلوب ماورائے آفاق وانفس ہے

اللہ تعالیٰ تقیّدات سے منزہ ہے

اذا تمّ الفقر کا مفہوم

مکتوب ۱۵۴

متن اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَیْنٍ فَنَهْلِكَ وَلَا اَقَلَّ مِنْهَا فَنَضِیْعَ ہر بلائے کہ ہست از گرفتاری بخود است چون از خود خلاص شد از گرفتاری مادون او سبحانہ خلاص شد اگر بت می پرستد فی الحقیقت خود را می پرستد کہ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ

ع از خود چو گزشتی ہمہ عیش است وخوشی

ترجمہ: اے اللہ ہمیں ایک لمحہ کیلئے بھی ہمارے نفسوں کے حوالے نہ کرنا ورنہ ہم ہلاک ہوجائیں گے اور نہ ہی اس سے کم وقت کے لئے تاکہ ہم ضائع نہ ہوجائیں۔

انسان پر جو بلا آتی ہے وہ خود اپنی گرفتاری کی وجہ سے ہے۔ جب اپنے آپ سے چھٹکارا حاصل کرلیا تو اس سبحانہٗ کے غیر کی گرفتاری سے خلاصی پا گیا۔ اگر بت پرستی کررہا ہے تو حقیقت میں خود پرستی کررہا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔

ع خود کو چھوڑ و تو عیش اور خوشی ملتی ہے

شرح

اس مکتوب گرامی کا آغاز حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دعائیہ جملہ سے فرمایا ہے جس میں نفس کی گرفتاری سے نجات حاصل کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اہل اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک نفس مطمئنہ نہیں ہو جاتا اور راضیہ و مرضیہ کے منصب جلیلہ پر متمکن نہیں ہو جاتا وہ خود پرستی میں مبتلا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ [1] سے عیاں ہے۔ سالک حق تعالیٰ کا حقیقی بندہ اسی وقت بنتا ہے جب وہ ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کر کے محض رضائے حق کی خاطر اعمال صالحہ بجالاتا ہے۔

بینہ:

واضح رہے کہ یہ معرفت حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ابتدائی معارف میں سے ہے جبکہ آپ ولایت اولیاء (ولایت ظلی) کے مرتبہ میں تھے کیونکہ سالک اس مرتبہ میں سیر انفسی کو انتہائی مقام سمجھ لیتا ہے اور مطلوب کو اپنے اندر دیکھتا ہے حالانکہ وہ مطلوب کے تمثال وانعکاس ہوتے ہیں لیکن ولایت انبیائے عظام اور کمالات نبوت، منتہی اولیاء کا حصہ ہیں جو سیر انفسی سے بالا ہیں جس میں سالکین مشہود انفسی کو بھی ظل جانتے ہیں، اصل مطلوب نہیں سمجھتے کیونکہ مطلوب ماورائے آفاق و انفس ہے۔

---

[1] الفرقان ۲۵:۴۳

متن مبادا سادہ دلی ازینجا حلول یا اتحاد فہم کند و بورطۂ ضلالت رود

ع اینجا حلول کفر بود اتحاد ہم

پیش از تحقق باین مقام تفکر آن ممنوع است

ترجمہ: کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی سادہ دل اس جگہ حلول یا اتحاد سمجھ بیٹھے اور ضلالت کے گھڑے میں جا گرے ...... ع اس جگہ حلول اور اتحاد کفر ہے

اس مقام کے ساتھ متحقق ہونے سے قبل اس میں غور و فکر ممنوع ہے

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ دوران سلوک، سالکین طریقت کو ایسی کیفیات و احوال پیش آتے ہیں کہ وہ سیر انفسی میں شہود و معرفت و حیرت کو اپنے اندر ہی محسوس کرتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ سبحانہ اندر اور باہر سے پاک ہے۔ کیونکہ اندر اور باہر ہونا محدود اور مقید ہونے کی علامت ہے اور حق تعالیٰ سبحانہ ہر قسم کے تقیدات و تحدیدات سے منزہ و مبرہ ہے۔

تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً

علاوہ ازیں اندر اور باہر ہونا حلول و اتحاد کا موہم ہے جو الحاد و زندقہ ہے۔ جب تک سالکین اس مقام سے متحقق نہیں ہو جاتے اور انہیں اس مقام سے حظ وافر

نصیب نہیں ہوتا، اس میں غور وفکر کرنا بھی ممنوع ہے۔

۞ ...... حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

کے شود کشف از تفکر آن انا　　　این انا مکشوف شد بعد الفناء

می فتد این عقلہا در افتقاد　　　دع خاکی و حلول و اتحاد

این انا ہو بود در سرائے فضول　　　ز اتحاد نور تر راہ حلول

۞ ...... حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حلول واتحاد کے متعلق عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں چنانچہ اردو ترجمہ ملاحظہ ہو!

حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سبحانہ سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کچھ بعض عبارات صوفیہ سے اتحاد کا معنی مفہوم ہوتا ہے اور وہ ان کی مراد کے برخلاف ہے کیونکہ اس کلام اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَاللّٰه جو موہم اتحاد ہے، سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا ...... نہ یہ کہ وہ فقیر خدا تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جائے اور خدا ہو جائے کیونکہ یہ کفر اور زندقہ ہے **تعالی اللہ سبحانہ عما یتوھم الظالمون علواً کبیراً** ۔ ہمارے خواجہ (محمد باقی باللہ قدس سرہُ العزیز) فرمایا کرتے تھے کہ عبارت اناالحق کا معنی یہ نہیں کہ میں حق ہوں بلکہ یہ ہے کہ **من نیستم وموجود حق است سبحانہ** میں نہیں ہوں حق سبحانہ ہی موجود ہے۔[1]

---

[1] مکتوبات شریفہ دفتر اول مکتوب: ۲۶۶

دفتر اوّل مکتوب ۱۵۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میاں مُزمّل رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

آستانوں کی شرافت کا راز

وطن کی مختلف توجیہات

ایک مقولہ کے تین مفہوم

مکتوب - ۱۵۵

متن غرۂ ماہ جمادی الاول روز جمعہ بطواف حضرت دہلی مشرف گشت و محمد صادق نیز ہمراہ است

ترجمہ: ماہ جمادی الاول کے پہلے جمعہ کے دن حضرت دھلی کی زیارت سے مشرف ہوا۔ (فرزند رشید) محمد صادق بھی میرے ساتھ ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اپنے فرزند اکبر حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہُ العزیز کو ہمراہ لیکر اپنے پیرومرشد شیخ المشائخ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہُ العزیز کے آستانہ عالیہ حضرت دہلی حاضر ہوئے۔ درحقیقت محبوب کے شہر اور اس کے درودیوار کے ساتھ محبّ کی قلبی وابستگی اور اس کا اشتیاق دید، محبت کے لوازمات میں سے ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ [1] سے معلوم ہوتا ہے۔

خاکِ بطحا از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

---

[1] البلد ۹۰:۱

سالکین طریقت کے لئے اپنے پیر خانے کی محبت حق تعالیٰ کے قرب کا باعث ہوتی ہے نیز اپنی اولاد کو اپنے مرشد گرامی کے آستانے پر لے کر جانا اور اپنے شیخ محترم کی خدمت میں ان کے حق میں دعا و توجہ کی درخواست کرنا مشائخ کا معمول رہا ہے۔ یونہی دیے سے دیے جلتے رہے ہیں اور ان کی باقیات صالحات کے قلوب میں اولیائے کرام کی عقیدتوں کے دیپ جلتے اور ارادتوں کے سمندر موجزن ہوتے رہے ہیں۔

بینہ:

واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے برصغیر کے معروف شہر دہلی (بھارت) کو اپنی عقیدتوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے احتراماً حضرت دہلی تحریر فرمایا ہے کیونکہ وہاں آپ کے مرشد و مربی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہُ العزیز کی جائے سکونت تھی۔ دراصل اہل اللہ کی توجہات قدسیہ کی بو باس، ان کے قدوم میمنت لزوم کی برکات اور ان کے اذکار و وظائف و مراقبات کی تاثیرات و فیوضات ان کی خانقاہوں اور آستانوں کے ماحول میں رچ بس جاتی ہیں مزید برآں ان ارباب ایمان و شریعت اور اصحاب احسان و طریقت پر رحمتوں کا ورود اور ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ [1] اور تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ [2] سے عیاں ہے۔

بنابریں وہاں کی فضاؤں میں لطافت اور مٹی میں شرافت آ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے آستانوں کو شریف کہا جاتا ہے جیسے بغداد شریف، اجمیر شریف سرہند شریف، آلومہار شریف وغیرہا (ہمارے آقائے ولی نعمت سراج العارفین

---

[1] الاعراف ۷:۵۶ [2] فصلت ۴۱:۳۰

حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہُ العزیز نے ایک مجلس میں آستانہ عالیہ آلومہار شریف کے متعلق فی البدیہہ چند اشعار منظوم فرمائے ان میں سے صرف دو شعر ہدیہ قارئین ہیں

اے سرزمین اولیاء اے خطہء آلومہار　　شوکت خورشید تیرے ایک ذرے پر نثار
حضرت شیخ مجدد کی ولایت کا امیں　　عشق و مستی کا حسیں دلکش نگر آلومہار

متن

چند روز اگر ارادۂ خداوندی موافق است اینجا بسر بردہ بسرعت متوجہ وطن اصلی خواہد شد حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ خبر صحیح است

ترجمہ: اگر حق سبحانہ وتعالیٰ کو منظور ہوا تو چند روز قیام کر کے جلدی ہی وطن مالوف روانہ ہو جاؤں گا۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ[1] (وطن کی محبت بھی ایمان کا حصہ ہے) صحیح حدیث ہے۔

شرح

سطور بالا میں مذکورہ حدیث کی محدثین کرام اور صوفیائے عظام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ بعض محدثین کرام کے نزدیک وطن سے مراد روح کا وطن اصلی ''عالم امر'' ہے جو عرش سے فوق تر ہے۔ اس لئے بندۂ مومن کو اپنی حیات مستعار میں بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ اس کی روح کو وطن

---

[1] مرقاۃ: ۵/ ۳۱۶

اصلی ''عالم امر'' اور ''عالم وجوب'' تک رسائی نصیب ہو جائے اور جسم کی قید سے رہائی میسر ہو جائے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ روح کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

چند باشی از مقام خود جدا　　چند گردی در بدر اے بے حیا

بعض محدثین کرام کے نزدیک وطن سے مسلمان کی اسلامی سکونت مراد ہے جبکہ صوفیائے عظام بدن انسانی کو وطن سمجھ کر سیر انفسی مراد لیتے ہیں۔ غرضیکہ راہ عشق میں لوگوں کے مختلف مذاہب ہوتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبٌ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

ملتِ عاشق ز ملت ہا جدا است　　عاشقاں راملت و مذہب خدا است

پس بندہ کو حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے علاوہ ازیں کوئی اور مفر نہیں کیونکہ اس کی پیشانی حق تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ بقول شاعر

اتنی رمز پچھانو یارو بہت کراں کیہہ گلاں
میں کریوں ہتھ واگ بلوچے جدھر چلاوے چلاں

متن فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ گفتہ دروی بوئے بگریزند بہر حال اصل را اصل دانستہ فرع را طفیلی ساختہ رو باصل باید آورد

ہر چہ جز عشق خدائی احسن است
گرشکر خوردن بود جان کندن است

ترجمہ: فَفِرُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ کہتے ہوئے اللہ کی طرف رجوع کرو۔ بہر حال اصل کو اصل جان کر اور فرع کو اس کا طفیلی قرار دے کر اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

شعر

جو بھی ہے عشق الٰہی کے سوا
اس میں ہے زہر ہلاہل کا مزہ

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ارشاد گرامی ''فَفِرُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ [۱] گفتہ در وے بوئے بگریزند'' کے اہل طریقت نے تین مفاہیم بیان فرمائے ہیں۔

۞...... پہلا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا اور معرفت کے حصول کیلئے اس کی اطاعت کرنی چاہئے اور اس کے اوامر کو پابندی کے ساتھ بجالانا چاہئے اور اسی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

۞...... دوسرا مفہوم یہ ہے کہ راہ سلوک میں پیش آنے والے ظلال وتجلیات کو طفیلی قرار دیتے ہوئے اصل الاصول کی طرف متوجہ ہونا چاہئے یعنی حق تعالیٰ کے انوار وتجلیات میں استغراق سے چھٹکارا حاصل کر کے حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف رجوع اور عروج کرنا چاہئے اور صفات سے ذات تعالیٰ کی طرف راغب ہونا چاہئے اور یہی اولوالعزم اور بلند ہمت بندۂ مؤمن کی علامت ہے۔

---

[۱] الذاریات ۵۱:۵۰

اقبال مرحوم نے خوب کہا

مرد مؤمن در نسازد با صفات　　مصطفےٰ راضی نشد الا بذات

✿ ...... تیسرا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے غضب وعتاب سے ڈرتے ہوئے اس کے اوامر کی تعمیل کرنا چاہئے۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۵۶

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میاں مزمّل رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

صحبتِ صلحاء کی ترغیب

مکتوب - ۱۵۶

متن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ کہ محبت فقراء نقد وقت دارند و بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ با ایشانند

ترجمہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ کہ آپ فقراء کی محبت نقد وقت رکھتے ہیں اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے حکم کے مطابق ان میں سے ہیں۔

شرح

زیرنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فقراء کی صحبت کی ترغیب دلا رہے ہیں۔ فقراء کی معیت وصحبت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کو فقراء کی معیت کا حکم فرمایا جیسا کہ آیہ کریمہ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ[1] سے عیاں ہے۔

حدیث میں آتا ہے اِصْحَبُوْا مَعَ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَصْحَبُوْا مَعَ اللّٰہِ فَاصْحَبُوْا مَنْ یَّصْحَبُ مَعَ اللّٰہِ حَتّٰی یُوْصِلَکُمْ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ[2]

---

[1] الکہف ۱۸:۲۸ [2] تحفۃ الجمال وخزینۃ الاحوال قلمی: ۱۱۹

یعنی اللہ کی معیت اختیار کرو اگر تمہیں اللہ کی مصاحبت کی استطاعت نہیں تو اس کی معیت اختیار کر لو جسے اللہ کی معیت حاصل ہو تا کہ وہ تمہیں اللہ عز وجل سے واصل کر دے۔

اہل طریقت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمام جہان کی نیکیاں بجالائے لیکن وہ فساق کا مصاحب بھی ہو تو اس کی جملہ طاعات باطل ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص عبادات وطاعات کم بجالاتا ہے یا اسے نیکی کی توفیق بالکل ہی نہیں لیکن اسے صالحین کی صحبت میسر ہے تو اس کی تمام برائیاں محو ہو جاتی ہیں اور وہ زمرۂ صالحین میں شمار ہوتا ہے۔ امید ہے کہ صحبت صلحاء کی یمن و برکت سے اسے گناہوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اور وہ اعمال صالحہ بجالائے۔ اسی لئے کہتے ہیں اَلصَّلٰوۃُ وَالصِّیَامُ نُقْضِیْ وَصُحْبَۃُ الصَّالِحِیْنَ وَالْعَارِفِیْنَ لَاتُقْضٰی[1] یعنی ہم نماز و روزہ تو قضا کر لیتے ہیں لیکن صالحین اور عارفین کی صحبت قضا نہیں کرتے۔

نمازیں گر قضا ہوں ، پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

قدوۃ الاخیار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ العزیز نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

نماز را بحقیقت قضا تواند بود
و لیک صحبت ما را قضا نہ خواہد بود

[1] تحفۃ الجمال: ۱۴۷

دفترِ اوّل مکتوب ۱۵۷

مکتوب الیہ

حضرت شیخ حکیم عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

اہل اللہ کے پاس عجز وانکسار سے حاضر ہونا چاہئے

مذاہب اربعہ سے خروج باعثِ ضلالت ہے

تقلید کی شرعی حیثیت ، اختلافِ صوفیاء کی حکمت

مکتوب - ۱۵۷

متن پیش این طائفہ خالی شدہ باید آمد تا مملو باز گردد و اظہار افلاس خود باید نمود تا ایشان را بروئ شفقت آید و راہ افاضہ بکشاید سَیر آمدن و سیر رفتن مزہ ندارد امتلا را جز علت یار نیست و استغنا را جز طغیان کار نہ

ترجمہ: اس گروہ کے حضور دل و دماغ کو خالی کر کے آنا چاہیے تا کہ بھرا ہوا واپس لوٹے اور اپنے افلاس کا اظہار کرنا چاہیے تا کہ اہل اللہ اس پر شفقت فرمائیں اور فیض رسانی کا رستہ کھل جائے۔ سیراب آنا اور سیراب ہی لوٹ جانا مزہ نہیں رکھتا۔ پر شکمی سوائے مرض کے کچھ نہیں ہے اور لاپرواہی سوائے سرکشی کے کچھ نہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اہل اللہ کی صحبت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ جب کسی شخص کو اہل اللہ کی مجالس میں حاضری کی توفیق نصیب ہو تو اسے اپنی علمی وجاہتوں، خاندانی شرافتوں،

عملی نخوتوں، فنی مہارتوں، منصبی عظمتوں اور مالی شوکتوں سے کنارہ کش ہوکر اخلاص و انکسار، شکستہ دلی اور نیاز مندی سے حاضر ہونا چاہئے تاکہ استفاضہ وافاضہ کی راہیں کھل سکیں کیونکہ یہی شکستہ خاطری وعاجزی وانکساری قابل توجہ اور لائق التفات ہوا کرتی ہے۔ کسی شاعر نے بزبان فارسی اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

دست اشکستہ بر آور در دعا
سوئے اشکستہ پرد فضل خدا
شکر کن مر شاکراں را بندہ باش
پیش ایشاں مردہ شو پایندہ باش
خاک شو مردان حق را زیر پا
خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما
تاکہ نان نشکستہ قوت کے دہد
نا شکستہ خوشہ ہا کے مے دہد
تا ہلیلہ نشکند با ادویہ
کے شود خود صحت افزا در ریہ

متن حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرمودہ اند اول نیاز خستہ بعد ازاں توجہ خاطر شکستہ پس توجہ را نیاز شرط آمد

ترجمہ: حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ ارشاد فرماتے ہیں، پہلے نیاز مندی

کرنی چاہئے اس کے بعد شکستہ دل قابل توجہ ہوتا ہے پس حصول توجہ کیلئے نیاز مندی شرط ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کو تنبیہہ فرما رہے ہیں کہ جب اہل اللہ کے ہاں زیارت و حاضری کا شرف نصیب ہو تو نہایت نیاز مندی اور شکستہ خاطری کے ساتھ ان کے حضور ادعیہ و توجہات کی التجاء کرنا چاہئے تا کہ استفاضہ و افاضہ کی راہیں کھل سکیں۔ چونکہ اہل اللہ سنت و شریعت پر کار بند ہوتے ہیں اس لئے وہ زائرین و حاضرین کی ظاہری و باطنی ضیافت کا اہتمام فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا[1] سے عیاں ہے۔ علاوہ ازیں اہل اللہ مخلوق خدا کیلئے رُشد و ایمان، ایقان و عرفان، فضل و فتوحات، فیوض و برکات اور حسنات و عنایات کا موجب ہوتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ ان کے آستانوں اور خانقاہوں پر حاضر ہوتے ہیں وہ دارین کی سعادتوں اور کونین کی برکتوں سے مالا مال ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَایَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ[2] سے عیاں ہے۔

متن سعادت آثارا آنچہ بر ما و شما لازم است تصحیح عقاید بمقتضائی کتاب و سنت بر نہجی کہ علمائی اہل حق

---

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۳۸ [2] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۹۲۹

شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ از کتاب وسنت آں عقائد را فہمیدہ اند واز آنجا اخذ کردہ چہ فہمیدن ما وشما از حیز اعتبار ساقط است ..... ثانیاً علم باحکام شرعیہ است از حلال و حرام و فرض و واجب و ثالثاً عمل بمقتضائی این علم است و رابعاً طریق تصفیہ و تزکیہ کہ مخصوص بصوفیہ کرام است قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُمْ

ترجمہ: اے سعادت مند! وہ جو ہم اور تم پر لازم ہے کتاب وسنت کے تقاضا کے مطابق، عقائد کو اس نہج پر صحیح کرنا ہے جیسے علمائے اہل حق **شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ** نے ان عقائد کو کتاب وسنت سے سمجھا ہے اور اس سے اخذ فرمایا ہے کیونکہ ہمارا اور تمہارا سمجھنا محل اعتبار سے ساقط ہے ...... ثانیاً احکام شرعیہ حلال وحرام اور فرض و واجب کا علم حاصل کرنا...... ثالثاً اس علم کے مطابق عمل کرنا...... رابعاً تصفیہ وتزکیہ کا راستہ جو صوفیہ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ساتھ مخصوص ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز شریعت وطریقت کے ارکان اربعہ کے متعلق ایک نہایت اہم نصیحت فرما رہے ہیں جس پر بندۂ مومن کے عقائد واعمال واخلاق کا مدار اور فلاح ونجات کا انحصار ہے۔ ارکان اربعہ درج ذیل ہیں

۱...... عقائد کی تصحیح ۲...... احکام شرعیہ کی تعلیم ۳...... تحصیل علم کے بعد

تعمیل ۴......تزکیہ نفس کی تحصیل

مذکورہ بالا ارکان کی تصحیح وتعلیم اور تحصیل آئمہ مجتہدین، علمائے راسخین، متکلمین اہلسنت اور مشائخ طریقت کے کتاب وسنت کی روشنی میں بیان فرمودہ عقائد واحکام اور تعلیمات کے مطابق ہونی چاہیئے۔ اپنے علم خام اور عقل ناتمام کے ذریعے کتاب وسنت کو سمجھنے سے اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ ان اسلاف کرام نے عہد رسالت کے قرب، وفور علم، کمال تقویٰ وورع، کثرت روایات، ایمانی فراست، باطنی بصیرت اور جودت ملکہء استنباط کی بناء پر ناسخ ومنسوخ، محکم وموؤل، مقدم ومؤخر اور متضاد و متعارض نصوص میں مطابقت وموافقت بیان فرمائی ہے۔ جو علمی وسعت اور اجتہادی بصیرت تابعین عظام میں ظاہر ہوئی وہ متاخرین کو میسر نہ ہوسکی ذَالِکَ فَضْلُ اللهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ اسی لئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات میں تحریر فرمایا ہے وَلَقَدْ ظَهَرَ بَسْطَةُ الْعِلْمِ وَالْاِجْتِهَادِ فِی التَّابِعِیْنَ مَالَمْ یَظْهَرْ فِیْ غَیْرِهِمْ [1]

جیسے ادیان عالم میں دین اسلام ہر قسم کے افراط وتفریط سے پاک متوسط دین متین ہے جو دنیوی فوز وفلاح اور اخروی نجات وکامرانی کا ضامن ہے اور یہی دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول ہے۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَدِیْنُ اللهِ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاحِدٌ وَهُوَ دِیْنُ الْاِسْلَامِ کَمَا قَالَ اللهُ تَعَالیٰ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ [2] وَقَالَ تَعَالیٰ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ [3] وَقَالَ تَعَالیٰ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ

---

[1] الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ:۹۳ [2] آل عمران۳:۱۹

[3] آل عمران۳:۸۵

دِيْنًا [1] وَهُوَ بَيْنَ الْغُلُوِّ وَالتَّشْبِيْهِ وَالتَّعْطِيْلِ وَالْجَبْرِ وَالْقَدْرِ وَالْاَمْنِ وَالْيَأْسِ [2]

ایسے ہی مسلک اہل سنت و جماعت ہر قسم کے حشو و زوائد اور افراط و تفریط سے پاک معتدل و متوسط صراط مستقیم ہے، جو بندہ مؤمن کو فکری انتشار اور قلبی اضطراب سے نجات دلا کر سواد اعظم اور جماعت کے ساتھ متمسک و مجتمع رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ یہی امت محمدیہ اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی غالب اکثریت اور ناجی جماعت ہے۔

حضرت العلام ملا جیون صدیقی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

فَاِنَّهَا مُتَوَسِّطَةٌ بَيْنَ الْجَبْرِ وَالْقَدْرِ وَبَيْنَ الرِّفْضِ وَالْخُرُوْجِ وَبَيْنَ التَّشْبِيْهِ وَالتَّعْطِيْلِ الَّذِىْ فِىْ غَيْرِهَا وَعَلٰى طَرِيْقِ سُلُوْكٍ جَامِعٍ بَيْنَ الْمُحَبَّةِ وَالْعَقْلِ فَلَا يَكُوْنُ عِشْقًا مَحْضًا مُفْضِيًا اِلَى الْجَذْبِ وَلَا عَقْلًا صِرْفًا مُوْصِلًا اِلَى الْاِلْحَادِ وَالْفَلْسَفَةِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا [3]

یعنی بے شک عقائد اہلسنت جبریہ و قدریہ، رافضیہ و خارجیہ اور تشبیہہ و تعطیل کے درمیان ہیں جو ان کے علاوہ ہیں۔ ایسے ہی عقائد اہلسنت محبت اور عقل کے درمیان جامع ہیں جو نہ تو محض عشق ہی ہیں کہ انسان کو کیفیت جذب تک پہنچا دیں اور نہ ہی صرف عقل پر ان کی بنیاد ہے جو انسان کو الحاد و فلسفہ (کفر) تک پہنچا دیں۔ ہم اس قسم کے عقائد فاسدہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الاصول میں علم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱...... توحید و صفات کا علم ۲...... شرائع و احکام کا علم

---

[1] المائدہ ۵:۳ [2] عقیدۃ الطحاویہ من المتون المعتبرہ ص: ۷۹

[3] نور الانوار ص ۶ مطبوعہ مکتبۃ العلم ملتان

قسم اول کا تعلق اصول کے ساتھ ہے اسے علم کلام اور فقہ اکبر بھی کہا جاتا ہے اور قسم ثانی کا تعلق فروعات کے ساتھ ہے اسے فقہ اصغر بھی کہتے ہیں۔ اہلسنت و جماعت کا اطلاق باعتبار اصول تین گروہوں پر ہوتا ہے۔

۱...... ماتریدیہ ۲...... اشاعرہ ۳...... حنابلہ

۞ ...... حضرات مالکیہ اور شوافع عقائد میں حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں اسی لئے انہیں اشاعرہ یا اشعریہ کہتے ہیں۔

۞ ...... حضرات حنبلیہ عقائد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں اسی لئے انہیں حنابلہ کہا جاتا ہے۔ فرقہ ظاہریہ اور جمہور اہل حدیث بھی عقائد میں خود کو حنبلی کہلواتے ہیں۔[۱]

۞ ...... جمہور احناف عقائد وکلام میں شیخ الاسلام حضرت امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے تابع ہیں بنا بریں خود کو ماتریدی کہلواتے ہیں۔ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فقہاء اور ارباب مذاہب میں وہ پہلے متکلم ہیں جنہوں نے **الفقه الاکبر** تصنیف فرمائی جس میں قدریہ کا رد ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مسائل کلامیہ میں گو مشائخ ماتریدیہ کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں، جو سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی متابعت کی بدولت شان عظیم کے حاملین ہیں جو مقاصد پر اقتصار اور فلسفیانہ موشگافیوں سے اعراض فرماتے ہیں مگر جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو واقعہ میں "تو از مجتہدانِ علم کلامی"[۲] کا مژدہ سنایا ہے تب سے علم کلام کے ہر مسئلہ میں آپ تقلید و تخمین کے لحاظ سے نہیں بلکہ الہام وفراست کی بناء پر خاص رائے اور مخصوص علم رکھتے ہیں جس کا بین ثبوت آپ کے مکتوبات شریفہ اور رسائل مبارکہ میں جا بجا مسائل

---

[۱] بغیۃ الرائد [۲] مبدأو معاد منہا: ۲۸

کلامیہ کا تذکرہ ہے۔ خصوصاً رسالہ کثیر البرکات جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اپنی امت کے مشائخ کی بہت بڑی جماعت کے ہمراہ تشریف فرما، اپنے دست اقدس میں لئے ہوئے کمال کرم سے بوسہ دیا اور مشائخ کو دکھا کر فرمایا "ایں نوع معتقدات می باید حاصل کرد" اس قسم کے عقائد حاصل کرنے چاہئیں[1]

بعض حضرات کے نزدیک رسالہ کثیر البرکات سے مراد مکتوب ۲۶۶ دفتر اول ہے۔ (وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ)

واضح رہے کہ وہ عقائد جو کتاب وسنت سے صراحۃً ثابت ہیں ان میں علم کلام کے کسی امام کی پیروی نہیں کی جاتی البتہ وہ بعض مسائل جن میں قدرے اخفاء و پوشیدگی ہے ان میں علم کلام کے مجتہدین کی اجتہادی تحقیقات اور علمی تدقیقات کی آراء کے مطابق اپنے اعتقادات کو درست کرنا چاہئے۔ یوں جو شخص علم الہدیٰ حضرت شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات وتدقیقات کا پیروکار ہو، اسے ماتریدی کہا جاتا ہے اور جو امام اہلسنت حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات پر عمل پیرا ہو، اسے اشعری کہتے ہیں۔ ایسے ہی جو شخص امام المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات پر کاربند ہو اسے حنبلی کہتے ہیں۔ علمائے متکلمین ماتریدیہ اور علمائے متکلمین اشاعرہ کے درمیان ۴۰ مسائل میں اختلاف ہے[2] مگر علمائے متکلمین نے ان مسائل مختلفہ میں تطبیق بیان فرما کر اسے لفظی نزاع قرار دے دیا۔ یوں علماء کرام نے بقیہ ۱۲ مسائل (عقائد مجددیہ) اور بعض نے ۱۳ مسائل (المتون المعتبرہ ص:۲ مطبوعہ ماؤنٹ ورنن نیویارک) میں اختلاف کا تذکرہ فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اہل سنت کا اطلاق باعتبار فروعات احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ پر ہوتا

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۱۶ [2] مذاہب الاسلام

ہے، جو ائمہ اربعہ کی فقہی تحقیقات اور اجتہادی استنباطات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ قواعد اجتہادیہ کی روشنی میں استنباط شدہ مسائل متفقہ میں چاروں آئمہ مجتہدین کی اطاعت وتقلید پر جمیع اہلسنت کاربند ہونگے البتہ مسائل مختلفہ میں اپنے اپنے امام کی ہی تقلید واطاعت کریں گے، کیونکہ مومنین کو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اہل علم مستنبطین اُولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ [1] اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ [2] سے عیاں ہے۔

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ میں بغیر طلبِ دلیل بحیثیت رسول مکرم واجب قطعی ہے جبکہ ائمہ مجتہدین کی اطاعت مسائل اجتہادیہ میں بغیر مطالبہ دلیل ان کے تقویٰ واجتہاد اور ان کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر واجب ظنی ہے...... اسی اطاعت کو تقلید کہا جاتا ہے۔

تقلید کی تعریف

علمائے کرام نے تقلید کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

اَلتَّقْلِيْدُ اِتِّبَاعُ الرَّجُلِ غَيْرَهٗ فِيْمَا سَمِعَهٗ يَقُوْلُ اَوْ فِيْ فِعْلِهٖ عَلٰى زُعْمِ اَنَّهٗ مُحَقِّقٌ بِلَا نَظْرٍ فِي الدَّلِيْلِ [3] یعنی کسی شخص کا اپنے علاوہ کسی اور کو محقق جانتے ہوئے اس کے قول وفعل کی دلیل میں غور وفکر کئے بغیر اتباع کرنا تقلید کہلاتا ہے۔

تقلید کی اس تعریف سے یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین

---

[1] النساء۴: ۸۳ [2] النساء۴: ۵۹ [3] حاشیہ نورالانوار: ۲۲۰

وغیرہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقلد نہیں بلکہ سب امتی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وفعل دلیل شرعی ہے جبکہ تقلید میں دلیل شرعی کا اعتبار نہیں ہوتا۔

احکام شرعیہ کی اقسام ثلاثہ

علمائے کرام نے احکام شرعیہ کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔

قسم اول

اعتقادات وہ دینی اور قطعی الدلالۃ اصول ہیں جو نصوص سے صراحۃً ثابت ہیں جن کا ایک ہی معنی ہوسکتا ہے اور ان میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں۔ان میں اجتہاد وتقلید جائز نہیں، انہیں مسائل منصوصہ غیر متعارضہ بھی کہا جاتا ہے۔

قسم دوم

وہ مسائل ہیں جن میں نصوص باہم متعارض ہوتی ہیں جن کے رفع تعارض کے لئے مجتہد اپنی ایمانی فراستوں، اجتہادی صلاحیتوں، علمی وسعتوں اور فقہی بصیرتوں کو بروئے کار لاکر نہایت دقت نظر اور اپنے وسیع وعمیق مطالعہ کی بناء پر ان نصوص متعارضہ میں یوں مطابقت کرتا ہے جسے پڑھ کر قارئین کو شرح صدر، روحانی انبساط اور قلبی طمانیت نصیب ہوجاتی ہے اور حضرت شارع کی غرض وغایت اور منشائے رسالت علیٰ صاحبہا الصلوات بھی عیاں ہوجاتی ہے۔جیسے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے صوم سفر کے سلسلہ میں مسافر کے تین احوال کے پیش نظر مختلف روایات میں ایسی شاندار تطبیق بیان فرمائی، جو آپ کی مجتہدانہ صلاحیت اور فقیہانہ بصیرت کی بین دلیل ہے اور یہی آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔اسی لئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ [1]۔اس قسم کے مسائل

---

[1] المرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول:۶۴

میں مجتہد کو اجتہاد کی ضرورت اور غیر مجتہد کو تقلید کی احتیاج ہوتی ہے۔

قسم سوم

وہ مسائل ہیں جو صراحۃً نصوص سے ثابت نہیں یا ثابت تو ہیں مگر ان نصوص میں متعدد معانی کے احتمال کی بنا پر قطعی طور پر کسی ایک معنی پر محمول نہیں کیا جا سکتا یا وہ نص جو کسی دوسری نص سے بظاہر متعارض ہوتی ہے جن میں تعیینِ احدُ الاحتمالات کیلئے مجتہد اجتہاد کرتا ہے۔ اس قسم کے مسائل مستنبطہ میں غیر مجتہد کو کسی مجتہد کی تقلید کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ان مسائل کو مسائل غیر منصوصہ ظنی الدلالہ کہا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ کتاب وسنت کے وہ احکام جو قطعی ہیں یا جن میں کسی قسم کا ابہام واجمال یا تعارض وتناقض وغیرہا نہیں ہے ان میں کسی امام و مجتہد کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ قطب شام حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی مجددی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

۞ ...... فَالْاَمْرُ الْمُتَّفَقُ عَلَیْهِ الْمَعْلُوْمُ مِنَ الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَةِ لَایَحْتَاجُ اِلَی التَّقْلِیْدِ فِیْهِ لِاَحَدِ الْاَرْبَعَةِ کَفَرْضِیَّةِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّکٰوةِ وَ الْحَجِّ وَنَحْوِهَا وَحُرْمَةِ الزِّنَا وَاللَّوَاطَةِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالْقَتْلِ وَالسَّرْقَةِ وَالْغَصْبِ وَمَا اَشْبَهَ ذَالِکَ وَالْاَمْرُ الْمُخْتَلَفُ فِیْهِ هُوَ الَّذِیْ یَحْتَاجُ اِلَی التَّقْلِیْدِ فِیْهِ [1]

یعنی وہ متفقہ مسائل جو بداھۃً دین میں معلوم ہیں ان میں آئمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی احتیاج نہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہا کی فرضیت اور زنا، لواطت، شراب نوشی، قتل، سرقہ، اور غصب جیسی اشیاء کی حرمت جبکہ مختلف فیہ مسائل

---

[1] خلاصۃ التحقیق فی حکم التقلید والتلفیق: ۴ مطبوعہ مکتبہ الحقیقہ استنبول

میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے۔

۞......اسی ضمن میں علامہ ابن قیم یوں رقمطراز ہیں لَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَّأْخُذَ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَالَمْ یَجْتَمِعْ فِیْهِ شُرُوْطُ الْاِجْتِهَادِ [1] یعنی جس شخص میں اجتہاد کی شرائط نہیں پائی جاتیں اسے کتاب وسنت سے مسائل اخذ کرنا جائز نہیں بلکہ اسے آئمہ مجتہدین کی تقلید کرنا ہوگی۔

۞......حضرت العلام محبّ اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں اَجْمَعَ الْمُحَقِّقُوْنَ عَلٰی مَنْعِ الْعَوَامِ مِنْ تَقْلِیْدِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ بَلْ عَلَیْهِمْ اِتِّبَاعُ الَّذِیْنَ سَوَّدُوْا وَبَوَّبُوْا وَهَذَّبُوْا وَنَقَّحُوْا وَفَرَّقُوْا وَعَلَّلُوْا وَفَصَّلُوْا قَالَ اِبْنُ صَلَاحٍ کَاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ [2]

یعنی محققین علماء کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ عامۃ المسلمین (غیر مجتہدین، علماء مجتہدین کی نسبت بہ منزلہ عوام ہیں) کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تقلید سے منع کیا جائے بلکہ ان پر ان آئمہ مجتہدین کی اتباع لازم ہے جنہوں نے مسائل شرعیہ کی تسوید وتبویب، تہذیب وتنقیح اور تفریق کر کے معلل اور مفصل کو جدا جدا کر دیا۔ ابن صلاح شافعی نے کہا ہے ان سے مراد آئمہ اربعہ ہیں۔

۞...... عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں اَهْلُ السُّنَّةِ قَدِ افْتَرَقَ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ وَالْاَرْبَعَةِ مَذَاهِبُ وَلَمْ یَبْقَ مَذْهَبٌ فِیْ فُرُوْعِ الْمَسَائِلِ سِوَاءَ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةِ [3]

یعنی اہل سنت تیسری یا چوتھی صدی کے بعد مذاہب میں منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان چاروں کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہیں رہا۔

۞...... حضرت علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں اِنَّ الْاِجْمَاعَ

---

[1] اعلام الموقعین [2] مسلم الثبوت فی فروع الحنفیہ [3] تفسیر مظہری جلد ثانی

اِنْعَقَدَ عَلٰی عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبٍ مُخَالِفِ الْاَرْبَعَةِ لِاِنْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَاِنْتِشَارِهَا وَكَثْرَةِ اِتِّبَاعِهِمْ [1] یعنی مذاہب اربعہ کے خلاف کسی مذہب پر عدم عمل پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کیونکہ یہی مذاہب ضبط تحریر میں لا کر مدون و مرتب کئے گئے اور انہی کا چہار دانگ عالم میں انتشار و شیوع ہوا اور سینہ ءگیتی پر انہیں کے مقلدین ہیں۔

۞...... حضرت علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں: هٰذِهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْيَوْمَ فِيْ مَذَاهِبِ اَرْبَعَةٍ وَهُمُ الْحَنَفِيُّوْنَ وَالْمَالِكِيُّوْنَ وَالشَّافِعِيُّوْنَ وَالْحَنْبَلِيُّوْنَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى [2]

مذاہب اربعہ سے خروج باعث ضلالت ہے

حضرت علامہ احمد بن محمد الصاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا بصیرت افروز اور چشم کشا وہ ارشاد گرامی ملاحظہ ہو جو آپ آیہ ء کریمہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ [3] کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں

وَلَا يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ مَا عَدَا الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ وَلَوْ وَافَقَ قَوْلَ الصَّحَابَةِ وَالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ وَالْاٰيَةِ فَالْخَارِجُ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَرُبَمَا اَدَّاهُ ذَالِكَ الْكُفْرَ لِاَنَّ الْاَخْذَ بِظَوَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ اُصُوْلِ الْكُفْرِ [4]

یعنی مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں اگر چہ وہ قول صحابہ، حدیث صحیح اور آیہ کریمہ کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ مذاہب اربعہ سے جدا ہونے والا گمراہ

---

[1] الاشباہ والنظائر: ۱۴۳ [2] حاشیۃ الطحطاوی علی در المختار [3] الکہف ۱۸: ۲۴

[4] تفسیر الصاوی ۴/ ۱۱۹۲ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

اور گمراہ گر ہے بلکہ بسا اوقات مذاہب اربعہ سے خروج کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ کتاب وسنت کے ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

نیز آیات قرآنیہ اور ذخیرۂ احادیث مبارکہ پنسار کی دکان کی مانند ہیں اور آئمہ مجتہدین اطباء کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے مجتہدین ہی ان سے صحیح معنوں میں استفادہ کر سکتے ہیں جبکہ غیر مجتہدین ان کے باعث گمراہ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا [۱] سے واضح ہے نیز حضرت امام ابن عیینہ کا سبق آموز ارشاد گرامی اَلْحَدِيْثُ مَضَلَّةٌ اِلَّا لِلْفُقَهَآءِ [۲] بھی مدنظر رہنا چاہئے۔

۞ ...... حضرت علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَمَنْ كَانَ خَارِجًا عَنْ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةِ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ [۳] چنانچہ آیہ کریمہ میں ہے وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا [۴]

۞ ...... کسی نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ کونسی آیہ کریمہ اجماع کی حجیت پر دال ہے تو آپ نے تین سو بار قرآن مجید کو بالاستیعاب پڑھ کر مذکورہ آیہ کریمہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا

اِنَّ اتِّبَاعَ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَامٌ فَوَجَبَ اَنْ يَّكُوْنَ اِتِّبَاعُ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاجِبًا [۵]

۞ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ [۶] یعنی جو جماعت سے جدا ہو گیا وہ تنہا ہی نار جہنم میں ڈالا جائے گا۔

۞ ...... دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

---

[۱] البقرہ۲:۲۶ [۲] الاجتھاد وتقلید وتقلید غیرھا:۱/۳۳۶ [۳] حاشیہ الطحاوی علی درالمختار
[۴] النسآء۴:۱۱۵ [۵] تفسیر کبیر:۵/۳۸۱ [۶] مشکوٰۃ:۳۰

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ[1]
یعنی جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی ہٹا اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا۔

۞...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوادِ اعظم کے ساتھ متمسک اور جماعت و مجمع کے ساتھ منسلک رہنے کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ[2] سے عیاں ہے اور جماعت ہی عنایات والتفات کی حقدار اور گمراہی سے محفوظ ہوتی ہے جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ[3] اور لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ[4] سے واضح ہے۔

اختلاف صوفیاء کی حکمت

حدیث اِخْتِلَافُ اُمَّتِيْ رَحْمَةٌ[5] کے مصداق اختلاف ایک فطری حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں لیکن اس میں اعتدال کا حسین امتزاج اور توازن کا جمیل امتیاز ہے جیسے مجتہدین شریعت کے ہاں عبادات و معاملات وغیرہا کے متعلق مختلف مذاہب ہیں ایسے ہی مجتہدین طریقت کے باطنی اخلاق واعمال کے اصلاح و درستگی کے متعدد سلاسل ہیں اور یہ سب راہِ اعتدال اور جادۂ مستقیم پر گامزن ہیں، جو ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات سے پاک ہیں ،اس لئے ان کا اختلاف رضائے الٰہی کیلئے اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہوتا ہے۔ جملہ سلاسل طریقت کا مقصود و مطلوب ذات حق سبحانہ کا وصول اور رضائے حق کا حصول ہے البتہ حق تعالیٰ کے وصول وحصول کے طرق مختلف و متعدد ہیں جیسا کہ مقولہ طُرُقُ الْوُصُوْلِ اِلَى اللهِ

---

[1] مشکوٰۃ:۳۱ [2] مشکوٰۃ:۳۰ [3] مشکوٰۃ:۳۱ [4] مشکوٰۃ:۳۰ [5] مرقاۃ المفاتیح جزء: ۱/۴۴

بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ سے ثابت ہے۔

یونہی جملہ مجتہدین طریقت اور جمیع علمائے حقیقت اس امر پر متفق ہیں کہ وصول الی اللہ متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات پر موقوف ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ[1] سے واضح ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فردیّت کاملہ اور جامعیّت کبریٰ کی بدولت تمام انوار وتجلیات کے مورد اور فیوض و برکات کے مصدر ہیں۔ جب صوفیائے کرام متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں وصول الی اللہ کے مراتب کی طرف گامزن ہوتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فردیت کاملہ کی کوئی جہت اور حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی کوئی تجلی ان کے قلوب پر منعکس ہوتی ہے تو اس جہت یا تجلی سے اس سالک وصوفی کو ایک خاص باطنی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جسے صوفیاء کی اصطلاح میں نسبت کہتے ہیں۔ یہ خاص باطنی نسبت اس صوفی کے منتسبین ومریدین میں اتباع سنت وشریعت کی برکت سے ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے۔ سلاسل اولیاء میں نسبتوں کی یہی صورت اختلافِ صوفیاء کی بنیاد ہے۔ اصولی اور بنیادی طور پر تمام صوفیاء متحد الاصل ہیں، البتہ حصول مقصود کے طرق ومعالجات میں قدرے اختلاف ہے، جس کی بناء پر صوفیاء میں مخصوص مکاتیب فکر قائم ہوئے۔ اس لئے وہ اپنی نسبتوں اور طبیعتوں کے میلان سے مجبور ہوکر ایک جانب عملاً مائل ہوتے ہیں اور دوسری جانب سے طبعاً گریز کرتے ہیں۔

حضرات خواجگان نقشبندیہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت صدیقی کا ظہور ہے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت کبریٰ حاصل تھی جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ

---

[1] آل عمران ۳:۳۱

فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ [1] سے عیاں ہے، بنا بریں اس نسبت کا فیض سینہ بہ سینہ القاء ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کا شیوع عالم میں امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ العزیز کے ذریعے ہوا۔ حضرات نقشبندیہ کی سیر انفسی ہونے کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ میں سکوت واخفاء اور دوام حضور مع اللہ کا غلبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ عالیہ نعرہ ہائے اشتیاق، ذکر بالجہر، تواجد اور رقص وسماع کی طرف التفات نہیں رکھتا اور اس میں شریعت مطہرہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے جواہر نفیسہ دے کر وجد وحال کے اخروٹ ومنقی نہیں خریدتے۔ انہی وجوہات کی بناء پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ سہل الوصول، اقرب الطرق اور منفرد وممتاز ہے۔ امام طریقت حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز اسی نسبت کی تجدید واحیاء پر مامور ہوئے تھے۔

جبکہ دیگر سلاسل مقدسہ (قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ) غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور خواجہء خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ اسرارہم سے بالترتیب چہار دانگ عالم میں مشہور ہوئے۔

---

[1] المنار المنیف: ۱/۴۳ ، الحاوی للفتاوی للسیوطی ۱/۱۶

دفترِ اوّل مکتوب ۱۵۸

مکتوب الیہ

فضیلت مآب حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

مشاربِ اولیاء کا بیان

اولیاء مرجوعین .... اولیاء مستہلکین

مکتوب الیہ

حضرت شیخ کا وطن منگل کوٹ ضلع بردوان بنگال تھا۔ آپ جامع علوم منقول ومعقول تھے۔ لاہور سے تکمیل تعلیم کے بعد آگرہ میں حضرت مفتی خواجہ عبدالرحمٰن کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی بادل ناخواستہ زیارت ہوگئی تو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے شیخ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ''شیخ حمید یہاں ہیں!'' اور ایک دو نگاہ بھرپور کیفیت کے ساتھ ان پر ڈالیں اور بغیر کچھ تناول فرمائے محفل سے اٹھ کر چل دیئے۔ شیخ حمید انکار وافتراق کی شدت کے باوجود حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے پیچھے پیچھے آنسو بہاتے ہوئے افتاں وخیزاں چلے جارہے ہیں مگر حضرت امام ربانی ان کی طرف ملتفت نہیں ہورہے یہاں تک کہ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ شیخ حمید گریاں وحیراں وپریشاں سر جھکائے دروازے پر کھڑے ہیں پھر آپ نے شیخ حمید کو اندر بلا کر توبہ وتعلیم طریقت اور جذبہ ونسبت سے مشرف فرمایا۔ شیخ اس نسبت سے اس قدر مغلوب الحال ہوگئے کہ اپنے احباب سے یکسر بے تعلق ہوگئے۔ چندروز کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ہمراہ پاپیادہ بلا

مکتوب الیہ

ارادہ لیکن دلدادہ سرہند شریف حاضر ہوئے اور ایک یا دو سال حضرت امام ربانی قدس سرہ' کی خدمت وصحبت وملازمت میں خاکساری وجاں سپاری کے ساتھ رہ کر خلافت واجازت سے نوازے گئے اور حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے پاپوش شریف بطور تبرک حاصل کر کے وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی اور ساری عمر شریعت وطریقت کی تدریس وتعلیم میں گذاردی۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک مکتوب گرامی میں انہیں نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

اے عزیز! غیب الغیب کی راہ میں سالکین کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔آپ اعتقادات وعملیات میں شریعت مطہرہ کو مدنظر رکھ کر زندگی بسر کریں ...... اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔

شیخ حمید تقویٰ وعزیمت، فقر وقناعت اور زہد واستقامت میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے قدیم خلفاء میں سے تھے۔آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی......اور ۱۰۵۰ھ کو منگل کوٹ میں انتقال فرمایا۔

مکتوب - ۱۵۸

متن اِعْلَمْ اَنَّ مَرَاتِبَ الْکَمَالِ مُتَفَاوِتَۃٌ بِحَسَبِ تَفَاوُتِ الْاِسْتِعْدَادَاتِ وَالتَّفَاوُتُ فِی الْکَمَالِ قَدْ یَکُوْنُ بِحَسَبِ الْکَمِیَّۃِ وَقَدْ یَکُوْنُ بِحَسَبِ الْکَیْفِیَّۃِ وَقَدْ یَکُوْنُ بِھِمَا مَعًا ----الخ

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ مراتب کمال، تفاوت استعدادات کے اعتبار سے متفاوت ہیں۔ کمال میں تفاوت کبھی کمیت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور کبھی کیفیت کے لحاظ سے، اور کبھی دونوں (کمیت و کیفیت) کے اعتبار سے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مراتب کمال کے تفاوت کی وجہ بیان فرمارہے ہیں کہ آدمی المشرب اولیاء کرام کا کمال تنہا لطیفہء قلب ہوتا ہے...... نوحی المشرب اور ابراہیمی المشرب اولیاء کا کمال لطیفہ قلب اور لطیفہ روح ہوتا ہے...... موسوی المشرب کا کمال قلب و روح و سر کی تکمیل کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے...... عیسوی المشرب کا کمال لطائف قلب و روح

وسر وخفی ہوتا ہے اور محمدی المشرب اولیائے کرام لطائف خمسہ کی تکمیل اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے مشرف ہوتے ہیں جبکہ کیفیت کمالات میں بھی اولیائے کرام متفاوت ہوتے ہیں یعنی بعض اولیائے کرام بلند استعداد کے حامل ہوتے ہیں ،بعض متوسط الاستعداد اور بعض ایسی پست استعداد رکھتے ہیں کہ لطیفہ قلب کی انتہا کو بھی نہیں پہنچتے۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ شان العلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مربی ہے......صفت علم حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مربی ہے ......صفت کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مربی ہے......صفت قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مربی ہے......اور صفت تکوین حضرت آدم علیہ السلام کی مربی ہے۔

جس سالک کا عدم ذاتی شان العلم کے مقابل ہوتا ہے وہ محمدی المشرب ہوتا ہے کیونکہ اس سالک کا عدم ذاتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مربی شان العلم کے مقابل ہے ۔جس سالک کا عدم ذاتی صفت علم کے مقابل ہے وہ سالک نوحی المشرب یا ابراہیمی المشرب ہوتا ہے کیونکہ اس سالک کا عدم ذاتی ان انبیائے کرام (حضرت نوح اور حضرت ابراہیم) کی مربی صفت علم کے مقابل ہے۔جس سالک کا عدم ذاتی صفت کلام کے مقابل ہوتا ہے وہ موسوی المشرب ہوتا ہے کیونکہ اس سالک کا عدم ذاتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مربی صفت کلام کے مقابل ہے۔جس سالک کا عدم ذاتی صفت قدرت کے مقابل ہوتا ہے وہ عیسوی المشرب ہوتا ہے کیونکہ اس کا عدم ذاتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مربی صفت قدرت کے مقابل ہے۔جس سالک کا عدم ذاتی صفت تکوین کے مقابل ہوتا ہے وہ آدمی المشرب ہوتا

ہے کیونکہ اس کا عدم ذاتی حضرت آدم علیہ السلام کی مربی صفت تکوین کے مقابل ہے۔

یوں انبیائے کرام علیہم الصلوات کی مربی صفات اور سالکین کے عدمات متقابلہ کی باہمی مناسبت سے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے سالکین کے مشارب بھی مختلف ہوتے ہیں۔

بینہ نمبر ۲:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ سالکین کے دقائق، احوال اور مشارب واستعدادات کے علوم ومعارف، صدیوں بعد اخص الخواص اولیائے کاملین کو ہی عطا فرمائے جاتے ہیں، حتیٰ کہ قطب الاولیاء حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہُ العزیز کو بھی اپنا مشرب معلوم نہ تھا اور اس امر کی تحقیق کے لئے کسی مرید کو اپنے ہم عصر صاحب اسرار شیخ کے پاس بھیجا۔ شیخ کبریٰ کے احوال دریافت کرتے ہوئے ان صاحب اسرار بزرگ نے اس مرید کو فرمایا ''ہمارا جہود ک کیسا ہے؟'' وہ مرید اس بات سے رنجیدہ اور حیران ہو کر شیخ کبریٰ کی خدمت اقدس میں واپس آیا اور جو کچھ سنا تھا بیان کر دیا۔ شیخ خوشی سے جھومتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ ہمارا مقصد حاصل ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ ہم حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زیر قدم ہیں۔ جہود (یہود) ان کی امت کو کہا جاتا ہے اور یہ کلام ان بزرگ کی طرف سے ہمارے لئے ان کی ولایت کے اتباع کی طرف اشارہ ہے۔[1]

---

[1] زبدۃ المقامات فصل پنجم

متن وَبَعْدَ حُصُوْلِ الْکَمَالِ فِیْ اَیِّ مَرْتَبَۃٍ کَانَتْ مِنَ الْمَرَاتِبِ الْمَذْکُوْرَۃِ اِمَّا رُجُوْعُ الْقَھْقَرِیْ اَوْ ثَبَاتٌ وَاِسْتِقْرَارٌ فِیْ ذَالِکَ الْمَوْطِنِ وَالْاَوَّلُ ھُوَ مَقَامُ التَّکْمِیْلِ وَالْاِرْشَادِ وَرُجُوْعٌ مِّنَ الْحَقِّ اِلَی الْخَلْقِ لِلدَّعْوَۃِ وَالثَّانِیْ ھُوَ مَوْطِنُ الْاِسْتِھْلَاکِ وَالْعُزْلَۃِ مِنَ الْخَلْقِ

ترجمہ: مراتب مذکورہ میں سے کسی مرتبہ میں حصول کمال کے بعد یا تو رجوع قہقری ہوتی ہے یا اس مرتبہ میں ثبات واستقرار ہوتا ہے۔ پہلا مقام تکمیل وارشاد ہے اور دعوت کے لئے حق سے خلق کی طرف رجوع ہے اور دوسرا استہلاک اور مخلوق سے عزلت کا مرتبہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز واصلانِ ذاتِ حق کی دو قسمیں بیان فرمارہے ہیں۔ مرجوعین اور مستہلکین

اولیائے مستہلکین عروجی منازل میں واپس نہیں لوٹتے۔ ان کے نفوس قدسیہ اور ارواح طیبہ تاحیات عروج ہی کرتے رہتے ہیں اور غلبۂ حال کی بناء پر ان کے حواس ظاہری بھی عالم صرف کے ساتھ متعلق اور ہمیشہ شہود میں ہی مستغرق رہتے ہیں۔

اس گروہ کا ایمان شہودی ہوتا ہے۔

جبکہ ...... اولیائے مرجوعین کو عالم دنیا کی طرف لوٹا کر منصب دعوت وارشاد پر متمکن فرما کر ان سے فیض رسانی کا کام لیا جاتا ہے جیسے بادشاہ اپنے باشعور اور لائق و فطین وزیرانِ باتدبیر کو صوبوں کے عُمال بنا کر مختلف امور کی انجام دہی کیلئے مامور کر دیتا ہے۔ ان اولیائے مرجوعین کا مرتبہ اولیائے مستہلکین سے فوق تر ہوتا ہے۔

اہل طریقت نے اولیائے مرجوعین کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

قسم اول ...... کے اولیاء کے عروجی کمالات منتہائے مقصود تک نہیں پہنچتے صرف ان کے نفوس نزول کرتے ہیں۔ ان کی ارواح تحصیل کمالات عالیہ کے لئے عروجی منازل طے کرنے میں ہی مشغول رہتی ہیں۔

قسم دوم ...... کے وہ منتہی اولیاء ہوتے ہیں جنہوں نے عروجی کمالات کو انجام تک پہنچایا ہوتا ہے۔ ان کے نفوس مقدسہ اور ارواح طیبہ دونوں نزول کرتے ہیں اس نزول کو نزول اتم کہا جاتا ہے اور ان اولیائے کرام کا درجہء دعوت وارشاد کامل تر ہوتا ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات باطنی و ظاہری طور پر نزول فرما کر دعوت خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، بنابریں انکا ارشاد اتم و اکمل ہوتا ہے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۵۹

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ شرف الدّین حسین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

جسم و روح ایک دوسرے کے نقیض ہیں

حصولِ معرفت کے لئے عاجزی و مسکینی شرط ہے

مکتوب ۔۱۵۹

متن جسم و روح گویا بر دو طرف نقیض واقع شدہ اند الم یکی مستلزم لذت دیگریست ..... الخ

ترجمہ: گویا جسم اور روح دونوں نقیض واقع ہوئے ہیں ایک کا الم، دوسرے کی لذت کو مستلزم ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے جسم اور روح کو ایک دوسرے کا نقیض قرار دیا ہے۔ جسم سے آپ کی مراد نفس ہے یعنی لذت نفس، روح کے تالم کا سبب ہوتا ہے اور الم نفس، روح کے تلذّذ کا باعث ہوتا ہے لیکن اسے وہی اولیائے کرام سمجھ سکتے ہیں جن کی ارواح مقدسہ ان کے ابدان مطہرہ سے چھٹکارا حاصل کر چکی ہوتی ہیں اور وہ فناء وبقاء سے مشرف ہوتے ہیں۔

اسے مقولہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

موت قبل الموت اگر دستت نداد
می کند کارت اجل حسب المراد
غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر
و نگیرد با خدا اے حیلہ گر

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو بزبان پنجابی یوں منظوم فرمایا

جیہدے دل وچہ توں آوسیوں اوہ دنیا وچہ نہ وسدے نیں
اک وار جو پھائیوں اڈ جاون مڑ دوجی وار نہ پھسدے نیں

مگر عوام کالانعام کی ارواح ان کے نفوس میں اس قدر فنا پذیر ہوتی ہیں کہ کثرت غفلت و معصیت کی وجہ سے ان پر نفس کی صفات غالب آ جاتی ہیں۔ بنابریں ان لذات وآلام سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں۔

ع ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

متن

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظہر گل

ترجمہ: خاک ہو جاؤ خاک تاکہ پھول کھلیں کیونکہ سوائے خاک کے پھول نہیں کھلتے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز عاجزی وفروتنی اور انکساری و مسکینی

اختیار کرنے اور تکبر و تمرّد و تبختر سے اجتناب کرنے کی تلقین فرمار ہے ہیں۔ دراصل جسم انسانی عالم امر اور عالم خلق کے لطائف عشرہ سے مرکب ہے۔ عالم خلق کا پانچواں لطیفہ خاک ہے جو بشرط تزکیہ و تطہیر، انسانی عظمت و فوقیت کا موجب ہے۔ فلہٰذا سالکین طریقت شیخ کامل مکمل کی زیر نگرانی اس عنصر خاکی کے تزکیہ کے لئے شب و روز کوشش کرتے ہیں تا کہ حق تعالیٰ کے شہود و معرفت کے پھول کھل سکیں اور تجلی ذاتی و توحید عیانی اور وصل عریانی سے شادکام ہوسکیں۔ یہ معرفت کمالات نبوت میں سے ہے، جس سے عرفائے کاملین ہی ممتاز ہوتے ہیں۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۶۰

مکتوب الیہ

حضرت ملا یار محمد جدید بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

مشائخِ طریقت کے تین گروہ

مشائخ کے طبقۂ اولیٰ کے کمالات کی ترجیحات

مکتوب - ۱۶۰

متن مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سہ طائفہ اند طائفہ اولیٰ قائل اند بآنکہ عالم بایجاد حق سبحانہ در خارج موجود است وہرچہ در وست از اوصاف و کمال ہمہ بایجاد حق سبحانہ وخود را شجی بیش نمی دانند بلکہ شبحیت ہم از وست عزشانہ در بحرِ نیستی چناں گم می گردند کہ نہ از عالم خبر دارند و نہ از خود در رنگِ شخصی برہنہ کہ جامۂ عاریت پوشیدہ باشد و بداند کہ ایں جامہ عاریت است و ایں دیدِ عاریت بروئے چناں غالب می آید کہ درست جامہ را باصل می دہد و خود را برہنہ می یابد .... الخ

ترجمہ: مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرا ہم تین گروہ ہیں۔ طائفہ اولیٰ اس بات کا قائل ہے کہ عالم کائنات حق سبحانہ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے اور جو کچھ اس میں ہے تمام حق سبحانہ کی ایجاد کے اوصاف وکمال میں سے ہے اور اپنے آپ کو شبح (مثال) سے زیادہ نہیں جانتے بلکہ شبحیت بھی اسی عز شانہ سے ہے۔ وہ بحر نیستی (فنائیت کا سمندر) میں ایسے گم ہیں کہ وہ نہ عالم کی خبر رکھتے ہیں اور نہ اپنے آپ کی۔ وہ اس برہنہ شخص کی مانند ہیں جس نے جامہءمستعار پہنا ہو اور وہ جانتا ہو کہ یہ جامہ مستعار ہے اور یہ دیدِ عاریت اس پر ایسی غالب ہو کہ جامہ مستعار کو اصل (مالک) کی طرف منسوب کرے اور خود کو برہنہ پائے ...... الخ

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مشائخ طریقت کے تین گروہوں کا ذکر فرمارہے ہیں جن کا اجمالی تذکرہ ہدیہءقارئین ہے۔

۞ ...... طائفہ اولیٰ کے مشائخ کا یہ ادّعا ہے کہ عالم ایجاد، حق سبحانہ سے خارج میں موجود ہے اور عالم کے تمام افعال وصفات بھی حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہیں اور وجود عالم، حق تعالیٰ سبحانہ کے وجود کا نمونہ ہے۔ بنابریں ہمارے وجود وصفات، حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف سے ہونے کی بناپر اس تعالیٰ سبحانہ کے وجود اور اس کی صفات کے پرتو اور انعکاس ہیں اور مستعار ہونے کی وجہ سے ہی انسان ضعیف البنیان ہے۔ اس طائفہ کی معرفت علمائے شریعت کے علم کے موافق ہے کیونکہ شریعت مطہرہ بھی تعدد وجود کا اثبات کرتی ہے۔ البتہ ان عرفائے طریقت اور علمائے شریعت کے درمیان فرق یہ ہے کہ علمائے کرام کے مؤقف کا مبنیٰ علم واستدلال ہے جبکہ مشائخ عظام اپنے مؤقف کو کشفی اور ذوقی طور پر ثابت کرتے ہیں۔

✿......طائفہ ثانیہ کے نزدیک عالم، خارج میں موجود تو ہے مگر وجود ظلی کے ساتھ اور وجود عالم، وجود حق سبحانہ کے ساتھ ایسے قائم ہے جیسے ظل کا قیام اصل کے ساتھ ہوتا ہے۔اس طائفہ کی معرفت طائفہ اولیٰ کی نسبت ناقص ہے کیونکہ ظل اور اصل کے درمیان ایک قسم کی مشابہت اور مناسبت موجود ہوتی ہے جبکہ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی مشابہت اور مناسبت نہیں پائی جاتی، بنابریں اس طائفہ کی معرفت کو ناقص کہتے ہیں مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابْ چہ نسبت خاک را بہ پروردگارِ مخلوقات۔ اگر چہ اس طائفہ کی گفتگو طائفہ ثالثہ (صوفیائے وجودیہ) کی گفتگو سے فوقیت رکھتی ہے لیکن اس طائفہ کے مشائخ غلبہء سکر کی وجہ سے ممکنات کو ممکنات اور مخلوقات نہیں کہتے، بلکہ ممکنات کو واجب کا ظل جانتے ہیں۔

طائفہ ثانیہ کا ایک گروہ اپنے اوصاف وکمالات کو وہم جانتا ہے اس لئے اس کی فنا طائفہ ثانیہ کی نسبت ناقص ہے اوران کی معرفت وحدۃ الوجود کے قریب ہے، اگر چہ وہ طائفہ ثانیہ میں سے ہیں۔طائفہ ثانیہ کے دونوں گروہوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں گروہ تعدد وجود کے قائل ہیں۔وہ عالم کو حق تعالیٰ کی مخلوق ومصنوع اور حق تعالیٰ سے جدا جانتے ہیں، مگران میں سے ایک گروہ اپنے وجود کو ظلی اور دوسرا گروہ اپنے وجود کو وہمی جانتا ہے لیکن وہمی کہنے والے مشائخ، طائفہ ثالثہ کے نزدیک ہیں۔

✿......طائفہ ثالثہ کے مشائخ وحدت الوجود کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ذات حق تعالیٰ کے سوا خارج میں کوئی موجود نہیں، بلکہ صفات ثمانیہ بھی وجود خارجی نہیں رکھتیں۔خارج میں عدم محض ہے، عالم، وجود خارجی نہیں رکھتا بلکہ وجود علمی رکھتا ہے۔ اس طائفہ کی معرفت، حقیقت نہ رکھنے کی وجہ سے شریعت مطہرہ کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی۔اس طائفہ کو وجودیہ کہا جاتا ہے،اس مرتبہ کو کفر طریقت بھی کہتے ہیں۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ مشائخ وجودیہ اپنے کشف میں معذور ہیں اس لئے یہ ان کا بیانِ عقیدہ نہیں بلکہ بیانِ حال ہے۔ حضرت شیخ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نعرۂ انا الحق کے باوجود روزانہ ایک ہزار نوافل ادا فرمایا کرتے تھے[1] اگر انا الحق کا قضیہ ان کا عقیدہ ہوتا تو اس قدر عبادت و ریاضت وطاعت کیوں اور کس لئے کرتے رہے؟

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے والد گرامی حاملِ نسبتِ فردیت حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہُ العزیز توحید وجودی سے سخت مغلوب الحال ہونے کے باوجود سنن زوائد کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ باید وشاید، بلکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے بقول ہمیں عبادات نافلہ کی ادائیگی کی توفیق پدر بزرگوار کی روحانی امداد سے ہی حاصل ہوئی تھی۔[2]

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ طائفہ اولیٰ کے مشائخ کی فنا اتم ہے اس لئے ان کی معرفت شریعت مطہرہ کے مطابق ہے۔ طائفہ ثانیہ کے مشائخ کی فنا ناقص ہے کیونکہ وہ اگرچہ ممکن کو عین حق نہیں جانتے مگر ظلِ حق کہتے ہیں۔ اگر یہ حضرات جمیع ممکنات کو فراموش کر کے تمام مراتب ممکنات سے آگے گذر جاتے اور کمال نسیان ماسویٰ حاصل کر کے فنائے اتم سے مشرف ہو جاتے تو عالم کو ظل واجب نہ جانتے۔ طائفہ ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ طائفہ ثانیہ کے صوفیاء، گو عالم کے وجودِ

---

[1] نفحات الانس [2] مبداء ومعاد منہا: ۱

خارجی کے قائل ہیں مگر عالم کو موجود ظلی خارجی جانتے ہیں جبکہ طائفہ ثالثہ کے مشائخ، ذات حق تعالیٰ کے سوا کسی موجود شئی کو خارجی نہیں کہتے بلکہ ظلیت عالم کو بھی خارجی نہیں کہتے وہ تو ظلیت عالم کو وہمی جانتے ہیں۔ سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہُ العزیز نے اس مرتبہ میں مغلوب الحال ہو کر یوں کہہ دیا

ممکن ز تنگنائے عدم ناکشیدہ رخت
واجب ز بارگاہِ قدم تا نہادہ گام
در حیرتم کہ این ہمہ نقش عجیب چیست
بر لوح ظاہر آمدہ مشہود خاص و عام
جامی معاد و مبدا ما وحدت است و بس
ما درمیانِ کثرت موہوم والسلام

حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز بھی تحریر فرماتے ہیں

اَلْبَحْرُ بَحْرٌ عَلیٰ مَا کَانَ فِی الْقِدَمِ
اِنَّ الْحَوَادِثَ اَمْوَاجٌ وَ اَنْھَارٌ

یعنی بحر سے مراد واجب تعالیٰ قدیم ہے اور ممکنات وظہورات مختلفہ اس بحر کی امواج وانہار ہیں۔

چونکہ یہ طائفہ، عالم کو موجود خارجی نہیں کہتا بلکہ موجود علمی جانتا ہے اس لئے اس طائفہ کے صوفیاء کی معرفت بھی تام نہیں۔

متن اما طائفہ اولیٰ بواسطۂ کمالِ مناسبت ومتابعت حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات

اکملہا جمیع مراتبِ ممکن راازواجب جدا ساختند وہمہ را تحت کلمہ لا درآوردہ نفی نمودند وممکن رابواجب ہیچ مناسبتی ندیدند وہیچ نسبت راباواثبات نکردند وخودراغیراز عبد مخلوق غیر مقدور نشناختند واوراعزشانہ خالق ومولائی خود دانستند خودرامولادانستن ویاظل اوانگاشتن برین بزرگواراں بسیار گراں ودشوار می آید مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ

ترجمہ: لیکن طائفہ اولیٰ نے حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوات اتمُھا ومن التحیات اکمُلھا کی کمال متابعت ومناسبت کی وساطت سے ممکن کے جمیع مراتب کوواجب سے جدا کردیا اور کلمہء لا کے تحت لا کر، تمام کی نفی کردی اور ممکن کی واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں دیکھی اور اس کے ساتھ کسی نسبت کا اثبات نہیں کیا اور خود کو بندۂ مخلوق غیر مقدور کے سواء کچھ نہیں سمجھا اور اس عز شانہ کو اپنا خالق ومولیٰ جانا۔ اپنے آپ کو مولیٰ جاننا یا اس کا ظل خیال کرنا ان بزرگوں پر بہت گراں اور دشوار ہوتا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے مشائخ کے طبقات ثلاثہ میں سے طبقہ اولیٰ کے احوال وکمالات کی ترجیحات بیان فرمائی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ترجیح اول

یہ ہے کہ طبقہ اولیٰ کے مشائخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال مناسبت ومتابعت کی وساطت سے ممکنات کے جمیع مراتب کو واجب سے جدا سمجھ کر کلمہ ءلا کے تحت لاکر تمام کی نفی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو اپنا خالق ومولا سمجھ کر اپنے آپ کو مخلوق غیر مقدور جانتے ہیں۔

ترجیح دوم

یہ ہے کہ یہ مشائخ اشیائے ممکنات کو محبوب حقیقی جل سلطانہ کے ساتھ کامل محبت کی بنا پر ہی محبوب جانتے ہیں کہ وہ اشیائے ممکنات اور ان کے افعال، حق تعالیٰ کی مصنوعات ومخلوقات ہیں جیسا کہ آیات کریمہ **وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ**[1] اور **اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ**[2] سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اس طائفہ علیّہ کی عظمت کی واضح دلیل یہ ہے کہ ان کے جملہ مکشوفات، شریعت مطہرہ، آیات کریمہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں جو ظاہر شریعت سے سرمو بھی مخالفت نہیں رکھتے۔ **وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ**

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اس طبقہ کے صوفیاء، مقام عبدیت سے حظِ کامل

---

[1] الصافات ۳۷:۹۶ [2] الزمر ۳۹:۶۲

رکھتے ہیں جو مقام ولایت کا انتہائی مرتبہ ہے اور تخلیق انسانی کا یہی مقصود ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ [1] سے واضح ہے۔

---

[1] الذاریات۵۱:۵۶

دفترِ اوّل مکتوب ۱۶۱

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمّد صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

نفسِ مطمئنہ ہی بلندیٔ درجات کا باعث ہے

صاحبِ فنائے قلب ولی ہو سکتا ہے

مکتوب الیہ

آپ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ غربت وافتقار اور خاموشی وانکسار آپ کی خصوصیت تھی۔ طلب معرفت کے لئے کئی مشائخ کی زیارت وملاقات کی مگر کسی شیخ کی طرف سے کوئی جذب وکشش محسوس نہ ہوئی تا آنکہ بروز جمعہ آگرہ کی جامع مسجد میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ آپ سے حصول نسبت اور تعلیم ذکر کے بعد سالہا سال آستانے پر حاضر رہے اور یاران طریقت کی نسبت قلت استعداد کی وجہ سے اکثر حیراں وگریاں رہتے تھے یہاں تک کہ ماہ رمضان المبارک میں دوران اعتکاف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے طشت وآفتابہ کی خدمت پر مامور ہوئے۔ انہوں نے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے غسالہ کوتنہائی میں لے جاکر نوش کرلیا جس کے پیتے ہی آپ میں شراب کی سی مستی بھرگئی اور حال وباطن میں فتح وکشائش نمودار ہوگئی۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی توجہات قدسیہ اور انفاس نفیسہ کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے مخدوم زادگان کے ایماء وتائید سے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے معمولات لیل ونہار کو ایک رسالہ بنام ہدایت الطالبین میں جمع کیا جو سالکین مجددیہ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام دس مکتوبات ملتے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۳۸ھ میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مکتوب - ۱۶۱

متن مقصود از طیّ منازلِ سلوک حصولِ ایمان حقیقی است که وابستہ باطمینانِ نفس است تا نفس مطمئنہ نگردد نجات متصور نیست

ترجمہ: منازل سلوک طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے جو اطمینان نفس سے وابستہ ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ ہو جائے نجات متصور نہیں ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اہل اللہ کے سلوکِ طریقت طے کرنے کی وجہ بیان فرما رہے ہیں۔ درحقیقت جب سالکین کے لطائفِ عالم امر کا تصفیہ اور لطائفِ عالم خلق کا تزکیہ ہو جاتا ہے، خصوصاً لطیفۂ نفس، تزکیۂ بدایت سے گذر کر تزکیۂ نہایت سے مشرف ہو جاتا ہے تو ایسے نفس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں اور نفس مطمئنہ کو ہی نجات کامل میسر ہوتی ہے کیونکہ اربابِ نفوس امارہ بھی تصدیق قلبی سے مشرف اور اہل نجات سے محسوب ہوتے ہیں مگر ایسی فلاح و نجات جو سببِ بلندیٔ درجات ہو، اس قسم کے لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ نفس امارہ، انکار و منازعت و

عداوت کے باوجود تصدیق قلبی کی وجہ سے محض ایمان صوری ہی رکھتا ہے جبکہ صاحبان نفوس مطمئنہ تصدیق قلبی کے علاوہ مصداقات قضایائے شرعیہ کے شہود سے بھی شادکام ہوتے ہیں۔ اِسے ہی ایمان حقیقی سے تعبیر کیا جاتا ہے جو نجات کا ملہ اور قربات و درجات کا باعث ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

بلینہ:

واضح رہے کہ ایسا سالک جو فنائے قلب سے تو مشرف ہو مگر اسے فنائے نفس حاصل نہ ہو آیا اس پر ولی کا اطلاق ہوگا یا نہیں......؟

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی مجددی قدس سرہُ العزیز اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں...... ہاں وہ سالک حق تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہے اور اسے ولایت قلبی حاصل ہے۔ چونکہ اس کا نفس، قلب کے جوار میں واقع ہے اس لئے امید ہے کہ اس کا نفس، قلب صالح کے جوار کی وجہ سے طغیان و سرکشی سے باز رہے اور قلب صالح کی تاثیرات و برکات کی ہمسائیگی کے باعث صالح ہو جائے۔ اسی لئے کسی شاعر نے خوب کہا

با عاشقاں نشیں و ہم عاشقی گزیں
ہر کس کہ نیست عاشق باو مشو قریں

دفترِ اوّل مکتوب ۱۶۲

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد صدیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

قرآن صفتِ کلام کا مظہر اور ماہِ رمضان اسکا اثر ہے

جسمِ انسانی اور شجرہ نخلہ کے درمیان باہمی مشابہت

باطنِ غذا عارفین کے لئے باعثِ نورانیت ہوتی ہے

مکتوب ۔۱۶۲

متن شان کلام کہ از جملہ شیوناتِ ذاتیہ است جامع جمیعِ کمالاتِ ذاتی وشیوناتِ صفاتی است ...... و ماہ مبارک رمضان جامع جمیع خیرات و برکات ست

ترجمہ: شان کلام جو جملہ شیونات ذاتیہ میں سے ہے جمیع کمالات ذاتی اور شیونات صفاتی کی جامع ہے اور ماہ رمضان المبارک جمیع خیرات و برکات کا جامع ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز قرآن اور ماہ رمضان کی باہمی مناسبت کا تذکرہ فرمارہے ہیں ۔حقیقت قرآن ،مبدأ وسعتِ بے چون حضرت ذات ہے اس لئے قرآن کمالات ذاتیہ شیونیہ اصلیہ کا جامع ہے کیونکہ ذات ،جمیع اعتبارات وشیونات وصفات کی جامع ہے اور حق تعالیٰ کی ہر شان اور ہر صفت تمام شیونات وصفات کو متضمن ہے یعنی شان الکلام تمام شیونات ذاتیہ اور صفت الکلام تمام صفات ثمانیہ کو شامل ہے کیونکہ ذات حق تعالیٰ کی ہر شان اور صفت کامل ہے اور ہر نقص سے مبرا ہے سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ [1]

[1] الصافات ۳۷:۱۸۰

جبکہ حقیقت ماہ رمضان، صفت الکلام کے مرتبے میں قرآن کے کمالات کا نتیجہ واثر ہے۔ اس لئے ماہ رمضان، کمالات صفاتیہ ظلیہ کا جامع ہے یعنی برکات ذاتی واصلی قرآن میں ہیں اور برکات صفاتی وظلی ماہ رمضان میں ہیں، جیسا کہ آیہ کریمہ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ[1] اس پر دال ہے۔ نیز حدیث میں آتا ہے کہ تمام سال کی برکات ماہ رمضان میں نازل ہوتی ہیں اس کے بعد دوسرے مہینوں کو تقسیم ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ماہ رمضان میں ختم قرآن کو سنت اسی لئے فرمایا گیا ہو تاکہ قرآن کی تلاوت وزیارت کرنے والے روزہ داروں کو قرآن کے اصلی کمالات اور ماہ رمضان کی ظلی برکات دونوں حاصل ہو جائیں۔

بیّنات

ارباب مشاہدہ اور اصحاب مکاشفہ کے نزدیک قرآن مجید کے انوار وتجلیات ہمہ وقت ارواح بشریہ کی طرف فائض وجاری رہتے ہیں مگر علائق بشریہ اور علل معنویہ ان کے ورود وظہور میں حاجب ومانع رہتے ہیں۔ روزہ ان علائق کے ازالہ کے لئے سب سے مؤثر اور قوی ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کے انوار وبرکات و فیوضات وتجلیات، ماہ رمضان میں خصوصی طور پر روزہ داروں کے قلوب وارواح پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔

بینہ نمبر ۱:

ذات کے ساتھ صفات کے قیام سے مراد قیام بلا کیف ہے جو انضمام وانتزاع سے مستثنیٰ ہے جیسے آئینہ میں صورت کا قیام انضمامی وانتزاعی نہیں ہوتا بلکہ قیام بلا کیف

---

[1] البقرہ ۲:۱۸۵

ہوتا ہے۔شیونات اور اعتبارات وجود خارجی نہیں رکھتے لہٰذا یہ امور منتزعہ میں سے ہیں۔اعتبارات کے مراتب، قربِ ذاتِ بحت کی وجہ سے عارف کے ادراک سے وراء ہیں جبکہ شیونات وصفات کے مقامات، عارف کے ادراک میں آسکتے ہیں اسی وجہ سے مقام اعتبارات، مقام شیونات سے بلند ہیں اور شیونات کا مرتبہ مقام صفات سے بالا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک شیونات وصفات کے درمیان امتیاز محمدی المشرب صوفیائے کاملین ہی کر سکتے ہیں جنہیں شہودِ شیونات کا مرتبہ حاصل ہونے کی بنا پر وصول ذات کا مقام حاصل ہوتا ہے کیونکہ مقام شیونات ،صاحب شان کا مواجہۂ ذات ہے اور شیونات خارج میں عین ذات ہیں اور جو حضرات صرف شہود صفات تک پہنچے ہیں ان کی ابھی مرتبۂ ذات تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ صفات، ذات پر زائد ہیں اور وجود خارجی رکھتی ہیں لہٰذا سیر صفات کے دوران متعلقاتِ صفات پیش نظر ہوتے ہیں اور وہ ممکنات ہیں۔بنابریں اس مرتبے میں عارف مرتبۂ ذات سے دور رہتا ہے کیونکہ یہ مقام صفات ہے۔[1]

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ کی ہر شان جملہ شیونات کی جامع ہے ایسے ہی صفات ثمانیہ میں سے ہر صفت، صفات ثمانیہ کے کمالات کو **متضمن** ہوتی ہے یعنی صفت علم......حیات، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین کے کمالات رکھتی ہے ایسے ہی صفت قدرت......حیات، ارادہ، علم، سمع و بصر اور کلام و تکوین کے کمالات پر مشتمل ہوتی ہے کیونکہ اس مرتبہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔البتہ ایسا علم جو قدرت نہ رکھتا

---

[1] مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب :۴ میں ملاحظہ فرمائیں

ہو یا ایسی قدرت جو علم نہ رکھتی ہو، وہ ناقص ہے اور حق تعالیٰ ہر قسم کے نقص سے منزہ ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

جبکہ مخلوقات کی صفات میں ایسا کمال نہیں ہوتا جیسے سمعِ بندہ سننے میں تو زندہ ہے مگر دیکھنے میں مُردہ ہے ایسے ہی بصرِ بندہ دیکھنے میں تو زندہ ہوتا ہے مگر سننے میں مردہ ہے لیکن صفات باری تعالیٰ اس قسم کے نقائص وعیوب سے پاک ہیں۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

بینہ نمبر۳:

یہ بھی واضح رہے کہ صفات ثمانیہ اگرچہ وجود خارجی رکھتیں اور ذات پر زائد ہیں مگر ذات حق تعالیٰ عینِ کمالاتِ صفاتِ ثمانیہ ہے اور صفات زائدہ کا محتاج نہیں یعنی ذات حق تعالیٰ بذات خود حیٌّ ہے، صفت حیات کے ساتھ حیٌّ نہیں...... بذات خود عالم ہے، صفت علم کے ساتھ عالم نہیں...... بذات خود قادر ہے، صفت قدرت کے ساتھ قادر نہیں۔ علیٰ ھذا القیاس

بینہ نمبر۴:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ شب قدر ماہ رمضان کا خلاصہ اور لب لباب ہے اور پورا ماہ مبارک پوست کی مانند ہے اس لئے جن سالکین کا یہ ماہ مبارک احکام شرعیہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی تعمیل اور باطنی جمعیت وحضور واطمینان کے ساتھ گذرتا ہے وہ سال بھر اس ماہ مبارک کی خیرات وبرکات سے بہرہ ور اور فیضیاب ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آیہ کریمہ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ [1] کی تفسیر کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

---

[1] البقرہ۲: ۱۸۴

علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِذَا سَلِمَ رَمُضَانُ سَلِمَتِ السَّنَۃُ وَ اِذَا سَلِمَتِ الْجُمُعَۃُ سَلِمَتِ الْاَیَّامُ [۱]

بینہ نمبر۵:

یہ امر مستحضر رہے کہ ذات حق تعالیٰ صفات ثمانیہ زائدہ کے بغیر بذات خود کمالات ثمانیہ رکھتی ہے اوران کی محتاج بھی نہیں۔ان صفات زائدہ کا فائدہ اوران کا معتقد ہونے میں متعدد حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جن میں سے چند ایک ہدیہ قارئین ہیں۔

اول ...... ذات حق تعالیٰ،توسط صفات کے بغیر تمام عالمین سے مستغنی ہے اور عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ [۲] سے عیاں ہے جبکہ صفات، ذات حق تعالیٰ سے پائین تر ہیں اور فی الجملہ عالم کے ساتھ مناسبت بھی رکھتی ہیں اور باہمی مناسبت کے بغیر افادہ اور استفادہ ممکن نہیں ہوتا۔اس لئے صفات مبادیٔ فیوض عالم ہیں یعنی وصول فیوضات کا سبب ہیں۔

دوم ......ذات حق تعالیٰ اور عالم کے درمیان صفات زائدہ بقائے عالم کا واسطہ ہیں۔ اگر وساطت صفات نہ ہوتی تو نورِ ذات، عالم کو جلا کر خاکستر کر دیتا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُّوْرٍ وَ ظُلْمَۃٍ لَوْ کَشَفَھَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْھِہٖ مَا انْتَھٰی اِلَیْہِ بَصَرُہٗ [۳] سے عیاں ہے۔یہاں حجابات نورانی سے مراد صفات ثمانیہ ہی ہیں۔

سوم......صوفیائے محققین نے کشف وفراست کی بناء پر مراتب وجوب کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ سالکین کو شیخ کامل مکمل کی توجہات قدسیہ کی

---

[۱] الدر المنثور:۱/ ۳۷۷ [۲] العنکبوت ۶:۲۹ [۳] روح المعانی:۹/ ۲۴۷

بدولت حق تعالیٰ کے افعال وصفات کے ظلال کی تجلیات سے فی الجملہ مناسبت پیدا ہوجاتی ہے اس لئے وہ ظہورِ تجلیات وصفات کی لیاقت حاصل کر لیتے ہیں نتیجتاً نور صفات مقدسہ کے ساتھ تجلیات شیونات واعتبارات ذاتیہ کے لائق ہوجاتے ہیں اور ان انوار کی برکت سے معارف تجلیات ذاتیہ کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔

چہارم...... کمالات ممکنات، صفات ثمانیہ کے کمالات وبرکات کا اثر وثمرہ ہوتے ہیں، وہ ذاتی طور پر کوئی فضل وکمال نہیں رکھتے۔ بقول شاعر

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ممکنات اپنے عدمات ذاتیہ کی بنا پر ظلمت وشرارت وخساست رکھتے ہیں اس لئے جو کمالات بھی ان میں جلوہ گر ہوتے ہیں وہ صفات ثمانیہ اور عالم وجوب کے ہی ہوتے ہیں۔

ممکنات میں عالم وجوب اور صفات ثمانیہ کا انعکاس بذریعہ عدمات متقابلہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں کثافت وثقالت زیادہ ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوات میں ابتدائے آفرینش سے ہی عالم وجوب کے فیوضات وتجلیات صفات کا ورود، عدمات متقابلہ کے بغیر ہوتا ہے اسی لئے طینت انبیاء علیہم الصلوات میں عدم، ضعیف اور تجلیات قدسیہ غالب تر ہوتی ہیں۔ عدم کے ضعف کی بناء پر وہ ہر قسم کے معائب سے بری اور مطہر ہوتے ہیں اور غلبہء قوت قدسیہ کی وجہ سے معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں جبکہ عرفائے کاملین میں ولادتِ ثانیہ کے بعد وجود موہوب حقانی پر ورودِ تجلیات، ظلالِ صفات بغیر واسطہ عدمات متقابلہ ہوتا ہے۔ اسی ضعف عدم اور غلبہء تجلیات وفیوضات ونورانیت کی بدولت بسا اوقات ان کا سایہ بھی گم ہوجاتا ہے۔ مولانا روم مست بادہ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

چو فنا در فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

بنا بریں عامۃ الناس کو عرفائے فخام اور انبیائے عظام علیہم الصلوات پر قیاس نہیں کرنا چاہئے اگرچہ یہ عظیم المرتبت شخصیات ظاہری صورت میں دوسروں سے مختلف نہیں ہوتے مگر حقیقت میں متفاوت ہوتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

متن ودر بودن آن تمرہ برکت آنست کہ شجرۂ آن نخلہ است بعنوانِ جامعیّت وصفتِ اعدلیّت مخلوقست دررنگِ انسان لہذا حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نخلہ راعمۂ بنی آدم فرمودہ کہ از طینتِ آدم مخلوق است

ترجمہ: کھجور میں برکت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا درخت نخلہ ہے جو اپنی جامعیت اور صفت اعدلیّت کے عنوان سے انسان کی مانند ہے اسی لئے حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے نخلہ کو عمّہ (انسان کی پھوپھی) فرمایا ہے کیونکہ وہ (بقیہ) طینت آدم سے پیدا ہوئی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بدن انسانی اور شجرۂ نخلہ کی جامعیت و باہمی مشابہت اور روزہ کو کھجور کے ساتھ افطار کرنے کی حکمت بیان فرما رہے ہیں۔

جسم انسانی اور شجرۂ نخلہ کے درمیان باہمی مشابہت بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَۃً لَا یَسْقُطُ وَرَقُھَا وَاِنَّھَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِیْ مَاھِیَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِیْ شَجَرِ الْبَوَادِیْ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّھَا النَّخْلَۃُ فَاسْتَحْیَیْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَاھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ھِیَ النَّخْلَۃُ [۱]

یعنی درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے مجھے بتاؤ وہ کونسا ہے......؟ تو لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق غور کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے لیکن میں شرما گیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گذار ہوئے آپ ہی بیان فرما دیجئے یا رسول اللہ! وہ کونسا درخت ہے......؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلہ کی تکریم کا حکم فرمایا کیونکہ وہ بقیہ طینت آدم (علیہ السلام) سے تخلیق کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَۃَ فَاِنَّھَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّۃِ طِیْنَۃِ اٰدَمَ [۲] سے ثابت ہے۔

اگرچہ کھجور کھانے سے جسمانی قوت و لذت میسر ہوتی ہے لیکن جب بندۂ

---

[۱] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۹ [۲] تفسیر کبیر: ۶/۴۰۱

مومن، حالت روزہ میں ہر قسم کی شہوات مانعہ اور لذات فانیہ سے خالی ہو جاتا ہے تو اس کا تناول کرنا زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر بندۂ مومن کی ظاہری صورت کو طاقت دیتا ہے اور اس کی حقیقت، بندۂ مومن کی باطنی حقیقت کو قوت و برکت بخشتی ہے۔ یوں کھجور کی حقیقت جامعہ، انسانی حقیقت جامعہ کی **مکمِّل** و **مکفِّل** ثابت ہوتی ہے۔

متن آن غذا تجویز شرعی واقع شود و سر موئے از حدود شرعیہ متجاوز نباشد و ایضاً حقیقتِ این فائدہ وقتی میسر شود کہ آکلِ آن از صورت گذشتہ بحقیقت پیوستہ باشد و از ظاہر بباطن آرمیدہ ظاہرِ غذا مدِ ظاہرِ او باشد و باطنِ غذا مکمِّلِ باطنِ او

ترجمہ: وہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو اور حدود شرعیہ سے سرِ مو بھی متجاوز نہ ہو...... نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسر ہوتی ہے جبکہ اس کا کھانے والا صورت سے گزر کر حقیقت سے پیوستہ ہو اور ظاہر سے باطن تک پہنچا ہوا ہو، تاکہ ظاہرِ غذا، اس کے ظاہر کی معاون ہو اور باطنِ غذا، اس کے باطن کی تکمیل کرے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ باطنِ ماکولات انہیں عارفین کے باطن کی **مکمِّل** و **مکفِّل** ہوتی ہے جن کا معاملہ صورت سے گذر کر حقیقت تک پہنچ چکا ہو اور ان کی غذا احکام شرعیہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات

کی تجاویز کے عین مطابق اور شعور وآ گاہی کے موافق ہو۔اس قسم کی غذا ہی عارفین کے لئے روحانیت ونورانیت کے ازدیاد کا باعث ہوتی ہے بصورت دیگر موجب ظلمت وغفلت ہوتی ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا
و آن خورد گردد ہمہ نور خدا
این خورد زاید ہمہ بخل و حسد
و آن خورد زاید ہمہ عشقِ احد

چنانچہ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز ایک روز آم کا پھل بڑے شوق ورغبت کے ساتھ تناول فرمارہے تھے۔ زائرین میں سے ایک صالحہ خاتون کے دل میں خیال آیا کہ اہل اللہ کے غذا کی طرف اس قدر میلان و رغبت کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فراست باطنی اور کشف روحانی کے ذریعے اس کے قلبی خطرہ سے آگاہ ہوکر ارشاد فرمایا ہر چہ اولیاء تناول می فرمایند ہمہ نور مے شود پس نور ہر قدر کہ بیش بود مرغوب است یعنی اولیاء اللہ جو کچھ تناول فرماتے ہیں وہ سب نور بن جاتا ہے اس لئے نور جس قدر زیادہ ہو مرغوب و بہتر ہے۔ [1]

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم بعض اوقات طعام لذیذ کے ترک کا ارادہ کرتے مگر اجازت نہیں ملتی تھی کیونکہ غذا اعضائے جسمانی اور قوائے روحانی کی ممد و معاون ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ [2] سے مفہوم ہوتا ہے تاکہ ظاہر غذا عارفین کی صورت ظاہری اور باطن غذا ان کی حقیقت باطنی کی

---

[1] عمدۃ المقامات: ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ الحقیقہ استنبول [2] صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۱۶

کفیل ثابت ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ عَوْنًا عَلٰی طَاعَتِکَ لَا عَوْنًا عَلٰی مَعْصِیَتِکَ[1]

بلینہ:

واضح رہے کہ ہر ممکن کی دو جہتیں ہوتی ہیں، ایک جہت عالم امکان کی طرف اور دوسری عالم وجوب کی طرف۔ غذا کی عالم امکان کی جہت ظاہر غذا ہے اور اس کی عالم وجوب کی جہت باطن غذا ہوتی ہے جس سے لطف اندوز اور منفعت خیز عارفین ہی ہوتے ہیں جبکہ ظاہر غذا، عامۃ الناس کیلئے رعونت وظلمت اور غفلت کا باعث ہوتی ہے۔ اسی لئے مشائخ طریقت مریدین کو کثرت ریاضت وطاعت وعبادت کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ ان کا معاملہ صورت سے گذر کر حقیقت تک اور ظلمت سے گذر کر نورانیت تک پہنچ جائے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاهَا

بقول شاعر

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر
بعد ازاں چندانکہ می خواہی بخور

---

[1] بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ: ۵/۴۹۳

دفتر اوّل مکتوب ۱۶۳

مکتوب الیہ

سیادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

کفار کی رسوائی، عزت اسلام کا باعث ہے

صلح کلیّت کے نظریہ کا مفہوم

کفار سے اخذِ جزیہ انکی رسوائی ہے

کفار کی دعا بے حاصل ہے

ریشمی ملبوسات اور زرّیں مصنوعات کا حکم

مکتوب ۔۱۶۳

متن حق سبحانہٗ وتعالیٰ حبیبِ خود را علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ میفرماید یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ پس پیغمبر خود را کہ موصوف بخلق عظیم است بجہاد کفار و غلظت بر ایشان امر فرمود معلوم شد کہ غلظت بایشان داخلِ خلق عظیم است پس عزتِ اسلام در خواریِ کفر و اہل کفر است کسیکہ اہل کفر را عزیز داشت اہل اسلام را خوار ساخت عزیز داشتن عبارت ازاں نیست کہ البتہ ایشاں را تعظیم کنند و بالا نشانند در مجالس خود جادادن و با ایشاں مصاحبت نمودن و ہمزبانی کردن با ایشان داخل اِعزاز است در رنگِ سگان ایشان را دور باید داشت

ترجمہ: حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتحیہ سے فرماتا ہے اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو[1]۔ پس اپنے پیغمبر کو جو خلق عظیم سے موصوف ہیں کفار کے ساتھ جہاد اور ان پر سختی کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ سختی کرنا خلق عظیم میں داخل ہے۔ اسلام کی عزت، کفر اور کفار کی خواری میں ہے۔ جس نے کفار کو عزیز رکھا اس نے اہل اسلام کو ذلیل کیا۔ عزیز رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی خواہ مخواہ تعظیم کریں اور ان کو اونچی مسند پر بٹھائیں بلکہ ان کو اپنی محافل میں جگہ دینا، ان کے ساتھ مصاحبت رکھنا اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا بھی ان کو عزت دینے میں داخل ہے۔ ان کو کتوں کی طرح اپنے آپ سے دور رکھنا چاہیے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ان اہم ترین سیاسی مکاتیب شریفہ میں سے ہے جو جرگہء ممدّان دولت اسلام کے نام صادر فرمائے گئے جن میں اجرائے احکام شرعیہ، احیائے سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات، ترویج شعائر اسلامیہ، تخریب بدعات نامرضیہ، کفار نابہجار کی زجر وتذلیل، رسومات کفریہ کی توبیخ وتحقیر، اعلائے کلمۃ الحق اور غلبہء دین اسلام کی اسلامی فکر کو اجاگر فرمایا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کی سطوت وہیبت اور اسلامی شعائر کی عظمت وشوکت کفار کے قلب ونظر میں جاگزیں ہو جائے اور وہ ہمیشہ لرزاں وترساں اور معتوب ومرعوب رہیں اور انہیں دارالاسلام میں کسی قسم کے شور وشر اور فتنہ وفساد کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہو اور یہی دین اسلام کا مقصود ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ[2] سے واضح ہے۔

---

[1] التوبہ ۹:۷۳ [2] المجادلہ ۵۸:۲۱

علاوہ ازیں کفار کے خلاف جہاد، ان سے ترک تعلقات وعدم موالات، حکومتی معاملات میں ان کے اثر ورسوخ کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے اور انہیں اپنے آپ سے کتوں کی طرح دور رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے تاکہ مشرکین کی جسمانی نحوست، اعتقادی غلاظت اور نظریاتی نجاست سے مسلمانوں کے ظاہر وباطن متاثر ومکدر نہ ہوں جیسا کہ آیات کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ[1] اور اِنَّهُمْ رِجْسٌ[2] سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ کو کفر کے ساتھ ذاتی عداوت ہے اسی لئے اہل کفر مغضوب ومبغوض ہیں اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ مشاورت ومعاونت ممنوع ہے۔ انہیں اپنا دوست وہمراز وصلاح کار بنانے سے روکا گیا ہے تاکہ دین اسلام ذلت و رسوائی سے محفوظ اور مسلمان ہر قسم کی اذیت ومضرت سے مامون رہیں بلکہ حربی کفار کے ساتھ جہاد وعداوت اور بغض وغلظت رکھنے اور ان سے اظہار برأت کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے جیسا کہ آیات کریمہ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ[3] اور اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[4] اور اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ[5] سے عیاں ہے تاکہ دین اسلام کو استحکام اور مسلمانانِ عالم کو عظمت ووقار نصیب ہو۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز ارقام پذیر ہیں کہ مؤمن کا کافر سے دوستی کرنا تین وجوہات کا احتمال رکھتا ہے۔

وجہ اول: مؤمن کا کفر سے راضی ہونا ہے اگر اس بناء پر اس سے دوستی رکھے تو اس

---

[1] التوبہ ۹:۲۸ [2] التوبہ ۹:۹۵ [3] التوبہ ۹:۷۳ [4] الممتحنہ ۶۰:۴ [5] الفتح ۴۸:۲۹

سے مؤمن کو منع فرمایا گیا ہے کیونکہ جس شخص نے ایسا کیا وہ اس دین میں اسے درست جاننے والا ہے اور تصویبِ کفر، کفر ہے اور رضائے کفر، کفر ہے لہٰذا اس صفت کے ہوتے ہوئے اس کا مؤمن باقی رہنا محال ہے۔

وجہِ ثانی: دنیا میں ظاہری اعتبار سے معاشرتِ جمیلہ ممنوع نہیں ہے۔

وجہِ ثالث: پہلی دونوں قسموں کے مابین متوسط ہے یوں کہ موالات کفار بمعنی رکون ومعونت اور مظاہرت ونصرت یا بسبب قرابت ہو یا بسبب محبت، اس اعتقاد کے باوجود کہ ان کا دین باطل ہے تو یہ کفر کا موجب ہے مگر اس سے بندہ مؤمن کو منع کیا گیا ہے کیونکہ اس معنی میں موالات (دوستی) اسے کافر کے طریقے کے مستحسن سمجھنے اور اس کے دین سے راضی ہونے کی طرف لے جائے گی اور یہ امر اسے اسلام سے خارج کردے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں اسے تہدید وتنبیہ فرمائی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِيْ شَيْءٍ [1] مزید برآں آپ نے مصلحت کوش اور مفاد پرست مسلمانوں کیلئے ایک چشم کشا روایت بھی نقل فرمائی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے۔ انہوں نے مجھے فرمایا تجھے کیا ہوگیا ہے اللہ تجھے ہلاک کرے اَلَا اِتَّخَذْتَ حَنِيْفِيًّا تم نے کسی مسلمان کو کاتب کیوں نہیں بنایا اور تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی نہیں سنا؟...... يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَآءَ [2]

میں نے عرض کیا لَهٗ دِيْنُهٗ وَلِيَ كِتَابَتُهٗ اس کا دین اسکے ساتھ ہے اور اسکی کتابت میرے لئے ہے......تو انہوں نے فرمایا میں انکی تکریم نہیں کروں گا جبکہ اللہ

---

[1] آل عمران ۳:۲۸ [2] المائدہ ۵:۵۱

نے ان کی اہانت فرمائی ہے میں ان کی عزت نہیں کروں گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت دی ہے میں انہیں قریب نہیں کروں گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دور کردیا ہے۔

میں نے عرض کیا دانائی کا کام اسکے بغیر پورا نہیں ہوتا...... تو انہوں نے فرمایا اِنْ مَاتَ النَّصْرَانِیُّ فَمَا تَصْنَعُ بَعْدَہٗ فَمَا تَعْمَلُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِہٖ فَاعْمَلْہُ الْاٰنَ وَاسْتَغْنِ عَنْہُ بِغَیْرِہٖ [1] اگر نصرانی مرگیا تو اس کے بعد کیا کروگے؟...... جو اس کی موت کے بعد کروگے وہی عمل اب کرلو اور کسی اور سے کام لے کر اس سے بے نیاز ہوجاؤ۔

ہاں...... غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی و اقتصادی اور فلاحی معاملات، عالمی امن وسلامتی کی بقاء، مشترکہ اعداء سے نبرد آزما ہونے کے لئے دفاعی معاہدے جیسے امور میں باہمی تعاون ومشاورت ممنوع نہیں۔ یونہی عام ملاقات ومعاشرت میں ان کے ساتھ خندہ پیشانی اور حسن سلوک ومروت سے پیش آنا مسلمانوں کی درخشندہ روایات ہیں، تاریخ عالم میں جس کی مثال نہیں ملتی۔

بینہ نمبر۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اہل کفر کے معبدوں کی تاسیس وتعمیر اور انکے شعائر ورسومات کی تعظیم وتکریم کا دین اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد ضرار کے افتتاح سے منع کر کے روز قیامت تک وہاں جانے سے روک دیا گیا جیسا کہ آیہ کریمہ لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا [2] سے عیاں ہے جسے بعد میں جلا کر مسمار کردیا گیا تھا۔

جب سلطان جہانگیر کے ہاتھوں سکھوں کے گرو ارجن سنگھ کے قتل کی اطلاع

---

[1] تفسیر خازن: ۲/۲۹۶ [2] التوبہ۹: ۱۰۸

حضرت امام ربانی قدس سرہ' کو پہنچی تو آپ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نواب مرتضٰی خان شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جذبات سے یوں آ گاہ فرمایادریں وقت

کشتن کافرلعین گویندوال. بسیار خوب واقع شد [۱]

یہی مفہوم آیہ کریمہ فَقَاتِلُوا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ [۲] اورحدیث مبارکہ اُقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِيْنَ [۳] سے عیاں ہے۔

یہ وہی گروارجن ہے جس کے زیرنگرانی سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ مرتب ہوئی۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے گروارجن کے نام کی بجائے ان کے مذہبی وفکری مرکز گویندوال کو ہدف تنقید بنایا، جسے احمد شاہ درانی نے ہندوستان پرحملہ کے دوران جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔

بعض نام نہاد مسلمان اپنی جہالت وحماقت کی بنا پرصلح کلیت کے مذموم نظریہ کی آڑ میں علمائے راسخین ،صوفیائے کاملین اور مسلم فاتحین کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ہیں جو ان کے اسلامی فکر سے نابلد ہونے کا بین ثبوت ہے۔

بینہ نمبر۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ صلح کلیت ،اتحاد واباحت اور ترک آزاری کا مشرب رکھنے والے صوفیائے خام ،مخلوقات کو کمالات الٰہیہ کے مظاہر جمیلہ اور مناظر حسنہ قرار دے کر کہتے ہیں کہ ہر کسی کو نگاہ محبت سے دیکھنا اور حسن سلوک سے پیش آ نا چاہئے، کسی کے ساتھ بے مروّتی اور بدسلوکی نہیں کرنی چاہئے ......اسی بناء پر وہ اہل کفر سے میل ملاقات کرتے اور ان کی غیر شرعی رسومات اور کفریہ تہواروں کا احترام واکرام کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں

---

۱ دفتر اول مکتوب:۱۹۳ ۲ التوبہ ۱۲:۹ ۳ کنز العمال جلد چہارم:۳۸۱،ترمذی،رقم الحدیث:۱۵۰۹

پس بدی مطلق نباشد در جہاں

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز اس نظریہ کے قائلین کو جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ کفار کے ساتھ جہاد اور ان سے ترک تعلقات تو دلائل قطعیہ اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہیں جن میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور نجات کا دارومدار بھی انہیں نصوص شرعیہ پر ہی ہے جبکہ صوفیاء کے منامات وخیالات اور مکشوفات والہامات ظنی ہیں جن میں نصوص شرعیہ کے معارض ہونے کی مجال نہیں۔ حضرت مولانا روم مست بادہ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے صوفیاء کو نارِ سقر کی وعید شدید سناتے ہوئے خوب کہا

منکر ایں حرف ایں دم در نظر
شد مثل سرنگوں اندر سقر

ارباب وجودیہ کے عظیم محقق سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب سلسلۃ الذہب میں اس گروہ کا رد کرتے ہوئے اسے دفتر کفر کا دیباچہ اور زندقہ قرار دیا ہے۔

ترک آزار کردن اے خواجہ — دفتر کفر را است دیباچہ
شد یکے پیش او حرام و حلال — می نہ اندیشد از نکال و وبال
گاہ لافد ز مذہبِ تجرید — گہ گزافد ز مشربِ توحید
از علامات عقل و دیں عاری — مذہبش حصر در کم آزاری
نسبت خود کند بہ درویشاں — دم زند از ارادت ایشاں
نیست درویشی آنکہ زندقہ است — نیست جمعیت آنکہ تفرقہ است[1]

---

[1] ماخوذ از مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب: ۲۹

متن جزیہ از اہل کفر کہ در ہندوستان برطرف شدہ است بواسطۂ شومیِ مصاحبتِ اہل کفر است با سلاطین این دیار و مقصودِ اصلی از جزیہ گرفتن از ایشاں خواریِ ایشان است

ترجمہ: ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ موقوف کر دیا گیا ہے جو اس ملک کے سلاطین کے ساتھ اہل کفر کی مصاحبت کی بدبختی کی وجہ سے ہوا۔ ان سے جزیہ وصول کرنے کا اصلی مقصد ان کی رسوائی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کفار سے جزیہ کے موقوف ہونے اور اخذ جزیہ کی وجہ بیان فرما رہے ہیں۔ کفار سے جزیہ اس لئے وصول کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ضبط املاک وغیرہا کا خدشہ ہمہ وقت دامنگیر رہے اور وہ اعلیٰ بود و باش اور شان و شوکت اختیار نہ کر سکیں نیز مسلمانوں کو ان پر غلبہ و تفوّق و بالا دستی حاصل رہے۔

ع جہود ہر کہ شود کشتہ سود اسلام است

جبکہ مطلق العنان بادشاہ اکبر نے جزیہ کو ہندو راجاؤں کے ساتھ دوستانہ مراسم اور ان کے ساتھ رشتے ناطے ہونے کی بناء پر موقوف کر دیا تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جزیہ کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کر دی

جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ **وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق**

جب عساکراسلامیہ کفار کے خلاف معرکہ آراءاور نبرد آزما ہوں تو کفار پر غلبہ و تسلط اور فتح ونصرت کے بعد جو مال واسباب ان کے ہاتھ لگتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے...... جبکہ جہاد کے بعد یا قبل از قتال، کفار، اسلام کی بالادستی تسلیم کرتے ہوئے اسلامی سلطنت کے پرامن شہری بن کر کچھ رقوم وغیرہا پیش کرنے پر رضامند ہو جائیں تو اسے خراج وجزیہ کہتے ہیں۔ خراج ذمی کفار کی اراضی پر لگایا جاتا ہے جبکہ ذمی فی کس کے اعتبار سے جو رقوم بطور ٹیکس ادا کرتے ہیں اسے جزیہ کہا جاتا ہے جس کے عوض انہیں معاشی ومذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے اوران کی جان ومال وآبرو کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کردے تو اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی چوری کرے تو اس پر حد سرقہ نافذ کی جائے گی جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات **اَمْوَالُھُمْ کَاَمْوَالِنَا وَ دِمَآءُھُمْ کَدِمَآءِنَا**[1] سے عیاں ہے۔

جزیہ کے متعلق چند فقہی مسائل پیش خدمت ہیں۔

کفار کی اقسام اربعہ

فقہاء نے کفار کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں

۱...... مشرکین عرب سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا ان کے سامنے دو ہی راستے ہیں اسلام یا تلوار، جیسا کہ آیہ کریمہ **فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ**[2] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات **اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ**[3] سے عیاں ہے تا کہ جاہلیت عرب

---

[1] مجمع الانھر: ۸/۴۱۵ [2] توبہ ۹:۵ [3] بخاری، رقم الحدیث: ۳۷۹، مسلم، رقم الحدیث: ۲۹

کا شرک پھر یہاں سر نہ اُٹھا سکے۔

۲ ...... مرتدین (عربی ہوں یا عجمی) سے بھی سوائے اسلام یا تلوار کے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا جیسا کہ آیہ کریمہ سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍ اُولِیۡ بَأۡسٍ شَدِیۡدٍ تُقَاتِلُوۡنَهُمۡ اَوۡ یُسۡلِمُوۡنَ [۱] سے واضح ہے۔

۳ ...... اہل کتاب (عربی ہوں یا عجمی) سے اسلام یا قتل کے علاوہ جزیہ بھی لیا جا سکتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتَابَ حَتّٰی یُعۡطُوا الۡجِزۡیَةَ عَنۡ یَّدٍ وَّهُمۡ صَاغِرُوۡنَ [۲] سے آشکارا ہے۔ مجوسی اگرچہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں اسی لئے ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال نہیں مگر وہ اہل کتاب کے حکم میں ہونگے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول فرمایا جیسا کہ ارشاد نبوی اَلۡمَجُوۡسُ طَائِفَةٌ مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتَابِ فَاحۡمِلُوۡهُمۡ عَلٰی مَا تَحۡمِلُوۡنَ عَلَیۡهِ اَهۡلَ الۡکِتَابِ [۳] اور حدیث اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مَجُوۡسَ هَجَرَ [۴] سے عیاں ہے

۴ ...... مشرکین عجم سے بھی جزیہ لینا جائز ہے جیسا کہ حدیث اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیۡهِ السَّلَامُ صَالَحَ عَبَدَةَ الۡاَوۡثَانِ عَلَی الۡجِزۡیَةِ اِلَّا مَنۡ کَانَ مِنۡهُمۡ مِنَ الۡعَرَبِ [۵] سے ثابت ہے۔

۞ ...... جب مسلمانوں نے مفتوحہ علاقہ کفار کے ساتھ قتال کے ذریعہ حاصل کیا ہو تو کفار کے مذہبی مراکز، رہائشی مکانات ہونگے اور اگر صلح کے ساتھ علاقہ فتح ہوا تو بدستور ان کے عبادت خانے ہی رہیں گے اور اگر مسلمانوں نے کفار کے معبد منہدم کر دیئے ہوں تو کفار دوبارہ تعمیر نہیں کر سکتے اور اگر کفار نے خود ہی منہدم کر دیئے

---

۱ فتح ۴۸:۱۶ ۲ توبہ ۹:۲۹ ۳ نصب الرایۃ: ۸/۳۳۴ ۴ مشکوٰۃ: ۳۵۳

۵ مصنف عبدالرزاق جزء: ۱۰/۳۲۶

ہوں تو اتنا ہی اور ویسا ہی دوبارہ تعمیر کر سکتے ہیں ۔ اگر کچا تھا تو پختہ بنانے ، کسی اور مقام پر بنانے یا عمارت کے بیشتر بنانے کی اجازت نہیں ہوگی ورنہ مسمار کر دیا جائے گا...... یونہی دارالاسلام میں نئے نئے معابد و مراکز بنانے کی اجازت نہیں ہوگی ۔[1]

۞...... ذمی کفار دارالاسلام میں مسلمانوں جیسی وضع قطع اور بود و باش وغیرہا اختیار نہیں کر سکتے بلکہ وہ اپنے مخصوص لباس و شعار کو نمایاں کرنے کے پابند ہونگے ۔ یونہی ریشمی زنار نہیں پہن سکتے ...... علاوہ ازیں ان کے مکانوں پر مخصوص علامت ہوگی تاکہ کوئی سائل ان کے دروازے پر ان کیلئے دعائے مغفرت نہ کرے ...... وہ عمامہ اور شاہانہ لباس نیز علمائے اسلام اور اشراف مسلمین کا سا لباس نہیں پہن سکتے ۔[2]

مگر بصد افسوس ! کہ آج نام نہاد مسلمانوں نے کفار کی وضع قطع ، تہذیب و حضارت اور بود و باش کو اختیار کر لیا ہے جو غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کے زوال کی واضح علامت ہے اور دین اسلام کیلئے باعث ننگ و عار ہے ۔ بقول اقبال مرحوم

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

۞...... ذمی کفار کو سنکھ یا ناقوس وغیرہا اپنے گھروں میں بھی بجانے کی اجازت نہیں ہوگی ایسے ہی انہیں جلوس وغیرہ نکالنے اور اسلامی تعلیمات کے برعکس غیر اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور کفریہ رسومات و تہواروں کو اعلانیہ منانے کی اجازت نہیں ہوگی ۔[3]

جزیہ اور خراج ادا کرنے والا ذمی کا فربذات خود رقم لے کر حاضر ہوگا اور سلطانِ اسلام کا ممنون احسان ہو کر نہایت عاجزی و انکساری اور مؤدبانہ انداز کے ساتھ

---

[1] بہار شریعت حصہ نہم [2] فتاویٰ عالمگیری ، کتاب السیر و بہار شریعت حصہ نہم

[3] ماخوذ از فتاویٰ عالمگیری

کھڑے ہو کر پیش کرے گا۔ اسے اپنی قومیت ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی بلکہ اخذ جزیہ کے وقت اسے کہا جائے گا اَدِّ الْجِزْیَۃَ یَا ذِمِّیُّ (اے ذمی جزیہ ادا کر) اور مسلمان اس کے ہاتھ سے وصول کرے گا تا کہ مسلمان کا ہاتھ اوپر رہے جیسا کہ لِتَکُوْنَ یَدُ الْمُسْلِمِ ھِیَ الْعُلْیَا اور آیہ کریمہ یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ صٰغِرُوْنَ سے عیاں ہے۔[1]

۞......عورتیں، بچے، بوڑھے، لنگڑے، اپاہج، اندھے، مفلوج اور راہب (لوگوں سے مخالطت نہ رکھنے والے) وغیرہم جزیہ سے مستثنیٰ ہونگے۔

۞......جزیہ مصالح مسلمین اور رفاہ عامہ کے کاموں پر صرف کیا جائے گا (یعنی سرحدوں کی حفاظت، مساجد، سرائے، پلوں کی تعمیر، علماء، طلباء، مجاہدین اور ان کے اہل وعیال اور مسلمان قاضیوں اور ان کے ماتحت عملہ پر خرچ ہوگا)۔

وصول جزیہ کی دو اقسام

قسم اول: شریعت مطہرہ نے چونکہ اس کی خاص مقدار مقرر نہیں فرمائی بلکہ کفار جتنی مقدار معیّن پیش کرنے پر صلح کرلیں ان سے اتنی ہی سالانہ رقم وصول کی جائے گی اس میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔

قسم ثانی: اسلامی افواج نے مفتوحہ ملک کے کافر باشندوں کی املاک اگر بدستور چھوڑ دیں تو ذمی اغنیاء پر ۴۸ درہم سالانہ یعنی چار درہم ماہانہ ادا کرنے ہونگے۔ اگر وہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں تو ان پر ۲۴ درہم سالانہ ۲ درہم ماہانہ کے اعتبار سے ادا کرنے لازم ہونگے جبکہ فقراء ذمیوں پر ۱۲ درہم سالانہ ایک درہم ماہانہ کے لحاظ سے جزیہ دینا ضروری ہوگا۔[2]

---

[1] تفسیر مدارک: ۱/۴۹۳، تفسیر الصاوی: ۳/۷۹، بہار شریعت وغیرہا [2] فتاویٰ عالمگیری وغیرھا

بلینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی جاری کردہ تحریک احیائے اسلام (ترویج شریعت، تائید ملت اور تخریب بدعت) کا سلسلہ آپ کے وصال پر ملال کے بعد منقطع نہیں ہو گیا تھا بلکہ وہ تحریک آپ کے صاحبزادگان اور نبیرگان نے جاری رکھی...... سلاطین مغلیہ اور ارکان سلطنت کے ساتھ تعلقات استوار رکھنے اور اسلامی خطوط پر ان کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا، بالخصوص سلطان الہند اورنگ زیب نے حضرت شیخ محمد فرخ مجددی بن خواجہ محمد سعید سرہندی رحمہما اللہ سے صحیح بخاری کا درس لیا اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوا اور آپ نے اسے عالم شہزادگی میں ہی سلطنت کی خوشخبری دے دی تھی۔ اسی طرح آپ نے اسے ولایت کبریٰ اور محبت ذاتیہ کی بشارت سنائی۔ حضرات مجددیہ سے سلوک نقشبندیہ طے کیا چنانچہ دور اکبری میں ذمی کفار سے اخذِ جزیہ جو موقوف ہو چکا تھا، وہ محی السنۃ والاسلام اورنگ زیب کے عہد ہمایوں میں پھر وصول کیا جانے لگا۔[1] وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ

متن

چیزہا از ایشاں پرسیدن و بمقتضائے حکم این ہا عمل کردن از کمالِ اعزاز این دشمنان است ہمتی کہ کسے از ایشاں طلبد و دعاء کہ بتوسط ایشان خواہد چہ خواہد بود حق سبحانہ و تعالیٰ در کلام مجید خود می فرماید وَمَا دُعَاءُ

---

[1] مکتوبات سیفیہ مکتوب ۷۶...... مقامات معصومی جلد اول

الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ دعاءِ این دشمنان باطل و بے حاصل است اجابت را در آنجا چہ احتمال این قدر فساد لازم می آید کہ اعزاز این سگاں می افزاید

ترجمہ: چیزوں کی بابت ان سے پوچھنا اور ان کے کہنے کے مطابق عمل کرنا ان دشمنوں کی کمال درجہ عزت ہے۔ جو شخص ان سے ہمت طلب کرے اور ایسی دعا جو ان کے توسط سے مانگے اس کا کیا ہوگا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کلام مجید میں خود فرماتا ہے وَمَا دُعَاءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ[1] (اور کافروں کی دعا محض ضلالت ہے) ان دشمنوں کی دعا باطل اور بے حاصل ہے، اس میں قبولیت کا کیسا احتمال؟ اس سے اس قدر فساد لازم آتا ہے کہ ان کتوں کی عزت افزائی ہوتی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کفار سے مشاورت واستعانت کے نقصانات اور ان کی وساطت سے دعا کی عدم قبولیت کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ یہاں کفار سے طلب امداد اور ان کی دعا کے متعلق قدرے وضاحت ہدیہء قارئین ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق

کفار سے دنیوی معاملات میں مشاورت اور ان سے تصرفات و دعا اور ظاہری استمداد واستعانت لینا درحقیقت ان پر اعتماد کرنا ہے اور امت محمدیہ اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کو قعر مذلت میں گرانا اور غیر مسلموں کے رحم وکرم پر جینا ہے جو

---

[1] الرعد ١٣: ١٤

خودفریبی اور کفر دوستی ہے۔ جہادی امور میں افرادی قوت اور سامان حرب وضرب کی قلت کے باوجود ان سے طلب امداد کی بھی شریعت مطہرہ میں ہرگز اجازت نہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوات اِنَّا لَا نَسْتَعِیْنُ بِمُشْرِکٍ [1] سے عیاں ہے۔

کفار کی دعا بے حاصل ہے

دعائے کفار کی قبولیت اور عدم قبولیت کے متعلق علمائے کرام کے دو موقف ہیں جمہور علماء کے نزدیک کفار کی دعا بارگاہ ربوبیت جل سلطانہ میں شرف قبولیت نہیں پاتی بلکہ وہ باطل اور بے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا دُعَآءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ [2] سے عیاں ہے، خواہ وہ اصنام پرستی کے قبیل سے ہو یا حقیقت دعا کی قسم سے...... اس میں کوئی منفعت نہیں، وہ بے سود اور ضائع ہے کیونکہ انہوں نے بے جان مورتیوں کے آگے دست دعا دراز کیا جو کسی قسم کے نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [3] کے مطابق وہ اجابت دعا کی استطاعت ہی نہیں رکھتے۔

جبکہ بعض علماء کے نزدیک کفار کی دعا والتجاء شرف قبولیت پاتی ہے۔ ابلیس لعین نے جب اللہ تعالیٰ سے قیامت تک مہلت کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ آیہ کریمہ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ [4] سے ثابت ہے۔ یونہی حالت اضطرار میں دعا کی برکت سے کفار کو مشکلات ومصائب سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَی الْبَرِّ [5] سے واضح ہے۔

---

[1] ابوداؤد: ۲/۲۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور [2] الرعد ۱۳:۱۴ [3] الرعد ۱۳:۱۶

[4] ص ۳۸: ۷۹، ۸۰ [5] العنکبوت ۲۹:۶۵

جمہور علماء جواباً فرماتے ہیں کہ کفار کی ایسی دعاؤں کا تعلق دنیوی امور کے ساتھ ہے، اخروی معاملات سے نہیں۔ چنانچہ محدث کبیر حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اِنَّهٗ لَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ یُسْتَجَابُ دُعَآءُ الْکَافِرِ عَلٰی مَا ذَهَبَ اِلَیْهِ الْجُمْهُوْرُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا دُعَآءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ اَیْ فِیْ ضِیَاعٍ وَخِسَارٍ لَا مَنْفَعَةَ فِیْهِ وَفِیْهِ اَنَّ مَوْرِدَهٗ خَاصٌّ بِالْعُقْبٰی فَلَا یُنَافِیْ اَنْ یُّسْتَجَابَ دُعَآءُهٗ فِیْ اَمْرِ الدُّنْیَا کَمَا یَدُلُّ عَلَیْهِ دُعَآءُ اِبْلِیْسَ وَاِجَابَتُهٗ سُبْحَانَهٗ لَهٗ فِی الْاِمْهَالِ وَیُؤَیِّدُهُ الْحَدِیْثُ اَنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ تُسْتَجَابُ وَاِنْ کَانَ کَافِرًا [1]

بینہ:

واضح رہے کہ کفار کی وہ دعائیں اور التجائیں جو دنیوی امور سے متعلق ہوں یا طلب جنت سے مربوط ہوں اگر اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ چاہے تو ان کی حاجت برآری، مصائب سے نجات اور ایمان وہدایت کی توفیق وتخلیق فرمادیتا ہے۔[2]

متن

عزیزے فرمودہ است تا یکے از شما دیوانہ نہ شود بمسلمانی نرسد دیوانگی عبارت از درگزشتن است از نفع وضررِ خود بواسطہ اعلائے کلمۂ اسلام

---

[1] شرح فقہ اکبر: ۱۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی [2] تفسیر صاوی: ۳/ ۹۹۷

ترجمہ: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہو جائے مسلمانی تک نہیں پہنچتا۔ دیوانگی کلمۂ اسلام کی سربلندی کیلئے اپنے نفع ونقصان سے گذر جانے سے عبارت ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز دیوانگی کو حقیقت مسلمانی کی شرط قرار دے رہے ہیں۔ دراصل جس بندۂ مؤمن میں غیرت ایمانی اور حمیّت اسلامی کی بناء پر دین اسلام کی سربلندی و بالادستی کا جذبہ اس قدر غالب ہو جائے کہ وہ ہرچہ بادا باد کے مصداق کسی قسم کے نفع ونقصان اور سودوزیاں کی پرواہ نہ کرے یہاں تک کہ لوگ اسے دیوانہ کہنا شروع کر دیں بس یہی جنون و دیوانگی ایمان کی علامت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوات لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ سے عیاں ہے

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

بر تر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

اس قسم کے بندۂ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، دین اسلام کی قبولیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر یقین کامل ہونے کی وجہ سے رضا کی سند نصیب ہوتی ہے اور رضائے الٰہی ہی نعمت کبریٰ ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ[1] سے عیاں ہے۔

---

[1] التوبہ ۹:۷۲

متن پس ناچار از استعمال ذہب وفضہ ولبسِ حریرو امثال آں ہا کہ شریعت مصطفویہ علیٰ مصدر ہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ آں را محرّم ساختہ است اجتناب باید نمود

ترجمہ: پس ناچار سونا چاندی، ریشم کے پہننے اور اس جیسی اشیاء کہ شریعتِ مصطفویہ علیٰ مصدر ہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے جنہیں حرام کیا ہے، ان کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے۔

شرح

یہاں سونا، چاندی اور ریشمی ملبوسات کے استعمال کے متعلق قدرے تفصیلات ہدیہء قارئین ہیں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

سونا اور چاندی دو ایسی قدرتی دھاتیں ہیں جن سے تیار شدہ برتنوں کا استعمال مردوں اور عورتوں پر ممنوع اور حرام ہے لیکن سونا چاندی کی مصنوعات کو بطور آرائش وزیبائش رکھنے کی شریعت مطہرہ میں گنجائش موجود ہے البتہ مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی اور عورتوں کو سونا چاندی کے زیورات استعمال کرنا جائز ہیں۔ یونہی مردوں کے لئے ریشمی ملبوسات کا استعمال ممنوع اور عورتوں کیلئے جائز ہے جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات لَا تَشْرَبُوْا فِیْ اِنَاءِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَلْبَسُوا الدِّیْبَاجَ وَالْحَرِیْرَ فَاِنَّہٗ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَھُوَلَکُمْ فِی الْاٰخِرَةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ[1] اور اُحِلَّ الذَّھَبُ وَالْحَرِیْرُ لِلْاُنَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُکُوْرِھَا[2] سے

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ، رقم الحدیث: ٣٨٤٩ [2] مشکوٰۃ: ٣٧٥

واضح ہے۔

۞......فقہاء کرام نے مرد کو سوا چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی استعمال کرنے کی اجازت دی ہے جبکہ اس میں اسراف وتکبر وتکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کی ساخت زنانہ یا فاسقانہ طرز کی ہو جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مِنْ وَرِقٍ وَّلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا [1] سے معلوم ہوتا ہے۔

۞......نابالغ لڑکوں کو سونے چاندی کے زیورات پہنانا بھی حرام ہے چونکہ وہ احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہوتے اس لئے پہنانے والے گنہگار ہونگے جیسا کہ حدیث اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ نَهٰى عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ فَاَنَا اَكْرَهُ لِلرِّجَالِ الْكَبِيْرِ مِنْهُمْ وَالصَّغِيْرِ [2] سے مفہوم ہوتا ہے۔

۞......فقہاء نے مرد کو ریشمی گدیلہ بچھانا، ریشمی لحاف اوڑھنا اور ریشمی زین بنانا ممنوع قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... اَنْ يَّجْعَلَ الرَّجُلُ فِيْ اَسْفَلِ ثِيَابِهٖ حَرِيْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ اَوْ يَجْعَلَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ [3] اَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ [4] لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ [5] سے مفہوم ہوتا ہے۔

۞......ہاں بغرض علاج ریشم کا استعمال جائز ہے۔ جب حضرت زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو مرض خارش لاحق ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حریر کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمادی جیسا کہ حدیث رَخَّصَ لَهُمَا فِيْ قَمِيْصِ الْحَرِيْرِ [6] سے مفہوم ہوتا ہے۔

۞......صاحبین کے نزدیک حالت جنگ میں خالص ریشم اور دیباج کے پہننے میں

---

[1] مشکوٰۃ:۳۷۸ [2] مشکوٰۃ:۳۷۹ [3] مشکوٰۃ:۳۷۶ [4] مشکوٰۃ:۳۷۴

[5] مشکوٰۃ:۳۷۶ [6] مشکوٰۃ:۳۷۴

کوئی حرج نہیں بلکہ جائز ہے کیونکہ وہ ہتھیار کی سختی کو زیادہ دور کرنے والا اور دشمن کی نظر میں ہیبت قائم کرنے والا ہے جبکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خالص ریشم مکروہ ہے البتہ مخلوط ریشم جائز ہے یعنی جس کپڑے کا بانا، ریشمی اور تانا سوتی یا اونی ہو وہ مکروہ ہے اور جس کپڑے کا تانا ریشمی اور بانا سوتی یا اونی ہو وہ بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ حدیث اِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيْرِ فَاَمَّا الْعَلَمُ وَسُدَى الثَّوْبِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ [1] سے معلوم ہوتا ہے۔

۞...... یاد رہے کہ ریشم کے کیڑوں سے حاصل کردہ ریشم سے تیار شدہ ملبوسات ہی مردوں کے لئے حرام ہیں جبکہ مصنوعی ریشم (دریائی ریشم یا سن سے تیارہ کردہ ریشم) کا استعمال جائز ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک اگر کسی کپڑے میں چار انگشت تک ریشمی نقش و نگار ہو تو مرد کے لئے اس کا استعمال حلال ہے۔ چار انگشت حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے معتبر ہیں جو ہماری ایک بالشت کے قریب ہیں نیز چار انگشت ایک جگہ کے قابل اعتبار ہیں۔ اگر قبا یا اچکن میں جگہ جگہ ریشمی نقش و نگار ہوں کہ ہر ایک، ایک بالشت سے کم ہو مگر جب ملایا جائے تو بالشت سے زیادہ ہو جائیں پھر بھی وہ حلال ہے...... کیونکہ ایک جگہ کا اعتبار ہے۔[2]

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں کہ جب جبہ کی آستینوں پر ریشمی نقش و نگار بنانے کی اجازت دی گئی ہے تو اس سے سونے اور چاندی کے نقش و نگار بنانے کی بھی اجازت حاصل ہوگئی کیونکہ حرمت میں یہ سب مساوی ہیں۔[3]

مذکورہ بالا فقہی جزئیات درج ذیل احادیث مبارکہ سے ماخوذ ہیں ملاحظہ ہوں

---

[1] فتح الباری جزء:۱۶/ ۳۹۸ [2] مرأت:۶/ ۹۷ بحوالہ فتاویٰ قاضی خاں واشعۃ اللمعات

[3] ردالمختار

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّھَا اَخْرَجَتْ جُبَّۃَ طِیَالِسَۃٍ کِسْرَوَانِیَّۃٍ لَھَا لِبْنَۃُ دِیْبَاجٍ وَفَرْجَیْھَا مَکْفُوْفَیْنِ بِالدِّیْبَاجِ [۱] نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ اِلَّا مَوْضِعَ اِصْبَعَیْنِ اَوْثَلَاثٍ اَوْ اَرْبَعٍ [۲] اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلّٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ لُبْسِ الذَّھَبِ اِلَّا مُقَطَّعًا [۳]

۞......حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے

لَیْسَ کُلُّ حُلِیٍّ حَرَامًا عَلَی الرِّجَالِ بِدَلِیْلِ حِلِّ الْخَاتَمِ وَالْعَلَمِ وَالثَّوْبِ الْمَنْسُوْجِ بِالذَّھَبِ اَرْبَعَۃَ اَصَابِعَ وَحِلْیَۃِ السَّیْفِ وَالْمِنْطَقَۃِ [۴]

یعنی مردوں پر ہر زیور حرام نہیں ہے کیونکہ انگشتری، علم، کپڑے پر چار انگشت سنہری نقش ونگار، تلوار اور منطقہ کے زیور حلال ہیں۔ یہاں تک کہ کتب فقہ میں تقریباً دو درجن مقامات پر مردوں کو سونے کا استعمال حلال لکھا ہوا ہے مثلاً کٹی ہوئی ناک کی جگہ طلائی ناک لگوانا...... قلمدان یا چاقو کے دستہ میں سونے کے ذرات لگوانا......اور کٹی ہوئی پوریوں کی جگہ سونے یا چاندی کی پوریاں لگوانا وغیرہا۔ [۵]

بیّنہ:

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متصف بصفات اللہ اور متخلق باخلاق اللہ ہونے کی بنا پر حق تعالیٰ کی صفات واخلاق کے مظہر اتم ہیں۔ حق تعالیٰ نے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کا شارح ومبین بنایا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ [۶] سے عیاں ہے، وہاں آپ کو شارح ومحلّل ومحرِّم بھی فرمایا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَائِثَ [۷] سے

---

[۱] مشکوٰۃ:۳۷۴ [۲] مشکوٰۃ:۳۷۴ [۳] مشکوٰۃ:۳۷۸ [۴] فتاویٰ نوریہ:۵۲۰ ج۱ بحوالہ شامی
[۵] فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراھیہ جلد نہم [۶] النحل ۱۶:۴۴ [۷] الاعراف ۷:۱۵۷

واضح ہے اور یہ خصائص نبوت علیٰ صاحبہا الصلوات میں سے ہے جیسا کہ ہجرت کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تعاقب میں سراقہ بن مالک کا گھوڑا پتھریلی زمین میں دھنس گیا تو اس نے طلب معذرت کرتے ہوئے تعاقب کو اپنی غربت کی وجہ قرار دیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی مراجعت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کَیْفَ بِکَ یَاسُرَاقَۃُ اِذَا سُوِّرْتَ بِسَوَارَیْ کِسْرٰی [1]

چنانچہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو آپ نے وہ تین سنہری کنگن اپنے ہاتھوں سے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنائے۔

---

[1] الکامل فی التاریخ، جزء:۱/ ۲۷۷

دفترِ اوّل مکتوب ۱۶۴

مکتوب الیہ

حضرت حافظ بہاؤالدّین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

فیوضاتِ الٰہیہ ہر خاص و عام پر وارد ہوتے ہیں

اشیاء کی استعدادات مخلوق ہیں

استدراج کا مفہوم

مکتوب ۔ ۱۶۴

متن فیضِ حق سبحانہ وتعالیٰ علی الدوام بر خواص وعوام وکرام ولئام چہ از قسم اموال واولاد وچہ از جنسِ ہدایت وارشاد بی تفرقہ وارد است تفاوت ازین طرف ناشی است در قبول بعضی فیوض وعدم قبول بعضی دیگر
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

ترجمہ: حق سبحانہ وتعالیٰ کا فیض ہر خاص وعام، کریموں اور بخیلوں پر خواہ وہ اموال واولاد کی قسم سے ہو یا ہدایت وارشاد کی جنس سے، سب پر بلا تفریق ہمیشہ وارد ہو رہا ہے (لیکن) بعض کے فیوض قبول کرنے اور بعض دیگر کے قبول نہ کرنے کا تفاوت اسی (قابل) کی طرف سے پیدا ہونے والا ہے (لہٰذا) اللہ نے ان پر زیادتی نہیں فرمائی بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے تھے[1]

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت

[1] النحل ۱۶: ۳۳

فرمارہے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کے فضل وفتوحات اور عنایات وانعامات کے ابواب ہر کس وناکس پر ہمہ وقت کھلے رہتے ہیں مگر عامۃ الناس ازلی شقاوت، قلبی قساوت، پیہم اعراض وانکاراور معاصی پر اصرار وتکرار کی بنا پر ان سے محروم رہ جاتے ہیں۔اسی قسم کے لوگ جبلّی قابلیت اور فطری استعداد کو ضائع کر دیتے ہیں جیسے موسم گرما میں سورج کی دھوپ دھوبی اور کپڑوں پر یکساں پڑتی ہے مگر اس سے دھوبی کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہےاور کپڑا اسفید ہوجاتا ہے۔

بینہ نمبرا:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ جمیع اشیاء کی ذوات واصول اوراستعدادات وقابلیات حق تعالیٰ کی مخلوق ومحکوم ہیں اوران جملہ امور کی تخلیق وتحکیم میں کوئی بھی اس کا شریک وسہیم نہیں جیسا کہ آیات کریمہ **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ** [۱] اور **اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ** [۲] سے عیاں ہے۔گواللہ حکیم وعلیم نے اپنے احکام تکلیفیہ اورافعال تکوینیہ میں حکمت ومصلحت کوملحوظ رکھا ہے مگر وہ تعالیٰ حکمت و مصلحت کا قاصد ومرید ہے، **فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ** [۳] کے مطابق اس پر کوئی چیز لازم اور حاکم نہیں ہے بلکہ وہ بندوں پر فائق اور حاکم ہےاس لئے وہ بندوں کے آگے ہر قسم کے فعل کی باز پرس اور جواب دہی سے منزہ ہےالبتہ بندے اس کے آگے اپنے افعال واعمال کے مسئول اور جواب دہ ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ **لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ** [۴] سے واضح ہے۔تاہم وہ محض اپنے فضل ورحمت سے جسے چاہتا ہےنوازتا ہے یہی علمائے ماتریدیہ کا موقف ہے جوسب سے زیادہ احوط و اسلم ہے اورحضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے ازروئے کشف اس کی تائید

---

[۱] الصافات ۹۶:۳۷ [۲] الانعام ۵۷:۶ [۳] البروج ۱۶:۸۵ [۴] الانبیاء ۲۳:۲۱

فرمائی ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں

ذواتِ اشیاء را مجعول می داند اصلِ قابلیات و استعدادات را نیز مجعول و مصنوع می داند [۱]

ایک مقام پر یوں ارقام پذیر ہیں

استعداد از کمینہ مخلوقات او تعالیٰ است و حاکمیت ندارد

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ بندوں کے عدم استعداد، مسلسل اعراض اور گناہوں پر اصرار کے باوجود حق تعالیٰ نے رزق رسانی اور افاضہء رحمت اپنے ذمہء کرم لے رکھا ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا [۲] اور كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ [۳] سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ بعض لوگوں کا حق تعالیٰ سے اعراض اور معاصی میں انہماک کے باوجود دنیوی نعمتوں اور آسائشوں سے مالا مال ہونا بدبختی اور حرماں نصیبی کی علامت ہے جسے استدراج کہا جاتا ہے۔

استدراج کا معنی خدع اور دھوکا ہے۔ بندے کے لئے استدراج کا یہ مطلب ہے کہ جب بھی وہ کسی گناہ و معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے مزید نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اور گناہ سے استغفار کرنا اسے بھلا دیا جاتا ہے تاکہ وہ معاصی میں ہی سرگرداں و غلطاں رہے جیسا کہ آیات کریمہ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ [۴] اور اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا [۵] سے عیاں ہے۔ [۶]

---

[۱] دفتر اول مکتوب: ۱۲ [۲] ہود ۱۱: ۶ [۳] الانعام ۶: ۵۴ [۴] القلم ۶۸: ۴۵ [۵] آل عمران ۳: ۱۷۸

[۶] استدراج کی مزید تفصیلات و اقسام البینات شرح مکتوبات جلد ثالث مکتوب ۱۰۷ میں ملاحظہ فرمائیں

دفتر اوّل مکتوب ۱۶۵

مکتوب الیہ

سیادت پناہ حضرت **شیخ فرید بخاری** رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

وراثتِ صوری ...... وارثتِ معنوی کا حصول

کمالِ محبت کی علامت اعدائے محبوب سے اظہارِ عداوت

متابعتِ نبوی ترکِ دنیا پر موقوف نہیں ہے

مکتوب - ۱۶۵

متن میراثِ صوری آں سرور علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات بعالم خلق تعلق دارد و میراثِ معنوی بعالم امر کہ آنجا ہمہ ایمان و معرفت ست و رشد و ہدایت شکر نعمت عظمیٰ میراثِ صوری آنست کہ بمیراثِ معنوی متحلّی گردند

ترجمہ: آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی میراث صوری عالم خلق کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور میراث معنوی عالم امر کے ساتھ کہ وہاں سب ایمان و معرفت اور رشد وہدایت ہے ۔ میراث صوری کی نعمت عظمیٰ کا شکر یہ ہے کہ میراث معنوی کے ساتھ آراستہ ہو جائیں۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو خاندان سادات کا فردِ فرید ہونے کی وجہ سے میراث معنوی کی تحصیل کی نصیحت فرما رہے ہیں تا کہ وہ میراث صوری کے ساتھ ساتھ میراث معنوی دونوں کے جامع قرار

پائیں۔ان دونوں وراثتوں کی تحصیل وتکمیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ظاہری اور متابعت باطنی پر موقوف ہے اور متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات جملہ ماموارت کے اکتساب اور جمیع منہیات سے اجتناب کا نام ہے جو محبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے بغیر متصور نہیں۔غرضیکہ متابعت نبوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کی فرع ہے۔اہل طریقت نے وراثت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

وراثت صوری اور وراثت معنوی

وراثت صوری کا تعلق عالم خلق کے ساتھ ہے جبکہ وراثت معنوی عالم امر کے ساتھ مربوط ہے۔وراثت کاملہ کا حامل وہی شخص ہوسکتا ہے جو وراثت صوری اور وراثت معنوی دونوں کا جامع ہو۔بقول شاعر

مردی بہ سخاوت است کرامت بہ سجود
ہر کرا ایں دو نباشد عدمش بہ ز وجود

متن علامتِ کمالِ محبت کمالِ بغض است باعداءِ او صلی اللہ علیہ وسلم واظہارِ عداوت بامخالفانِ شریعتِ او علیہ الصلوٰۃ والسلام در محبت مداہنت گنجائش ندارد مُحب دیوانۂ محبوب است تاب مخالفت ندارد و بامخالفانِ محبوب بہیچ وجہ آشتی نمی نماید

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت کی علامت ان کے دشمنوں سے

کمال بغض رکھنا اور ان کی شریعت کے مخالفوں سے عداوت کا اظہار کرنا ہے۔ محبت میں سستی کی گنجائش نہیں ہے۔ محبّ، محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے جو مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور وہ محبوب کے مخالفین سے کسی طرح صلح نہیں کرتا۔

شرح

سطور بالا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت کی علامت بیان فرمائی گئی ہے دراصل جب تک بندۂ مومن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین اور شریعت مطہرہ کے مخالفین کے ساتھ بغض وعداوت کا اظہار نہیں کرتا...... ان کے اعداء ومنکرین کو ذلیل وخوار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا...... ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے اور انہیں اپنا ہم راز وصلاح کار بنانے سے اجتناب نہیں کرتا...... تو وہ ایمان وقرب کی لذّات، دین اسلام کی برکات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات سے محروم رہتا ہے۔

بلینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اعدائے اسلام کے ساتھ بفرض محال ایسا معاملہ پیش آجائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح کراہت واضطرار کے ساتھ اپنی ضرورت کو ان سے نکال لینا چاہئے۔

متن حصولِ دولتِ عظمٰی متابعت موقوف بر ترکِ کلی دنیاوی نیست تا دشوار نماید بلکہ اگر زکوٰۃِ مفروضہ

مثلاً مؤدّی شود حکم ترکِ کل دارد در عدم وصول مضرت چہ مال مزکّیٰ از ضرر برآمدہ است پس معالجۂ دفعِ ضرر از مالِ دنیاوی اخراج زکوٰۃ است از آں اگرچہ ترکِ کلی اَولیٰ وافضل است اما ادائے زکوٰۃ ہم کارِ آں میکند

ترجمہ: متابعت (نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات) کی دولت عظمیٰ کا حصول دنیا کی ترک کلی پر موقوف نہیں ہے جو دشوار معلوم ہوتا ہے بلکہ اگر مثال کے طور پر فرض زکوٰۃ ادا کردی جائے تو مضرت نہ پہنچنے میں وہ ترک کلی کا حکم رکھتی ہے کیونکہ پاک شدہ مال ضرر سے باہر آجاتا ہے پس دنیوی مال سے ضرر دور کرنے کا علاج زکوٰۃ نکالنا ہے اس سے اگرچہ ترک کلی اولیٰ وافضل ہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی بھی یہ کام (ترک کلی) کردیتی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے حصول کا مدار ترک دنیا کو قرار دے رہے ہیں۔ لفظ دنیا اسم تفضیل ادنیٰ کا مونث ہے جس کا معنی زیادہ قریب ہونے والی کے آتے ہیں۔ اہل لغت کے نزدیک اس عالم کو دنیا اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ زوال کے قریب ہے۔

علمائے متکلمین ہر اس مخلوق کو دنیا کہتے ہیں جو آخرت سے قبل وجود میں آئی جبکہ صوفیائے کرام کے نزدیک دنیا مال و دولت اور اہل وعیال کو نہیں کہا جاتا بلکہ دنیا

حق تعالیٰ سے غفلت کا نام ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

صوفیائے کاملین کے نزدیک ترک دنیا کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ ظاہری آرائش و زیبائش اور اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمتوں سے منہ موڑ لیا جائے بلکہ ان کے نزدیک حق تعالیٰ کی یاد سے غفلت اور فکر آخرت کے ترک کا نام دنیا ہے۔ اگر دنیا کی خوبیوں اور نعمتوں کو آخرت کی حقیقی حیات کیلئے استعمال کیا جائے اور اس استعمال سے نفسانی خواہشات کی تکمیل مقصود نہ ہو بلکہ احکام شرعیہ کی تعمیل مقصود ہو تو اس صورت میں دنیا و آخرت دونوں محمود ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً[1] سے عیاں ہے۔

اہل طریقت نے ترک دنیا کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

ترک حقیقی اور ترک حکمی

ترک حقیقی یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے علاوہ تمام مباحات کو ترک کر دیا جائے جو نہایت مشکل ہے اور یہ ترک دنیا کی اعلیٰ قسم ہے۔

ترک حکمی یہ ہے کہ محرمات و مشتبہات سے اجتناب کیا جائے اور امور مباحہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ قسم بھی خصوصاً اس زمانہ میں بہت عزیز الوجود ہے جیسے صاحب نصاب ہوتے ہوئے سال کے بعد اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا ترک حکمی ہے۔ علاوہ ازیں دیگر اسلامی عبادات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں بھی ترک کا پہلو موجود ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اگر ترک دنیا کلی طور پر نہ ہو سکے تو

---

[1] البقرہ ۲:۲۰۱

ترک جزوی کو ہی اختیار کرلیا جائے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

بقول شاعر

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی

ورنہ ہم چو چرخ سر گرداں شوی

علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کے نزدیک کمینی دنیا زہر قاتل اور متاع باطل ہے، اس لئے اس کی زیب وزینت اور حلاوت وطراوت پر فریفتہ شخص سحر زدہ اور فریب خوردہ ہے فلہٰذا اس کا ترک ہی افضل واولیٰ ہے اور صوفیائے کرام کے ہاں اس کا ترک قرب حق کی سیڑھی ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ تصوف وطریقت کا نصب العین تصفیہ باطن، تزکیہ نفس اور اصلاح معاشرہ ہے۔ انبیائے کرام علیہم الصلوات اور اولیائے عظام کا یہی مطمع نظر رہا ہے۔ منکرین یورپ نے ان پاکباز شخصیات کے مجاہدات وریاضات اور ترک دنیا کا غلط مفہوم لیا اور انہیں نفسیاتی اور ذہنی مریض یا دنیوی ذمہ داریوں سے مفرور قرار دے کر اپنی جہالت وحماقت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ صوفیائے کرام ہی وہ باکمال اور باہمت شخصیات ہیں جنہوں نے خلوت نشینی، عزلت گزینی اور مجاہدات شاقہ کے ذریعے اپنی اصلاح اور بعد میں مخلوق خدا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور لاکھوں قلوب میں اسلامی و روحانی انقلاب پیدا کردیئے۔ اسی تصوف وطریقت کے حاملین کامیاب صوفیاء ہیں اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اسی جاندار، زندہ اور متحرک تصوف کے داعی ہیں۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۶۶

مکتوب الیہ

حضرت ملّا محمد امین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

روحانی امراض کا علاج ذکرِ کثیر ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد امین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ غالباً مولانا محمد امین بن خواجہ حسینی الہروی ثم لاہوری مراد ہیں۔ آپ ہرات میں متولد ہوئے ......قندھار میں حضرت شیخ زین الدین خوانی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ عہد اکبری میں ہندوستان آ کر 'ملک پور' مضافات لاہور میں قیام پذیر ہو گئے اور ۸۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔

(نزھۃ الخواطر ۵/۳۶۱)

مکتُوب - ۱۶۶

متن فکرِ ازالۂ مرضِ قلبی درین فرصتِ یسیر بذکرِ کثیر از اہم مہام است و علاجِ علتِ معنوی درین مہلتِ قلیل بیادِ ربِ جلیل از اعظمِ مقاصد دلی کہ گرفتار غیر است از و چہ توقعِ خیر روحی کہ مائل بہ کہتر است نفسِ امارہ از و بہتر است آنجا ہم سلامتیِ قلب می طلبند و خلاصی روح می جویند

ترجمہ: اس خوش حال فرصت میں ذکر کثیر کے ذریعے قلبی مرض کے ازالہ کی فکر کرنا سب امور سے اہم ہے اور اس قلیل مہلت میں رب جلیل کی یاد سے باطنی مرض کا علاج سب سے بڑے مقاصد میں سے ہے۔ وہ دل جو غیر کا گرفتار ہے اس سے خیر کی توقع کیا ہوسکتی ہے۔ وہ روح جو کمینی دنیا کی طرف مائل ہے اس سے نفس امارہ بہتر ہے وہاں تو مکمل طور پر قلبی سلامتی طلب کرتے ہیں اور روح کی خلاصی چاہتے

ہیں۔

شرح

زیرِنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز امراض باطنیہ اور علل معنویہ سے آزادی اور ذاتی اغراض ونفسانی خواہشات سے رستگاری حاصل کرنے کی نصیحت فرمارہے ہیں تاکہ بندۂ مومن کو صفائے باطن اور قلب سلیم نصیب ہوجائے، جو شیخ کامل مکمل کی توجہات قدسیہ اور ذکر کثیر سے میسر ہوسکتے ہیں۔
وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ

دفترِ اوّل مکتوب ۱٦٧

مکتوب الیہ

ہردے رام

موضوعات

حق تعالیٰ جسمی و اسمی مشابہت سے منزّہ ہے

کمون و بروز کی تفصیلات ، ہندو مذہب کی تردید

انبیاء کرام کی تعداد متعین نہیں ہے

مکتُوب - ۱۶۷

متن بدان وآگاہ باش کہ پروردگارِ ما و شما بلکہ پروردگار عالمیاں چہ سمٰوات وچہ ارضین وچہ علّیّین وچہ سفلیین یکے است و بے چون و بے چگونہ از شِبہ و مانند منزہ است واز شکل ومثال مبرّا پدری وفرزندی در حق او تعالیٰ مُحال است کفاءت وتماثل را در آن حضرت چہ مجال شائبہ اتحاد وحلول در شانِ او سبحانہٗ مستہجن است ومظنہ کمون وبُروز در آن جناب قدس مستقبح

ترجمہ: جان لو اور آگاہ رہو کہ ہمارا اور تمہارا پروردگار بلکہ جہانوں کا پروردگار خواہ آسمان ہوں یا زمینیں، ملائکہ ہوں یا سفلیین (حیوانات ونباتات وجمادات) ایک ہے۔ بے چون اور بے چگون (ہے)، مثل اور مانند سے منزّہ ہے اور شکل ومثال سے مبرّا ہے۔ باپ یا بیٹا ہونا اس تعالیٰ کے حق میں محال ہے، ہم سری اور ہم مثل ہونے کو اس کے حضور کیا مجال۔ اس سبحانہ کی شان میں اتحاد وحلول کا شائبہ عیب ہے اور اس

بارگاہ قدس میں کمون و بروز کا گمان قبیح ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نہایت عارفانہ اور جامع ومانع انداز میں توحیدِ خالص کا تذکرہ فرمارہے ہیں جس سے نظریۂ توحید پر شکوک وشبہات اور اعتراضات واشکالات کے پڑے ہوئے سارے غبار چھٹ جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ سبحانہٗ ہر قسم کے علویّات وسفلیّات، حیوانات وجمادات و نباتات، عینیّت واتحاد، حلول ودخول اور کمون و بروز سے منزّہ اور وراء الوراء ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ [1] سے عیاں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کمون و بروز کی قدرے وضاحت کردی جائے تاکہ فہمِ مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

کمون و بروز

لغت میں کمون کا معنی ہے پنہاں شدن یعنی پوشیدہ ہونا اور بروز کا معنی ہے بیرون آمدن و آشکار شدن یعنی باہر آنا اور ظاہر ہونا یعنی روح کے جسم اوّل سے استتار واختفاء اور جسم دوم میں اسکی تربیت وتکمیل کیلئے نہ کہ حس وحرکت کے اثبات کیلئے، اس (روح) کے ظہور کو کمون و بروز کہا جاتا ہے۔

صوفیاء کرام کو طاعت وعبادت وریاضت کی بدولت ایسا روحانی کمال وقدرت حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی ارواح مقدسہ کو دوسروں میں منتقل کرسکتے ہیں۔ اس دوران ان کے اجسام مبارکہ بھی صحیح وسالم رہتے ہیں ایسا ممکن ہے بلکہ یہ امر واقع ہے

---

[1] العنکبوت ۲۹:۶

جیسا کہ عروجی منازل میں مبتدی سالکین کی ارواح عالم بالا کی سیر کے دوران تجلیات الٰہیہ سے شاد کام اور ملائکہ سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

صورتش بر خاک و جاں در لا مکاں
لا مکانے فوق وہم سالکاں

جبکہ منتہی عارفین عالم خلق اور عالم بالا کے ساتھ بیک وقت منسلک و مربوط رہتے ہیں۔ کسی شاعر نے ان کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے

جہاں رہتے ہیں ہم بیدم نہ ویرانہ نہ بستی ہے
نہ آزادی نہ ہوشیاری نہ چالاکی نہ مستی ہے

۞......مظہر کمالات خفی وجلی حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہُ العزیز بروز وکمون کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں:

جس وقت بروز کی حالت عارف پروارد ہوتی ہے وہ ایسا بڑا ہو جاتا ہے کہ نہایت وسعت کے سبب سے زمین وآسمان میں نہیں سماتا بلکہ زمین وآسمان اور عرش ومافیہا اس کے گوشۂ قلب میں سما جاتے ہیں۔ پس سپاہِ سلیمان (علیہ السلام) اسکے قلب میں کیا حقیقت رکھتی ہے؟ اور جس وقت کمون کی حالت عارف پر آتی ہے تو وہ اپنے آپ کو ذرہ سے بھی چھوٹا پاتا ہے بلکہ کچھ بھی نہیں پاتا۔[1]

۞......حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک چونکہ کمون وبروز کے متعلق مستقیم الاحوال مشائخ نے لب کشائی نہیں فرمائی کیونکہ اس سے ناقصین فتنہ وبلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آپ کے نزدیک کمون وبروز جائز نہیں ...... نیز یہ تناسخ سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے آپ ارقام پذیر ہیں کہ

---

[1] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ

اگر کوئی شیخ کامل بروز وظہور کے بغیر کسی مرید ناقص میں خداداد قدرت کے ساتھ اپنی صفات کاملہ کو اس مرید میں منعکس کردے اور اپنی توجہات قدسیہ اور التفات کریمانہ کو اس انعکاس میں ثابت و برقرار رکھے یہاں تک کہ مرید ناقص نقص سے کمال تک پہنچ جائے اور وہ اپنی عادات رذیلہ کو ترک کر کے صفاتِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہو جائے تو کمون و بروز کچھ بھی درمیان میں نہیں آتا۔[۱]

۞......جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہات قدسیہ اور التفات کریمہ کے ذریعے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صورت و سیرت کے اعتبار سے جمال نبوت کا آئینہ دار بنا دیا اور ہجرت کے موقعہ پر اہل مدینہ کیلئے آقا و غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔[۲]

۞......خواجۂ بے رنگ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز نے نانبائی کو توجہات قدسیہ کے ذریعے اپنی مثل بنا دیا۔

۞......حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ بروز و تناسخ میں فرق بیان کرتے ہوئے یوں ارقام پذیر ہیں:

پوشیدہ نہ رہے کہ حیات دنیوی میں بعض بندگانِ خدا کو غایتِ صفا و لطافت سے بعنایت ایزدی اس بات پر قدرت ہوتی ہے کہ باوجود کالبد ظاہری کی قید کے متلف بدن کسب کرسکیں۔ پس موت کے بعد جب کہ یہ قید رفع ہو جاتی ہے اور طائرِ روح اس قفس سے آزاد ہو جاتا ہے وہ دوسرے بدن کے کسب پر بطریق اولیٰ قادر ہیں اسے بروز کہتے ہیں۔

بروز و تناسخ میں فرق ہے۔ اہل تناسخ عموم و لزوم کے قائل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی روح نفیس ہو یا خسیس، مسلمان ہو یا کافر، انسان ہو یا حیوان کسی بدن سے

---

[۱] مکتوبات شریفہ دفتر دوم مکتوب: ۱۵۸ [۲] بخاری: ۱/ ۵۵۵

جدا نہیں ہوتی جب تک کہ کوئی دوسرا بدن اسکے واسطے تیار نہ ہو......تا کہ پہلے بدن سے نکلتے ہی دوسرے میں چلی جائے ، بخلاف اہل بروز کے ، کہ ان کے نزدیک نہ عموم ہے نہ لزوم ......یعنی اس طائفہ کے نزدیک یہ کاملین سے خاص ہے اور وہ بھی برسبیل لزوم نہیں کیونکہ موت کے بعد کبھی بنا بر مصلحت دوسرے بدن میں ظاہر ہوتے ہیں خواہ وہ بدن اصلی دنیوی کی مثل ہو یا نہ ہو اور صورت بشری میں ہو یا نہ ہو اور پھر اتمامِ مطلوب کے بعد پسِ پردہ غائب ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ بروز و تناسخ میں فرق نہیں کرتے وہ اولیائے کرام پر بے جا اعتراض وطعن کرتے ہیں۔

تا چند کنی بادہ نوشاں انکار
انکار مکن کہ نیست نیکو ایں کار
رندے کہ بود ز بادۂ عرفاں مست
زنہار برو طعنہ مکن صد زنہار [1]

بلینہ:

واضح رہے کہ اہل اللہ کی محبت و نیاز مندی کفار کیلئے بھی باعث اسلام اور حسن خاتمہ کا موجب ہو سکتی ہے جیسا کہ ہندو نعت گو شاعر دلو رام کوثری بوقت نزع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات و ایمان سے مشرف ہوا......یوں اس کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔ ایسے ہی مکتوب الیہ ہردے رام ہندو جو حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا محبّ و نیاز مند تھا کے متعلق بھی امید واثق ہے کہ اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہو گا۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيزٍ [2]

---

[1] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ: ۸۵ مطبوعہ فضل نور اکیڈمی ضلع گجرات [2] ابراہیم ۱۴: ۲۰

متن رام وکرشن و مانند آنہا کہ آلہۂ ہنود اند از کمینۂ مخلوقات وبند واز مادر و پدر زائیدہ اند رام پسر جسرت است و برادرِ لکھمن و شوہرِ سیتا ہرگاہ رام کوج خود رانگاہ نتواند داشت غیرے را چہ مدد نماید عقلِ دور اندیش را کار باید فرمود و بہ تقلید ایشاں نباید رفت

ترجمہ: رام وکرشن اوران کے مانند جو ہندوؤں کے معبودان باطلہ ہیں اس کی کمینی مخلوقات میں سے ہیں اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ رام...... جسرت کا بیٹا، لچھمن کا بھائی اور سیتا کا شوہر ہے۔ جب رام اپنی زوجہ کی حفاظت نہ کرسکا وہ کسی غیر کی کیا مدد کرسکتا ہے؟ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور ان کی تقلید پر نہیں جانا چاہئے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ہندو مذہب کی دلائل عقلیہ کے ذریعے تغلیط فرما کر ہندو مکتوب الیہ کو دعوت اسلام دے رہے ہیں کہ ہندوؤں کے معبودان باطلہ کی باقاعدہ تخلیق وتولید ہوئی ہے اس لئے وہ لائق عبادت اور قابل پرستش نہیں ہیں جبکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ جسمی تولید وتخلیق اور ہر قسم کے اسمی شریک وسہیم سے بھی پاک اور منزہ ہے جیسا کہ آیاتِ کریمہ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ

لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ [۱] سے واضح ہے۔

بینہ نمبر۱:

واضح رہے کہ رام اور رحمٰن ،رام اور رحیم کو ایک جاننا خالق اور مخلوق کو ایک جاننا ہے حالانکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ مخلوق کے ساتھ ہر قسم کی مشابہت اور مماثلت سے پاک ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ [۲] سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کو معبودان باطلہ رام اور کرشن کے ناموں سے موسوم کرنا اور رام و کرشن کی یاد و ذکر کو ذکر حق گردانا ،شرک قبیح اور کفر صریح ہے بلکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کو توقیفی اسماء سے ہی موسوم و یاد کرنا چاہیے جیسا کہ آیہ کریمہ وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡهُ بِهَا [۳] سے آشکارا ہے۔

متن پیغمبرانِ ما علیہم الصلوات والتسلیمات کہ قریب بیک لکھ و بست و چہار ہزار گذشتہ اند خلائق را بعبادتِ خالق ترغیب فرمودہ اند و از عبادتِ غیر منع نمودہ و خود را بندۂ عاجز دانستہ اند و از ہیبت و عظمت او تعالیٰ ترساں و لرزاں بودہ اند و آلہۂ ہنود خلق را بعبادت

---

[۱] سورۃ الاخلاص [۲] شوریٰ۴۲:۱۱ [۳] الاعراف ۷:۱۸۰

خود ترغیب کردہ اند و خود را آلہہ دانستہ

ترجمہ: ہمارے پیغمبرانِ عظام علیہم الصلوات والتسلیمات جو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار گذرے ہیں مخلوق کو خالق تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب فرماتے رہے ہیں اور انہوں نے غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا اور خود کو عاجز بندہ جانتے رہے اور اس تعالیٰ کی ہیبت وعظمت سے لرزاں وترساں رہے ہیں اور ہندوؤں کے معبود، مخلوق کو اپنی عبادت کی ترغیب دیتے رہے اور اپنے آپ کو معبود جانتے رہے ہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جملہ انبیائے کرام علیہم الصلوات نے تمام انسانوں کو حق تعالیٰ کی وحدت مطلقہ اور احدیت الٰہیہ کا درس دے کر عبادت الٰہیہ کی ترغیب اور غیر اللہ کی عبادت سے تہدید وترہیب دلائی ہے جبکہ ہندوؤں کے مبلّغین اپنے آپ کو ہی معبود سمجھ کر مستحق عبادت بن بیٹھے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ

یہاں انبیاء کرام علیہم الصلوات کی تعداد کے متعلق قدرے معلومات ہدیۂ قارئین ہیں۔

انبیائے کرام علیہم الصلوات کی تعداد کے متعلق متعدد ومختلف احادیث واقوال ہیں۔ ملاحظہ ہوں

○...... عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَمِ الْاَنْبِیَآءُ قَالَ مِأَۃُ اَلْفٍ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفًا[1] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

---

[1] ابن حبان: ۲/۲۱۳

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم انبیائے کرام کتنے ہیں؟......تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک لاکھ بیس ہزار۔

o...... اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سُئِلَ عَنْ عَدَدِ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ مِائَۃُ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَۃٍ وَعِشْرُوْنَ اَلْفًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِائَتَا اَلْفٍ وَّاَرْبَعَۃٍ وَعِشْرُوْنَ اَلْفًا[1] یعنی آپ علیہ السلام سے انبیائے کرام علیہم الصلوات کی تعداد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار اور دوسری روایت میں ہے دو لاکھ چوبیس ہزار۔

o......امام جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ چار ہزار بنی اسرائیل سے اور چار ہزار دیگر اقوام سے اور بعض کتابوں میں ہے کہ ایک لاکھ انبیائے کرام بھیجے گئے۔

مذکورہ بالا مختلف اقوال کے پیش نظر امام العقائد حضرت علامہ عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ عقائد نسفی میں یوں ارقام پذیر ہیں

قَدْ رُوِیَ بَیَانُ عَدَدِھِمْ فِیْ بَعْضِ الْاَحَادِیْثِ وَالْاَوْلٰی اَنْ لَّا یُقْتَصَرَ عَلٰی عَدَدٍ فِی التَّسْمِیَّۃِ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ''مِنْھُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ'' وَلَا یُؤْمِنُ فِیْ ذِکْرِ الْعَدَدِ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْھِمْ مَّنْ لَیْسَ مِنْھُمْ اَوْ یُخْرَجَ مِنْھُمْ مَّنْ ھُوَ فِیْھِمْ[2] یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوات کی تعداد بیان کرنے میں بعض احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اولیٰ یہ ہے کہ معین عدد پر اقتصار واکتفاء نہ کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان میں سے بعض انبیاء کرام کا ذکر ہم نے آپ سے کر دیا اور ان میں سے بعض کا ذکر (قرآن مجید) میں آپ سے نہیں کیا۔ ان کی تعیین تعداد میں اطمینان نہیں ہے۔

---

[1] شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری: ۵۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی [2] النبراس: ۲۸۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

اگر تعداد زیادہ بیان کردی گئی تو ممکن ہے ان میں وہ داخل ہو جائیں جو انبیاء کرام میں سے نہ ہوں اور اگر تعداد تھوڑی بیان کردی گئی تو ممکن ہے کچھ انبیائے کرام علیہم الصلوات ان میں سے خارج ہو جائیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے انبیائے کرام علیہم الصلوات کی تعداد متعین نہیں فرمائی بلکہ متن میں ''قریب'' کا لفظ لکھ کر متکلمین اہلسنت کے موقف کی تائید فرمائی ہے۔

تنبیہ:

واضح رہے کہ تقریباً پچیس انبیائے کرام علیہم الصلوات کے اسماء مبارکہ کی صراحت قرآن مجید میں مذکور ہے اور بعض انبیائے کرام علیہم الصلوات کے تذکار کتب احادیث وتفاسیر میں موجود ہیں جیسے سیدنا یوشع بن نون، سیدنا خضر، سیدنا دانیال، سیدنا شمویل اور سیدنا حزقیل علیہم الصلوات۔

اس سلسلہ میں حضرت علامہ سید محمود آلوسی مجددی رحمۃ اللہ علیہ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ[1] میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے یوں ارقام پذیر ہیں:

اَيًّا مَّا كَانَ لَا دَلَالَةَ فِي الْاٰيَةِ عَلٰى عَدَمِ عِلْمِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَدَدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ كَمَا تَوَهَّمَ بَعْضُ النَّاسِ[2] بہر حال اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوات کی تعداد کا علم نہ تھا جیسے بعض لوگوں نے وہم کیا ہے۔

---

[1] غافر ۴۰:۷۸ [2] روح المعانی: ۱۸/ ۱۳۷

دفتر اوّل مکتوب ۱۶۸

مکتوب الیہ

حضرت شیخ خواجہ محمّد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

طریقتِ نقشبندیہ ہر قسم کی بدعات سے پاک ہے

ذکر کے مراتب ثلاثہ ، نماز تہجد اہل اللہ کا شعار ہے

توجّہاتِ مشائخِ نقشبندیہ اور عالمِ وجوب تک رسائی

مکتوب - ۱۶۸

متن علوِ این طریقۂ علیّہ و رفعتِ طبقہ نقشبندیہ بواسطۂ التزامِ سنت است و اجتناب از بدعت لہٰذا اکابرِین طریقہ علیّہ از ذکر جہر اجتناب فرمودہ بذکر قلبی دلالت نمودہ اند و از سماع و رقص و وَجد و تواجد کہ در زمانِ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام و در زمانِ خلفائی راشدین نبودہ علیہم الرضوان منع فرمودہ و خلوت و اربعین کہ در صدرِ اول نبودہ بجائے آن خلوت در انجمن اختیار کردہ لاجرم نتائج عظیمہ برین التزام مترتِب گشتہ است و ثمراتِ کثیرہ بر آن اجتناب متفرِع شدہ

ترجمہ: اس طریقہ عالیہ کی بزرگی اور طبقہ نقشبندیہ کی بلندی سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے لہٰذا اس طریقہ عالیہ کے اکابرین ذکر جہر سے اجتناب کرتے ہوئے ذکر قلبی کی تلقین فرماتے ہیں اور سماع و رقص اور وجد و تواجد جو

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت اور خلفاء راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ خلافت میں نہ تھے، سے منع فرماتے ہیں اور گوشہ نشینی و چلہ کشی جو کہ دور صحابہ میں نہ تھے اس کی بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا۔ لازماً اس التزام کی وجہ سے عظیم نتائج مرتب ہوئے اور اس اجتناب سے کثیر ثمرات حاصل ہوئے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز طریقت نقشبندیہ کی فضیلت اور مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمت کا تذکرہ فرمارہے ہیں چونکہ یہ سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، خلفائے راشدین کی سنت کے ساتھ بالخصوص اور دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بالعموم گہری مناسبت کی بناپر بعینہٖ صحابہ کرام کا طریقہ ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ [۱] اور خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ [۲] سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و صحبت کی بدولت ابتداءً ہی وہ کمالات و برکات نصیب ہوجاتی تھیں جو اولیائے کاملین کو نہایت میں بھی کم ہی میسر ہوتے ہیں۔

خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و زیارت اور القائے فیض، اعطائے نسبت سے ممتاز و مخصوص ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَاصَبَّ اللهُ فِيْ صَدْرِيْ اِلَّا وَصَبَّبْتُهٗ فِيْ صَدْرِ اَبِيْ بَكْرٍ [۳] سے عیاں ہے اس لئے سلسلہ نقشبندیہ آپ کی نسبت صدیقی کی بدولت جملہ سلاسل سے فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔

---

[۱] مشکل الآثار: ۲/۱۹۵ [۲] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۴۵۷ [۳] فصل الخطاب: ۲۵۷

مطلق ذکر عبادت ہے خواہ سری ہو یا جہری جبکہ ریا کے اختلاط سے پاک ہو اور ذکر بندۂ مومن کیلئے ایسی نعمت کبریٰ ہے جس میں اس کی فوز وفلاح کا راز مضمر ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ [1] اور يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا [2] سے عیاں ہے۔

۞……مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم ذکر جہر کی بجائے ذکر خفی سری کی ترجیح وفضیلت کے قائل ہیں کیونکہ انکے نزدیک ذکر جہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علیٰ سبیلِ المواظبت بالالتزام ثابت نہیں ہے۔

عارف باللہ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

وَالْاَصْلُ فِي الْاَذْكَارِ الْاِخْفَاءُ وَالْجَهْرُ بِهٖ بِدْعَةٌ فَاِذَا وَقَعَ التَّعَارُضُ فِي الْجَهْرِ يُرَجَّحُ الْاَقَلُّ وَيَدُلُّ عَلٰى كَوْنِ ذَاكِرِ السِّرِّ اَفْضَلُ وَ مَجْمَعًا عَلَيْهِ مِنَ الصَّحَابَةِ مَنْ تَبِعَهُمْ قَوْلُ الْحَسَنِ اَنَّ بَيْنَ دَعْوَةِ السِّرِّ وَدَعْوَةِ الْعَلَانِيَّةِ سَبْعُوْنَ ضِعْفًا یعنی اذکار میں اصل اخفاء ہے اور جہر بدعت ہے، جب جہر میں تعارض پایا گیا تو اخفاء ترجیح یافتہ ہوگا اور یہ امر اس بات پر دال ہے کہ سری ذکر کرنے والا افضل ہے اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ان کی اتباع میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ سری دعا اعلانیہ دعا سے ستر درجے افضل ہے……مزید تحریر فرماتے ہیں

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ الذِّكْرَ سِرًّا هُوَ الْاَفْضَلُ وَالْجَهْرُ بِالذِّكْرِ بِدْعَةٌ اِلَّا فِيْ مَوَاضِعَ مَخْصُوْصَةٍ مَسَّتِ الْحَاجَةُ فِيْهَا اِلَى الْجَهْرِ بِهٖ كَالْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ وَتَكْبِيْرَاتِ التَّشْرِيْقِ وَتَكْبِيْرَاتِ الْاِنْتِقَالِ فِي الصَّلٰوةِ

---

[1] عنکبوت ۲۹:۴۵ [2] الاحزاب ۳۳:۴۱

وَالتَّسْبِيحِ لِلْمُقْتَدِيِّ إِذَا نَابَ نَائِبُهٗ وَالتَّلْبِيَّةِ فِى الْحَجِّ وَنَحْوِ ذَالِكَ [1]
یعنی علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ذکر سری افضل ہے اور ذکر جہری بدعت ہے لیکن مخصوص مقامات پر جبکہ ذکر جہری کی ضرورت ہے جیسے اذان، اقامت، تکبیرات تشریق، نماز میں تکبیرات انتقال، مکبّر کا نیابتِ امام میں تسبیح کہنا اور تلبیہ حج وغیرہا۔

ذکر کے مراتب ثلاثہ

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کے تین مراتب تحریر فرمائے ہیں

اِعْلَمْ اَنَّ الذِّکْرَ عَلٰى ثَلَاثَةِ مَرَاتِبٍ اَحَدُهَا الْجَهْرُ وَرَفْعُ الصَّوْتِ بِهَا وَذَالِكَ مَكْرُوْهٌ اِجْمَاعاً اِلَّا اِذَا دَعَتْ اِلَيْهِ دَاعِيَةٌ وَاقْتَضَتْهُ حِكْمَةٌ فَحِيْنَئِذٍ قَدْ يَكُوْنُ اَفْضَلُ مِنَ الْاِخْفَاءِ كَالْاَذَانِ وَالتَّلْبِيَّةِ ---- الخ

مرتبہ اولیٰ

یعنی ذکر کے تین مرتبے ہیں ان میں اولاً ذکر بالجہر جو باآواز بلند کیا جاتا ہے یہ اجماعاً مکروہ ہے البتہ جب کوئی مصلحت وضرورت اور اقتضائے حکمت ہو تو اس صورت میں ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہوتا ہے جیسے اذان اور تلبیہ وغیرہا۔ شاید صوفیائے چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم نے مبتدی سالک کے لئے اقتضائے حکمت کی خاطر ذکر بالجہر کو اختیار فرمایا ہے تاکہ شیطان مطرود ہو جائے...... سالک غفلت ونسیان سے محفوظ ہو جائے...... اور اس کے قلب میں آتش عشق شعلہ زن ہو جائے...... لیکن

---

[1] تفسیر مظہری جلد ثالث: ۳۶۱

ان کے نزدیک بھی ریا کاری اور نمود ونمائش سے احتراز شرط ہے۔

مرتبہ ثانیہ

اَلذِّکْرُ بِاللِّسَانِ سِرًّا وَھُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی ذکر باللسان سری ہے (زبان سے آہستہ آواز کے ساتھ ذکر کرنا) ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات لَایَزَالُ لِسَانُکَ رَطبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ [1] (تیری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے) دوسری روایت میں قِیْلَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا وَلِسَانُکَ رَطبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ [2] (عرض کی گئی کونسا عمل سب سے افضل ہے؟..... فرمایا یہ کہ تو دنیا سے رخصت ہو رہا ہو اور تیری زبان ذکر الٰہی سے تر ہو) سے یہی ذکر مراد ہے۔

مرتبہ ثالثہ

اَلذِّکْرُ بِالْقَلْبِ وَالرُّوْحِ وَالنَّفْسِ وَغَیْرِھَا الَّذِیْ لَا مَدْخَلَ فِیْہِ اللِّسَانُ وَھُوَ الذِّکْرُ الْخَفِیُّ الَّذِیْ لَایَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ [3] یعنی وہ ذکر جو قلب، روح اور نفس وغیرہ دیگر لطائف کے ساتھ ہے جسمیں زبان کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ ذکر خفی ہے جسے ملائکہ حفظہ بھی نہیں سنتے۔

۞ ..... ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ [4] اپنے رب کو اپنے نفس (دل) میں یاد کرو۔

۞ ..... دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً [5]

---

[1] ابن ماجہ: ۲۷۷ [2] تفسیر البغوی: ۱/ ۱۶۸ [3] تفسیر مظہری ۳/ ۳۶۲

[4] الاعراف ۷: ۲۰۵ [5] اعراف ۷: ۵۵

یعنی اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور خفیہ دعا کرو۔

۞ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ [1] سب سے بہتر ذکر خفی ہے۔

۞ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر یوں فرمایا: لَفَضْلُ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ الَّذِيْ لَايَسْمَعُهٗ سَبْعُوْنَ ضِعْفًا [2] یعنی ایسا ذکر خفی جس کو کوئی نہ سنے (وہ ذکر جہری سے) ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔

۞ ...... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَضِّلُ الذِّكْرَ الْخَفِيَّ الَّذِيْ لَايَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا [3] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ذکر خفی جسے ملائکہ حفظہ بھی نہ سن سکیں ذکر جہر سے ستر درجے افضل قرار دیتے تھے۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قُلْتُ هٰذَا الْحَدِيْثُ .... كَانَ دَالًّا عَلٰى اَفْضَلِيَّةِ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ [4] یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ذکر خفی کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

۞ ...... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ [5] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالغنی دہلوی محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ انجاح الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ میں رقمطراز ہیں

---

[1] مجمع الزوائد: ۱۰/۸۱، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۳۹۷ [2] مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۶۷۹۶

[3] مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث: ۴۶۱۵ [4] تفسیر مظہری: ۳/۳۶۲ [5] ابن ماجہ: ۲۶

قَوْلُهٗ کَانَ یَذْکُرُ اللہَ ...... الخ لَا یُتَصَوَّرُ ھٰذَا الذِّکْرُ اِلَّا بِالْقَلْبِ [1]

یعنی دائمی ذکر کا ذکر قلبی کے بغیر تصور ہو ہی نہیں سکتا۔ یقیناً ذکر باللسان فی کل احیان متصور نہیں کیونکہ انسان یا تو حالت نیند میں ہوتا ہے یا حالت بیداری میں۔ حالت نیند میں وہ ذکر باللسان سے غافل ہوتا ہے یونہی بیت الخلاء میں قضائے حاجت کے وقت ذکر باللسان مکروہ ہے بخلاف ذکر قلبی کے کیونکہ حق تعالیٰ کے ساتھ قلب کا تعلق حالت نوم اور حالت بیداری دونوں میں برابر ہوتا ہے۔

۞...... حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تلاوت قرآن بآواز اخفاء و جہر پر تبصرہ کرتے ہوئے قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز یوں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تلاوت بآواز بلند نشان مجاہدہ ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بآواز خفی نشان مشاہدہ ہے اور مقام مجاہدہ اندر جنب مقام مشاہدہ چون قطرہ بود اندر بحری [2]

مقام مجاہدہ، مقام مشاہدہ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے قطرہ سمندر کے مقابلہ میں۔

تنبیہ:

یہ امر مستحضر رہے کہ عہد رسالت، خلفائے راشدین کے دور خلافت اور دور صحابہ میں چلہ کشی، خلوت نشینی، سماع و رقص اور وجد و تواجد جیسے امور نہ تھے بلکہ یہ بعد کے محدثات ہیں، اس لئے طریقہ نقشبندیہ میں ان سے اجتناب اور سنت کے التزام کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ طریقت نقشبندیہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی متابعت و مناسبت کی بناء پر روحانی ارتقاء اور قرب خدا کا انحصار اتباع سنت، تخریب بدعت اور شیخ کی محبت و زیارت پر ہے جبکہ دیگر سلاسل طریقت میں باطنی ارتقاء اور طیِّ سلوک کا

---

[1] حاشیہ ابن ماجہ:۲۶ [2] کشف المحجوب فارسی: ۶۸ مطبوعہ نوائے وقت پرنٹرز لاہور

دارومدار ریاضتوں، دھوں اور چلّوں پر ہے۔

سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ العزیز نے کیا خوب کہا

از دل سالکِ رہ جاذبۂ صحبت شاں

می برد وسوسۂ خلوت و فکرِ چلہ را

متن نماز تہجد را بجمعیت تمام ادا می نمایند وایں بدعت را دررنگِ سنتِ تراویح درمساجد رواج رونق می بخشند وایں عمل را نیک می دانند ومردم را برآں ترغیب می کنند وحال آنکہ ادائے نوافل را بجماعت فقہاء شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَہُمْ مکروہ گفتہ اند اشد کراہت

ترجمہ: (بعض لوگ) نماز تہجد کو کامل جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مساجد میں رواج ورونق بخشتے ہیں اور اس عمل کو اچھا جانتے ہیں اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ فقہاء کرام شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَہُمْ ادائے نوافل باجماعت کو اشد مکروہ کہتے ہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نماز تہجد کو باجماعت ادا کرنے کی کراہت کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نماز تہجد کے

فضائل و فیوضات بیان کر دیئے جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔
وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

نماز تہجد کے فضائل

جب اہل دنیا شب کی تاریکیوں میں خواب راحت کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں تو درد محبت وفراق سے لاچار اور عشق و مستی سے سرشار، کچھ مردانِ باخدا محبوب کے دیدار ووصال کے طلب گار، نرم وگداز بستروں کو چھوڑ کر، سراپا ادب و نیاز دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ کبھی اپنے پروردگار کے حضور قیام وقعود کرتے ہیں کبھی رکوع وسجود کرتے ہیں کبھی اپنے رحیم وکریم رب کی حمد وستائش کرتے ہیں، کبھی اس کی بارگاہ بندہ نواز میں دست بدعا ہو کر اس کے فضل وکرم کی بھیک مانگتے ہیں، جیسا کہ آیاتِ کریمہ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا [1] اور تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا [2] سے عیاں ہے۔

بالآخر اسی پیچ وتاب اور سوز وساز، فغانِ نیم شبی اور آہِ سحر گاہی کی بدولت رخِ حقیقت سے نقاب، الٹ اور چہرۂ محبوب سے حجاب، سرک جاتے ہیں۔ مولانا روم مستِ بادۂ قیوم نے کیا خوب کہا

چوں نشینی بر سرِ کوئے کسے
عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود
جانِ مطلوبش برو راغب بود

---

[1] الفرقان ۲۵:۶۴ [2] السجدہ ۳۲:۱۶

لفظ تہجد بروزن تَفَعُّلٌ هُجُوْدٌ سے مشتق ہے اور ہجود لفظ عفا کی مانند اضداد میں سے ہے جو سونا اور بیدار ہونا دونوں معنوں میں مستعمل ہے جیسے اِثْمٌ کا معنی گناہ کرنا اور تَاَثُّم کا معنی ترک گناہ ہے ایسے ہی هُجُوْدٌ کا معنی سونا اور تہجد کا معنی ترکِ نیند (جاگنا) ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان قِيَامُ اللَّيْلِ بَعْدَ النَّوْمِ سے یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔

نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور فرض یا زائد عبادت لازم تھی جیسا کہ آیہ کریمہ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ [1] سے عیاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات ظاہری اس کا خصوصی اہتمام فرمایا اور اپنی امت کو بھی اس کے التزام کی تاکید فرمائی ...... اس لئے یہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات پر نفل مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذوق شب خیزی اور آہ سحر گاہی سے بے بہرہ لوگ معرفت حق اور گنج سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بحافظ
از یمن دعائے شب و وردِ سحری بود

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا

عطار ہو، رومی ہو، رازی کہ غزالی
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

جب بندہ مؤمن کو تہجد گذاری اور اشکباری کی نعمت غیر مترقبہ نصیب ہوتی ہے تو مشاہدہ محبوب اور وصل یار کی بدولت حسن و برکات اور انوار و تجلیات اسکے چہرے سے عیاں ہوتے ہیں جیسا کہ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ [2] اور

---

[1] بنی اسرائیل ۱۷:۷۹ [2] الفتح ۴۸:۲۹

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَارِ[1] سے واضح ہے۔

بقول اقبال مرحوم

چناں با ذاتِ حق خلوت گزینی
ترا اُو بیند و اُو را تو بینی
بخود محکم گذار اندر حضورش
مشو ناپید اندر بحرِ نورش
چناں در جلوہ گاہِ یار می سوز
عیاں خود را نہاں اُو را بر افروز

نمازِ تہجد اہل اللہ کا شعار ہے اور بندۂ مؤمن کا افتخار ہے ......نمازِ تہجد قضائے حاجات ، کفارۂ سیئات ، بلندیٔ درجات اور ظہورِ تجلیات کا حسین موقع ہے ...... نمازِ تہجد حصولِ قرب اور رضائے الٰہی کا زینہ ہے......نمازِ تہجد وصلِ رحمٰن اور حصولِ انعام کا ذریعہ ہے ......نمازِ تہجد محبت و معرفتِ الٰہی کا گنجینہ ہے......نمازِ تہجد بندگی کا نشان اور مقربین کی پہچان ہے......نمازِ تہجد لقائے محبوب اور دیدِ مطلوب کا موجب ہے۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں فرمایا

رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
درد منداں نوں تانگھ سجن دی ستیاں آن جگاوے

---

[1] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۱۸۲۳

متن نسبتِ ایشاں فوقِ ہمہ نسبتہا آمدہ کلامِ ایشاں دواءِ امراضِ قلبیہ است ونظرِشان شفاءِ عللِ معنویہ وتوجہ وجیہہ ایشاں طالبان را از گرفتاری کونین نجات می بخشد وہمتِ رفیع شان مریداں را از حضیضِ امکاں بذروۂ وجوب می برد .... لیکن دریں اوان کہ آں نسبت شریفہ عَنقاءِ مُغرِب گشتہ است

ترجمہ: ان کی نسبت تمام نسبتوں پر غالب آ گئی ہے۔ ان کا کلام قلبی امراض کیلئے دوا اور ان کی نظر روحانی بیماریوں کیلئے شفا ہے اور ان کی زبردست توجہ طالبوں کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے۔ ان کی بلند ہمت، مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک لے جاتی ہے ...... لیکن اس زمانے میں یہ نسبت شریفہ عنقائے مُغرِبْ ہوگئی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز طریقت نقشبندیہ کی فوقیت اور مشائخ نقشبندیہ کی توجہات قدسیہ کی برکات کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دراصل خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی نسبت وتوجہ وکلام اس قدر قوی اور پر تاثیر ہوتی ہیں جن کی بدولت ان کے مریدین کے بطون کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور وہ ہر ماسوٰی سے چھٹکارا حاصل کر کے توحید عیانی، وصل عریانی اور تجلی ذاتی دائمی سے شادکام

اور فیضیاب ہوتے ہیں۔مولانا عبدالرحمان جامی قدس سرہُ العزیز نے خوب کہا

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند

کہ برند از رہ پنہاںٔ بحرم قافلہ را

مُرورِ زمانہ، لوگوں کی کم ظرفی اور دوں ہمتی کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ کبریت احمر کی مانند کمیاب ، پوشیدہ اور عنقاء ہوگئی ہے۔چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے نسبت نقشبندیہ کو عَنقَائے مُغْرِبْ سے تشبیہہ دی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عنقائے مُغرب کے متعلق قدرے وضاحت کردی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللهِ التَّوْفِیْق

عنقاء مغرب ایک عجیب الخلقت اور مقطوع النسل دراز گردن پرندہ ہے جسے فارسی میں سیمرغ کہتے ہیں چنانچہ روایت ہے!

اللہ تعالٰی نے دوراول میں ایک پرندہ تخلیق فرمایا جسے عنقاء کہا جاتا تھا۔ بلادِ حجاز میں اس کی نسل کثرت سے پائی جاتی تھی۔وہ بچوں کو اچک کر لے جاتا تو لوگوں نے قبیلہ بنی عبس کے سردار خالد بن سنان سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے اس کی انقطاع نسل کیلئے دعائے ضرر فرمائی ،اس لئے وہ نابود ہوگیا۔اب بزم گیتی میں محض اس کا نام باقی ہے۔[1]

بلینہ:

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہُ الغفار نسبت نقشبندیہ کی جامعیت وعظمت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ نسبت خواجگان قدس اللہ ارواحہم آں نسبت شریف کہ جامع جمیع نسبتہاست وخلاصہ ومنتہائے مجموع طریقہاست [2]

---

[1] کنز العمال جلد دوازدہم: ۳۳۷ [2] فقرات: ۳۸

یعنی نسبت خواجگان قدس اللہ اسرارہم وہ نسبت شریفہ ہے جو جمیع نسبتوں کی جامع ہے اور تمام طریقوں کا خلاصہ ومنتہا ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں خواجگان این سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بہر زراقی ورقاصی نسبت ندارند کارخانہ ایشاں بلند است [1] اس سلسلہ عالیہ کے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کسی مکار اور رقاص کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے، ان کا کارخانہ بلند ہے۔

متن نمازِ تہجد را باین وضع سیزدہ رکعت می انگارند کہ دوازدہ رکعت ایستادہ می گذارند و دو رکعت نشستہ کہ حکم یک رکعت پیدا کند از آنجا گرفتہ اند کہ ثوابِ قاعد نصف ثوابِ قائم است و ایں علم وعمل نیز مخالفِ سنت است علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ حضرت پیغامبر کہ سیزدہ رکعت ادا فرمودہ اند ہمراہِ وتر است

ترجمہ: یہ لوگ نماز تہجد کو تیرہ رکعت اس طرح خیال کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کی جائیں اور دو رکعت بیٹھ کر تا کہ وہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرلیں۔ انہوں نے یہ مؤقف یہاں سے اخذ کیا ہے کہ بیٹھے ہوئے نمازی کا ثواب کھڑے ہوئے نمازی کے ثواب کا نصف ہوتا ہے حالانکہ یہ علم وعمل بھی مخالف سنت (علیٰ

[1] مکتوب: ۲۴۳

صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ) ہے۔حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعات وتر کے ساتھ ادا فرمائی ہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک ایسی بدعت کا ذکر فرما رہے ہیں جو خلاف سنت ہی نہیں بلکہ رافع سنت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مبتدعین نماز تہجد کی تیرہ رکعات کو یوں ادا کرتے ہیں کہ بارہ رکعات کھڑے ہو کر اور دو رکعتوں کو بیٹھ کر ادا کرتے تاکہ وہ ایک رکعت کے برابر ہو جائے اور اپنے اس فعل شنیع کی تائید حدیث پاک سے کرتے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد کی صرف تیرہ رکعات ہی ادا نہیں فرمائیں بلکہ آپ نے بلحاظ وقت وصحت وغیرہا کبھی تیرہ رکعات ، کبھی گیارہ رکعتیں، کبھی نو رکعات اور کبھی سات رکعات ادا فرمائی ہیں جیسا کہ درج ذیل روایات مختلفہ سے ثابت ہے اور ان میں تین رکعتیں وتر ہیں چنانچہ ملاحظہ ہوں

۞ ...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً [1] ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔

۞ ...... عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكْعَاتٍ [2] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد نو رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔

۞ ...... عَنْ عَامِرِ الشُّعْبِيْ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَا ثَلٰثَ

---

[1] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۴۹ [2] ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۵۰

عَشَرَةَ رَکْعَةٍ مِنهَا ثَمَانٌ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ [1]...... حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرات عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ لیل کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا تیرہ رکعات...... جن میں سے آٹھ رکعات نماز تہجد ہوتیں اور تین رکعت وتر ہوتے۔

۞...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلیٰ مِنَ الْوِتْرِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلیٰ وَفِی الثَّانِیَةِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ یَاۤاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَقُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ [2] یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ کافرون اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض گذار ہوئے حُدِّثْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ اِنَّکَ قُلْتَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰی نِصْفِ الصَّلٰوۃِ وَاَنْتَ تُصَلِّیْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰکِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ [3]

یعنی یا رسول اللہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب ہوتا ہے اور آپ خود بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ نے

---

[1] ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۵۱ [2] مسند امام اعظم: ۹۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۲۱۴

فرمایاہاں لیکن میں تم جیسا کب ہوں؟

جبکہ دوسری حدیث میں اجروثواب کی جوصراحت فرمائی گئی ہے **فھو ھذا**

مَنْ صَلّٰی قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ [1]

[1] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۰۴۸

دفتر اوّل مکتوب ۱۶۹

مکتوب الیہ

حضرت شیخ عبد الصّمد سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

ذواتِ مقدسہ اور اعمالِ صالحہ حصولِ مطلوب
کے لئے وسائط ہیں
شیخ سے عامیانہ گفتگو روحانی موت ہے

مکتُوب - ۱۶۹

متن مخدوما مقصدِ اقصیٰ ومطلب اَسنیٰ وصول بجناب قدس خداوندی است جل سلطانہ، لیکن چوں طالب درابتدا بواسطۂ تعلقاتِ شتیٰ در کمالِ تدنُّس وتنزل است وجناب قدسِ او تعالیٰ در نہایتِ تنزہ وترفع و مناسبتی کہ سببِ افاضہ واستفاضہ است درمیان مطلوب وطالب مَسلوب است لاجرم از پیرِراہ دان وراہ بین چارہ نبود کہ برزخ بود واز ہردو طرف حظ وافر دارد تا واسطۂ وصول طالب بمطلوب گردد

ترجمہ: میرے مخدوم مقصد اقصیٰ اور مطلب اسنیٰ خدا تعالیٰ جل سلطانہ' کی بارگاہ قدس ہے لیکن مختلف تعلقات کی وجہ سے ابتداءً ہی حد درجہ گندگی اور پستی میں ہے اورحق تعالیٰ کی بارگاہ قدس نہایت پاکیزہ اور بلند ہے لہٰذا وہ مناسبت جو افاضہ اوراستفاضہ کا سبب ہے ،مطلوب اور طالب کے درمیان مسدود ہے ۔لامحالہ راہ دان اورراہ بین پیر کے بغیر چارہ نہیں جو برزخ ہواوردونوں طرف سے حظ وافر رکھتا

ہو، تا کہ وہ طالب کیلئے مطلوب تک وصول کا واسطہ بن جائے۔

شرح

اس مکتوب گرامی کی تفہیم کے لئے چند تمہیدی کلمات اور بنیادی امور ہدیہء قارئین ہیں۔

سالک کا مقصود ومنتہا ذات حق جل سلطانہ ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی [1] سے واضح ہے اور حریم قدس جل سلطانہ کا قرب ووصل ہی اس کا مطلوب ہے۔ اس مقصود ومطلوب تک رسائی ذواتِ مقدسہ اور اعمال صالحہ کے ابتغاء واستعانت کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ آیات کریمہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ [2] اور اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ [3] سے عیاں ہے اور یہ ذوات واعمال، وصول مقصود اور حصول مطلوب کیلئے وسائل ووسائط ہیں۔ چونکہ اعمال تہمت زدہ وناقص ہونے کی بنا پر قابل اعتماد اور لائق قبول نہیں اس لئے یہ حصول مقصود کے لئے اتنے مفید اور مؤثر ثابت نہیں ہوتے جبکہ انبیائے کرام، علمائے حقیقت اور مشائخ طریقت کی ذوات مقدسہ، بارگاہ قدس جل سلطانہ میں مقبول ومحبوب ہوتی ہیں اس لئے ان کا وسیلہ زیادہ مؤثر اور سودمند ثابت ہوتا ہے۔ ان حضرات کے ساتھ محبت ومودت وارادت کی منجملہ وجوہات میں سے ایک بنیادی وجہ یہی ہوتی ہے۔

چونکہ خالق اور مخلوق، مطلوب اور طالب کے درمیان عدم مناسبت کی وجہ سے باہمی افادہ واستفادہ کی راہیں مسدود ومسلوب ہوتی ہیں، اگرچہ قادر مطلق جل سلطانہ کیلئے بغیر کسی مناسبت کے کمالات کا افادہ واستفاضہ ممکن تھا مگر اس تعالیٰ جل سلطانہ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے ساتھ مخلوق کے قضائے حوائج اور افادہ

---

[1] النجم۵۳:۴۲ [2] المائدہ۵:۳۵ [3] البقرہ۲:۱۵۳

کمالات کو اسباب کے پردوں میں مستور فرمادیا تاکہ **مستفیضین** وسالکین ان ذوات عالیہ کے طوق غلامی کو باعثِ افتخار اور موجبِ حصولِ مراد سمجھیں اور ہمیشہ ان کے نیازمند اور خدمتگار رہیں ۔ چنانچہ قدوۃ الکاملین حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہُ العزیز اس سلسلہ میں جو رقمطراز ہیں مخلصاً پیش خدمت ہے۔

میں ایک مرتبہ اپنے شیخ طریقت شیخ العباد حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی رضی اللہ عنہ کو وضو کروا رہا تھا میرے دل میں خیال گذرا کہ جب سارے کام تقدیر وقسمت سے صورت پذیر ہوتے ہیں تو آزاد منش لوگ امید کرامت پر پیران عظام کے غلام بے دام کیوں بنے رہتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا برخوردار جو تجھے وسوسہ آرہا ہے میں اسے سمجھ رہا ہوں ۔ تجھے جاننا چاہئے کہ ہر حکم کا ایک سبب ہے ۔ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی حاجت زادہ کو تاج کرامت سے نوازیں تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادیتا ہے اور اسے اپنے کسی دوست کی خدمت میں مشغول کردیتا ہے تاکہ یہ خدمت اس کیلئے سبب کرامت ہو جائے ۔[1]

متن **در ابتداء و در توسط مطلوب را بے آئینۂ پیر نمی توان دید و در انتہا بے توسطِ آئینہ پیر جمالِ مطلوب جلوہ گرمی گردد و وصلِ عریاں حاصل می شود**

ترجمہ: طالب ابتداء اور درمیان میں مطلوب حقیقی کو آئینہ پیر کے بغیر نہیں دیکھ سکتا جبکہ انتہا میں آئینہ پیر کے بغیر جمالِ مطلوب جلوہ گر ہو جاتا ہے اور طالب کو وصل عریاں حاصل ہو جاتا ہے۔

---

[1] کشف المحجوب فارسی :۱۷۳

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک سوال کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں دراصل جب کوئی سالک کسی شیخ کامل مکمل کے زیر نگرانی سلوک طے کرنا شروع کرتا ہے تو اسے ابتدائی اور درمیانی مدارج میں ہر ہر قدم پر شیخ کی توجہات و تصرفات ودعوات کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ شیخ کے ساتھ وفاداری بشرط استواری اور عشق ومحبت جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی رابطہ شیخ میں زیادہ استحکام اور رسوخ پیدا ہوتا ہے جوراہ سلوک کی پہلی سیڑھی ہے جس کے بعد فنافی الرسول اور فنافی اللہ وغیرہا منازل ومقامات آتے ہیں البتہ جب سالک منتہائے قرب کو پہنچ جاتا ہے تو شیخ اسے حق تعالیٰ کے حوالے کردیتا ہے اور خود دیگر سالکین کی رہنمائی ورسائی میں مصروف ومشغول ہوجاتا ہے۔

چونکہ مرید وسالک کے لئے حق تعالیٰ کے فضل وفتوحات کا باب اول اور قرب وعنایات کا مصدر اس کا شیخ ہی ہوتا ہے اس لئے شیخ کے متعلق سوقیانہ الفاظ اور عامیانہ انداز میں کلام بہت بڑی جسارت اور بے باکی ہوتا ہے، جو سالک کیلئے رجعت قہقہری کا باعث اور روحانی موت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے بلکہ شیخ کے متعلق تو سوء ظن بھی سالک کیلئے حرماں نصیبی کا موجب ہوتا ہے اس لئے اس قسم کے کلمات وگفتگو سے سالک کو اجتناب کرنا چاہئے اور اپنے شیخ سے معذرت طلبی اور توبہ واستغفار سے اس کی تلافی وتدارک کرنا چاہئے۔ البتہ حالت سکر میں اگر سالک سے خلاف ادب حرکات وسکنات کا ارتکاب اور توہین آمیز کلمات کا صدور ہوجائے تو بے اختیار ہونے کی بناء پر اسے معذور جاننا چاہئے لیکن حالت صحو اور ہوش میں آنے کے بعد اس پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہوتا ہے۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۷۰

مکتوب الیہ

حضرت شیخ نور محمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

دین خیر خواہی کا نام ہے

درویشی، خدمتِ خلق کا نام ہے

حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر روحانی ارتقاء ممکن نہیں

مکتوب - ۱۷۰

متن برادرِ ارشد آدمی را ہم چنانکہ از امتثالِ او امرِ حق جلّ وعلا وانتہا از نواہی چارہ نیست از مُراعاتِ اداءِ حقوقِ خلق و مُواسات باایشاں نیز چارہ نہ اَلتَّعظِیمُ لِاَمرِ اللّٰہِ وَالشَّفقَۃُ عَلٰی خَلقِ اللّٰہ بیانِ اداءِ این دو حقوق می فرماید

ترجمہ: سعادت مند بھائی! آدمی کو جس طرح حق جل وعلا کے اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے اجتناب کے بغیر چارہ نہیں ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق کی رعایت اور انکے ساتھ ہمدردی کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔ اللہ کے حکم کی تعظیم اور اسکی مخلوق پر شفقت ان دونوں حقوق کی ادائیگی کے بیان میں فرمائی گئی ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اوامر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کے علاوہ حقوق العباد کی رعایت اور مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی ومواسات کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ دراصل حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بطریق احسن

ادا کرنا دین ہے اور دین اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آئمہ امت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت کو کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ [۱] سے واضح ہے۔ اس سلسلہ میں جلیل القدر صحابی یوسف الأمہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ایک سبق آموز واقعہ ہدیہ قارئین ہے۔

ایک مرتبہ آپ کا غلام ایک نہایت خوبصورت، اصیل اور قیمتی گھوڑا صرف تین سو درہم میں خرید لایا۔ ہوسکتا ہے مالک کو ضرورت ہو اور اس نے مجبوراً سستے داموں بیچ دیا ہو۔ غلام نہایت خوش تھا کہ آپ اس نفع بخش سودے سے خوش ہونگے مگر جب آپ نے گھوڑے کی خوبصورتی اور قد کاٹھ کے ساتھ اسکی مالیت کا اندازہ لگایا تو خوش ہونے کی بجائے پریشان ہوگئے اور گھوڑے کے مالک کے گھر تشریف لے گئے اور اسے پانچ سو درہم مزید عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا...... تیرا گھوڑا کسی طرح بھی آٹھ سو درہم سے کم قیمت کا نہیں ہے...... اس لئے میں اسے تین سو درہم میں ہرگز نہیں خریدوں گا اور تیری مجبوری سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ یہ تقاضائے خیر خواہی کے خلاف ہے۔

جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ [۲] یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اس بات کی بیعت کی تھی کہ نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ دوں گا اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔

---

[۱] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸۲ [۲] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۵

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جب سالک کے لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو وہ ہر قسم کے حرص وہوس، نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات سے پاک ہو جاتا ہے۔ البتہ جب کوئی شیخ ناقص، کسی مرید کے ہاں اپنی مطلب برآری اور حصول دولت کے لئے جاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت حرام ہو جاتی ہے۔ اس لئے مخلوق خدا سے الفت ومحبت، بے لوث اور بے غرض ہونی چاہئے اور ان پر شفقت ورحمت مخلوق خدا اور امت مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوات سمجھ کر کرنا چاہئے تاکہ حق تعالیٰ کی رضا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی نصیب ہو سکے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ فقیری جبہ ودستار، عمامہ وسجادہ، عبادت وریاضت عیش وعشرت اور جلب منفعت کا نام نہیں بلکہ درویشی، صبر وسخاوت اور ضیافت و خدمت کو کہا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی خدمت خلق کا حکم ہوا تھا جیسا کہ یَادَاوٗدُ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا سے عیاں ہے۔
حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے آستانوں پر زائرین کیلئے بالعموم اور علماء وطلباء اور سالکین جادۂ طریقت کیلئے بالخصوص لنگر خانے سے طعام وقیام کا اہتمام ہوتا ہے تاکہ خدمت خلق کے ساتھ ساتھ شریعت وطریقت کی خدمت کا فریضہ بھی ادا ہوتا رہے۔

بینہ نمبر۳:

واضح رہے کہ جو سالک حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتا، وہ عروجی منازل اور روحانی مدارج کو حاصل نہیں کرسکتا۔ حقوق العباد ادا نہ کرنے سے مخلوق خدا کی دل آزاری ہوتی ہے اور لوگوں کی بددعاؤں کا باعث اور قلبی قساوت کا موجب ہوتی ہے ...... نفسانی ظلمتیں اور بشری کدورتیں ظاہر و باطن کو زنگ آلود کر دیتی ہیں ...... گناہوں کی نجاست، نفس کی مجاورت، معاصی کا ارتکاب اور حقوق العباد سے فرار وانکار، روحانی پرواز میں حائل وحاجب ہوتے ہیں بلکہ نوبت باینجا رسید آیہ کریمہ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ [۱] کے مصداق وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اَلْعَیَاذُ بِاللہِ سُبْحَانَہٗ

بینہ نمبر۴:

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلے میں بندۂ مؤمن کو روزانہ اپنا محاسبہ کرنا چاہئے۔ اگر جملہ حقوق اور جمیع معاملات شریعت مطہرہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے مطابق درست ہوں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے ورنہ اس کی ادائیگی وقضا اور معافی کی فکر کرنا چاہئے جیسا کہ حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا [۲] سے عیاں ہے۔

---

[۱] الاعراف ۷:۱۷۹ [۲] سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۸۳

دفترِ اوّل مکتوب ۱۷۱

مکتوب الیہ

حضرت ملا طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

سالکین کو فتنۂ ہجومِ خلق سے بچنا چاہیے

سالکین کے لئے فکر انگیز ارشادات نبویہ

احوال و کمالات لائقِ ناز نہیں ہوتے

مکتوب - ۱۷۱

متن رؤیتِ عیوب و مشاہدہ استیلاءِ ذنوب و خوف انتقام علام الغیوب و قلیل پنداشتن حسناتِ خود را اگرچہ بسیار باشد و کثیر انگاشتن سیّئاتِ خود را اگرچہ اندک باشد و ترساں و لرزاں بودن از شہرتِ و قبولِ خلق قَالَ علیہ الصلوٰۃ والسلام بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ

ترجمہ: اپنے عیبوں کو مدنظر رکھنا، اپنے گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کر کے غیبوں کے جاننے والے حق تعالیٰ کے انتقام کا خوف رہنا، اپنی نیکیوں کو قلیل جاننا اگرچہ بسیار ہوں، اپنے گناہوں کو کثیر جاننا اگرچہ کم ہوں، مخلوق میں مقبولیت وشہرت سے لرزاں وترساں رہنا، آدمی کی برائی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ دین اور دنیا میں انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا جائے مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے نصیحت آموز اور فکر انگیز انمول اسباق و پند و نصائح بیان فرمائے ہیں جو مشائخ روحانیت اور سالکین طریقت کیلئے حرزِ جان اور وظیفۂ ایمان ہیں۔

درحقیقت تخلیق انسانی کا مقصد حق تعالیٰ کی عبادت و معرفت کا حصول ہے جو دائمی عجز و نیاز مندی اور مسکینی و درماندگی کے ساتھ احکام شرعیہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کو نہایت اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ بجالانا ہے، ان کے بغیر منزل مقصود کا حصول ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سالکین طریقت تکبر و نخوت اور تعلّی و تفوّق سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ مسندوں اور مصلّوں کیلئے حیلے بہانے تلاش نہیں کرتے اور اگر انہیں کسی مصلحت و حکمت کے تحت مسند مشیخیّت پر بٹھا دیا جائے تو بامر مجبوری اس لئے قبول کرتے ہیں تاکہ حکم کی تعمیل کے ضمن میں لوگوں کی رشد و ہدایت اور تعلیم و دعوت کا کام سرانجام دے سکیں...... لیکن بایں ہمہ شہرت و پذیرائی اور فتنۂ ہجوم خلق سے ہمیشہ لرزاں و ترساں بھی رہتے ہیں...... ذاتی مفادات اور نفسانی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے آہ و زاری اور اپنی نیتوں کو صحیح کرنے میں کوشاں رہتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے ہاں دین خالص ہی منظور اور اخلاص نیت ہی مقبول و محبوب ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ [1] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخۡلِصًا دَخَلَ الۡجَنَّةَ [2] سے عیاں ہے۔

ترویج شریعت، احیائے سنت اور تائید ملت کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے لئے درج ذیل ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات خضرِ راہ ہے، ملاحظہ ہو

---

[1] الزمر ۳۹:۳ [2] المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۴۹۳۴

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ اَلْاِخْلَاصُ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَّۃِ وَالْعَدْلُ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَاَنْ اَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَ اَصِلُ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاَعْطِیْ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ نُطْقِیْ ذِکْرًا وَصَمْتِیْ فِکْرًا وَنَظْرِیْ عِبْرَۃً [۱] یعنی میرے رب تعالیٰ نے مجھے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے ۱......میں باطن وظاہر میں اخلاص کو اپنا شعار بناؤں ۲......رضا وغضب میں عدل کروں ۳......غنا وفقر میں میانہ روی اختیار کروں ۴......جو شخص مجھ پر ظلم کرے اسے معاف کردوں ۵......جو مجھ سے قطع تعلقی کرے اس سے صلہ رحمی کروں ۶......اسے عطا کروں جو مجھے محروم کرے ۷......میں ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہوں ۸......حالت خاموشی میں اس کی آیتوں میں غور وفکر کروں ۹......میں دیدۂ عبرت سے دیکھوں۔

متن وعدم اعتناء باحوال ومواجید خود اگرچہ صحیح ومطابق باشد اعتماد نباید کرد و مستحسن نباید پنداشت مجرد تائید دین وتقویت ملت را وترویج شریعت ودعوت خلق را بحق جلّ وعلا چہ ایں قسم تائید گاہ ہست کہ از کافر وفاجر ہم آید

---

[۱] القرطبی جزء: ۷/۳۴۶

ترجمہ: اپنے احوال ومواجید پر توجہ نہ دینا چاہئے اگر چہ وہ صحیح اور مطابق شریعت ہی کیوں نہ ہوں اور نہ ہی ان پر اعتماد کرنا اور مستحسن جاننا چاہئے، محض دین کی تائید، تقویتِ ملت، ترویجِ شریعت اور حق جل وعلا کی طرف مخلوق کو دعوت دینے پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور انہیں مستحسن نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر وفاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت کو ہمیشہ اپنے کرامات وکمالات اور احوال ومواجید کو ملحوظ خاطر رکھنے کی بجائے اپنے عیوب ونقائص اور گناہوں کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ حق تعالیٰ کے حضور باز پرس اور جواب دہی کا تصور غالب رہے۔ احکام شرعیہ اور اعمال حسنہ پر نازاں وفرحاں نہیں ہونا چاہیے کیونکہ قابل اعتبار اور لائق اعتماد وہی افعال واعمال ہیں جن پر بندۂ مؤمن کو استقامت نصیب ہو جائے۔ مشائخ طریقت فرماتے ہیں استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔

ما برائے استقامت آمدیم
نے برائے کرامت آمدیم

کیونکہ دین اسلام کی تائید وتقویت اور سنت وشریعت کی احیاء واشاعت کے جو امور حسنہ استقامت سے محروم ہوں، کفار وفجار وفساق سے بھی لے لئے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات **اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ**[1] سے عیاں ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۸۳۴

متن طمعے در مالِ مرید وتوقع در منافع دنیوی او پیدا نشود که مانعِ رُشد مرید است وباعثِ خرابی پیر چه آنجا ہمہ دینِ خالص می طلبند اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ

ترجمہ: مرید کے مال میں طمع اور اس سے دنیوی منفعتوں کی امید پیدا نہ ہو کیونکہ یہ مرید کی ہدایت اور پیر کی خرابی کا باعث ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے ہاں دین خالص کا مطالبہ کرتے ہیں خبردار اللہ تعالیٰ کے لئے دین خالص ہی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مشائخ طریقت کی تربیت کیلئے ایسے زریں اصول بیان فرمارہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ حرص و ہوس کی لعنتوں سے نجات اور قرب ووصل کی لذتوں سے سرشار ہو سکتے ہیں اور متوسلین کے قلوب ونفوس کا تصفیہ وتزکیہ بھی کر سکتے ہیں جبکہ گندم نما، جوفروش پیر اور ملنگ لباس خضر میں سادہ لوح شائقین طریقت سے ہمہ وقت نذرانے بٹورنے اور خدمت لینے کے چکروں میں غلطاں وسرگرداں رہتے ہیں۔ یہی وہ ننگ طریقت لوگ ہیں جن کے سینے نور معرفت سے محروم اور قلوب حضور وسرور سے یکسر خالی ہیں، جو تصوف کے پاکیزہ وشفاف چشمہ کو مکدر و بدنام کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے انہی لوگوں کے متعلق کہا تھا

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہراء

دفتر اوّل مکتوب ۱۷۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ بدِیعُ الدّیْن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

صورتِ شریعت .... حقیقتِ شریعت

صورت شریعت کا منتہائے عروج ممکنات ہیں

صفتِ حیات کا اجمالی تذکرہ ، اعیانِ ثابتہ ظلالِ صفات ہیں

مکتوب ـ ۱۷۲

متن معلوم اخوی اعزّی باد کہ شریعت را صورتی است وحقیقتی صورتش آنست کہ علمائے ظواہر بہ بیانِ آن متکفل اند وحقیقتش آنکہ صوفیۂ علیّہ بآن ممتاز اند نہایتِ عروج صورتِ شریعت تا نہایتِ سلسلۂ ممکنات است بعد ازاں اگر در مراتبِ وجوب سَیر واقع شود صورت با حقیقت ممتزج خواہد بود .... الخ

ترجمہ: میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ اس کی صورت وہ ہے کہ علمائے ظواہر جس کے بیان کے کفیل ہیں اور اس کی حقیقت وہ ہے کہ صوفیۂ علیہ جس سے ممتاز ہیں۔ صورت شریعت کی نہایت عروج سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے اس کے بعد اگر مراتب وجوب میں سیر واقع ہو تو صورت، حقیقت کے ساتھ ممتزج ہو جائے گی......

شرح

زیرِنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز شریعت وطریقت وحقیقت کے وہ بعض علوم ومعارف اوررموز واسرار بیان فرمارہے ہیں جن سے خال خال اوراقل قلیل عرفائے کاملین کوآ گاہی بخشی گئی ہے ۔دراصل حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کیلئے دنیوی رشد وہدایت اوراخروی فلاح ونجات کیلئے بیان فرمودہ جادۂ مستقیم کوشریعت کہاجاتا ہے۔شریعت کی دوقسمیں ہیں

صورتِ شریعت اور حقیقتِ شریعت

قضایائے شرعیہ کی تصدیق کو صورتِ شریعت سے تعبیرکرتے ہیں جبکہ مصداقات قضایائے شرعیہ کے رؤیت وشہودکوحقیقتِ شریعت کہاجاتا ہے...... بالفاظ دیگرصورتِ شریعت ،قرآن مجیداوراحادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کوکہتے ہیں۔ قرآن مجیداللہ تعالیٰ کا کلام ہے جوشان العلم اورصفت العلم کامظہر ہےاورشان العلم اورصفت العلم حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبداء تعین بھی ہے۔یوں باہمی مناسبت کی بناپرقرآن وحدیث بصورت وحی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل کیے گئے جیسا کہ آیات کریمہ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ [1] اور بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ [2] سے مفہوم ہوتا ہے...... جبکہ حقیقت شریعت ،شان الکلام وشان العلم اور صفت الکلام وصفت العلم ہے۔صورت شریعت کی تعلیم وتبلیغ اورافہام وتفہیم کی ذمہ داری علمائے کرام پرعائد کی گئی ہے جبکہ حقیقت شریعت کی دعوت وشہود ورؤیت کے کفیل عرفائے کاملین ہیں۔

صورتِ شریعت کا منتہائے عروج ،ممکنات ہے۔جب دائرہ امکان سے

۱؎ البقرہ۲:۹۷ ۲؎ البقرہ۲:۴

آگے مراتب وجوب میں سیر واقع ہو تو صورت، حقیقت کے ساتھ ممتزِج ہو جاتی ہے اور صورت و حقیقت کا یہ امتزاج شان العلم تک عروج پر منتہی ہو جاتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبداء تعین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صورتِ شریعت کے مصدر اکمل اور حقیقتِ شریعت کے مظہر اتم ہیں (وَ لِلّٰہِ الْحَمْد)

متن بعد ازاں اگر ترقی واقع شود صورت و حقیقت ہر دو وَداع خواہند نمود و معاملۂ عارف بشان الحیٰوۃ خواہد افتاد و این شانِ عظیم الشان را با عالم ہیچ مناسبتی نیست از شیونات حقیقیہ است کہ گردِ اضافت بآن نرسیدہ است تا تعلقی بعالم پیدا کند

ترجمہ: اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت و حقیقت دونوں رخصت ہو جائیں گے اور عارف کا معاملہ شان الحیات سے پڑے گا اور اس عظیم الشان کی شان کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے بلکہ یہ شیونات حقیقیہ میں سے ہے کہ اسے اضافت کی گرد نہیں پہنچی تا کہ وہ عالم دنیا کے ساتھ کوئی تعلق پیدا کرے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دوران سلوک جب سالک، دائرہ امکان اور شان العلم سے آگے شان الحیات تک رسائی حاصل کر لیتا

ہے تو شریعت کی صورت و حقیقت دونوں رخصت ہو جاتی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شان الحیات اور صفت الحیات کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

صفت حیات کا اجمالی تذکرہ

علمائے متکلمین اہلسنت کے نزدیک صفت حیات، صفات ذاتیہ حقیقیہ میں سے ہے جو جملہ صفات کی امام و اصل اور ان سے اعلیٰ و اسبق ہے۔ بقول شاعر

از صفاتش یکی حیات آمد
کہ امام ہمہ صفات آمد

او بخود زندہ است پائندہ
زندگان دیگر باو زندہ

لفظ حیات سے حیّ ماخوذ ہے اور حق تعالیٰ حیّ مطلق ہے کہ اسکی حیات، مخلوق کی حیات کی مانند نہیں ہے بلکہ وہ تعالیٰ اول بلا ابتداء اور آخر بلا انتہاء ہے اور حیّ کا معنی زندہ و پائندہ، دائم البقاء اور دیگر مخلوقات کو زندہ رکھنے والا ہے جیسا کہ آیات کریمہ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ [1] اور وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ [2] سے واضح ہے۔

✿ حضرت علامہ دوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدأالامالی میں یوں ارقام پذیر ہیں

ھُوَ الْحَیُّ الْمُدَبِّرُ کُلِّ اَمْرٍ
ھُوَ الْحَقُّ الْمُقَدِّرُ ذُوالْجَلَالِ

---

[1] البقرہ۲:۲۵۵ [2] الرحمان۵۵:۲۷

یعنی وہ تعالیٰ حقّ ہے اور ہر امر کی تدبیر فرمانے والا ہے، وہ حق تعالیٰ ہے صاحب جلال اور جملہ امور کی تقدیر کرنے والا ہے۔

حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ صفۃ الحیٰوۃ کے متعلق یوں رقمطراز ہیں

اَلْحَیٰوۃُ ھِیَ صِفَۃٌ اَزَلِیَّۃٌ تُوْجِبُ صِحَۃَ الْعِلْمِ یعنی حیات، ازلی صفت ہے جو علم وغیرہا صفات کے وجود کے صحیح ہونے کی موجب ہے۔

شان الحیات، شان العلم سے بلند تر ہے۔ صفت علم اپنی جامعیت کے باوجود صفتِ حیات کے تابع ہے۔ شیون وصفات کا دائرہ صفت حیات پر ختم ہوجاتا ہے اور مقصود کا دروازہ اور مطلوب کا پیش خیمہ یہی صفت حیات ہے۔ حریم حیات میں سیر نظری کرنے والے سالکین اقل ہیں اور حریم حیات میں سیر قدمی سے مشرف ہونے والے عارفین اقل قلیل ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ شان الحیات ایسی عظیم الشان، شان ہے کہ دیگر شیون وصفات اسکے پہلو میں ایسے نسبت رکھتے ہیں جیسے چھوٹی نہر کو دریائے محیط کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ شیخ ابن العربی قدس سرہُ العزیز آنجا کلبہ دارد کہ دران اقامت ورزیدہ است [1]

صفت حیات، حقیقت محض ہونے کی بنا پر عالم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی بلکہ وہ ہر قسم کی نسبت واضافت کے امتزاج وگرد وبو سے پاک ہے۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ خود بذاتِ اقدس کافی ہے، وہ تعالیٰ کمالاتِ ثمانیہ کے حصول میں صفات ثمانیہ کا محتاج نہیں بلکہ وہ بذات خود زندہ ہے نہ کہ اپنی صفتِ

---

[1] مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب: ۲۳

حیات کے ساتھ...... بذات خود دانا ہے نہ کہ صفت علم کے ساتھ...... الخ

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ صفات اور شیونات کے درمیان بہت باریک فرق ہے جو محمدی المشرب اولیاء کے علاوہ کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی شیونات اس کی ذات کی فرع ہیں اور اسکی صفات ان شیونات پر ہی متفرع ہیں۔ معلوم ہوا شیونات اور چیز ہیں اور صفات اور چیز۔ شیونات خارج میں عینِ ذات ہیں جبکہ صفات خارج میں زائد بر ذات ہیں۔ مقام شیون مواجۂ ذات ہے جبکہ مقام صفات ایسا نہیں ہے۔[1]

بینہ نمبر۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ اعیان ثابتہ، صفات کے ظلال ہیں اور ممکنات، اعیان ثابتہ کے ظلال ہیں یعنی مبدأ فیاض سے وجود اور اس کے توابع کا فیضان ممکنات تک اعیان ثابتہ کی وساطت سے ہوتا ہے جس طرح شیشے کے اندر چراغ کا نور دوسری اشیاء تک شیشے کے واسطے سے پہنچتا ہے آیہ کریمہ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ[2] اسی کی طرف مشیر ہے۔

بینہ نمبر۴:

بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ صفات اور ممکنات کے درمیان اعیان ثابتہ کا واسطہ عالم دنیا تک ہی محدود ہے۔ عالم آخرت میں صفات سے ممکنات کی طرف وجود اور اس کے توابع کا فیضان اعیان

---

[1] مزید تفصیلات کیلیے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۴ [2] النور ۲۴:۳۵

ثابتہ کے بغیر ہی ہوگا، یہی وجہ ہے کہ عالم دنیا میں ممکنات پر فنا طاری ہو جاتی ہے جبکہ اخروی عالم میں ممکنات فنا سے محفوظ ہونگے۔[1]

بینہ نمبر ۵:

واضح رہے کہ معرفت توحید بنیادی فرض ہے جس کے فیضان سے اکثر اہل علم محروم ہوتے ہیں جو بے جا بحث و تمحیص اور مباحثوں ومجادلوں میں حیات مستعار کو ضائع کر دیتے ہیں۔

ع معجزۂ اہلِ فکر فلسفۂ پیچ پیچ

بندۂ مؤمن جس قدر شراب توحید کا متوالا ہوتا ہے اسی قدر فکر دو عالم سے آزاد ہوتا جاتا ہے اور متاع زیست کو راہ حق میں نثار کر دیتا ہے اور آیۃ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ .... بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[2] کی عملی تفسیر ثابت ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاهَا

بینہ نمبر ۶:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جس شیخ کی خدمت وصحبت میں مال ودولت کی ہوس پیدا ہو، اس کی صحبت صوفیاء کے لئے زہر قاتل ہے، اس کی مجلس میں آمد ورفت سے کنارہ کشی کرنا چاہئے۔ البتہ جس شیخ کی صحبت سے سالکین کے قلوب، اغیار کی محبت سے آزاد اور بے زار ہوں اور وہ نفی اثبات کا طریقہ سکھا کر توحید کو قلوب میں اتار دے...... وہی سالکین کے لئے موحد زماں، قطب دوراں اور امام برحق ہوتا ہے۔

---

[1] تفسیر مظہری سورۃ الملک [2] التوبہ ۹:۱۱۱

بقول اقبال مرحوم

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

دفترِ اوّل مکتوب ۱۷۳

مکتوب الیہ

حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

ذاتِ احدیّتِ مجردہ ہی مطلوبِ حقیقی ہے

توحید کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

رؤیتِ باری کے متعلق حضرت امام ربانی کا مؤقف

مکتوب ۔۱۷۳

متن بدانکہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ را دو مقام است نفی و اثبات و ہر کدام نفی و اثبات را دو اعتبار اعتبار اول آنکہ نفی استحقاق عبادت الٰہۂ باطلہ کردہ شود و اثبات استحقاق عبادت معبود بحق نمودہ آید و اعتبار ثانی آنکہ نفی متعلق شود بمقصوداتِ غیر مقصودہ و متعلّقاتِ غیر مطلوبہ و متعلقِ اثبات جز مطلوب حقیقی نباشد و ورائے مقصود اصلی نبود ....

ترجمہ: جان لیجیے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے دو مقام ہیں نفی اور اثبات اور نفی و اثبات میں ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔ اعتبار اول یہ کہ معبودان باطلہ کے استحقاق عبادت کی نفی کی جائے اور معبود برحق کے استحقاق عبادت کا اثبات کیا جائے ...... اور اعتبار ثانی یہ کہ مقصودات غیر مقصودہ اور متعلقات غیر مطلوبہ کے متعلق کی نفی کی جائے اور سوائے مطلوب حقیقی کے کسی متعلق کا اثبات نہ ہو اور نہ ہی کوئی مقصود اصلی

ہو۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز توحید خالص کی تحصیل کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ جب کوئی سالک شیخ طریقت کے تلقین فرمودہ طریقہ کے مطابق نفی اثبات کا تکرار کرتا ہے تو اسے معبودان باطلہ کے ساتھ ساتھ مقصوداتِ غیر مقصودہ اور متعلقات غیر مطلوبہ (محدثات وممکنات) کو بھی لائے نفی کے تحت لانا چاہئے تا کہ **لا معبود الا اللہ** کا مفہوم ومعنی اس پر آشکار ہو جائے۔ یونہی جانب اثبات **الا اللہ** کے تکرار کے دوران جملہ اسماء وصفات سے ماوراء ذات احدیت مجردہ (مطلوب حقیقی) کو تلاش کرنا چاہئے تا کہ اسے ماسوا کی گرفتاری سے نجات وچھٹکارا میسر ہو سکے اور **لا مقصود الا اللہ** کا مفہوم اس پر عیاں ہو جائے۔ اقبال مرحوم نے خوب کہا

مرد مؤمن در نسازد با صفات
مصطفیٰ راضی نشد الاّ بذات

✿......محدث کبیر حضرت علامہ ملا علی قاری قدس سرہٗ الساری اس کے متعلق یوں ارقام پذیر ہیں:

لَآ اِلٰهَ مَعْبُوْدٌ بِالْحَقِّ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰهُ وَلِكَوْنِ الْجَلَالَةِ اِسْمًا لِلذَّاتِ الْمُسْتَجْمِعِ لِكَمَالِ الصِّفَاتِ وَعَلَمًا لِلْمَعْبُوْدِ بِالْحَقِّ قِيْلَ لَوْ بُدِّلَ بِالرَّحْمٰنِ لَايَصِحُّ بِهِ التَّوْحِيْدُ الْمُطْلَقُ یعنی وجود ہستی میں ماسوائے اللہ کے کوئی الہ، معبود برحق نہیں کیونکہ اسم اللہ، ذات مستجمع، صفات کمال کا اسم اور معبود برحق

کا علم ہے۔ اگر اس کی جگہ الرحمٰن لایا جائے تو اس سے توحید مطلق صحیح نہ ہوگی۔

ثُمَّ قِيلَ اَلتَّوْحِيْدُ هُوَالْحُكْمُ بِوَحْدَانِيَّةٍ مَنْعُوْتًا بِالتَّنَزُّهِ عَمَّا يُشَابِهُ اِعْتِقَادًا فَقَوْلًا وَعَمَلًا فَيَقِيْنًا وَعِرْفَانًا فَمُشَاهَدَةً وَعِيَانًا فَثُبُوْتًا وَدَوَامًا [1]

پھر کہا گیا ہے کہ توحید (کالغوی معنی) کسی شئی کی وحدانیت کا حکم کرنا ہے اور اصطلاحاً توحید، اللہ تعالیٰ کو اس کی وحدانیت کے ساتھ مشابہ سے اعتقاداً پھر قولاً اور عملاً پھر یقیناً وعرفاناً پھر مشاہدۃً وعیاناً پھر ثبوتاً ودواماً منزہ ثابت کرنا ہے۔

۞ ......خواجہء بزرگ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ الساری نے ارشاد فرمایا:

ہر چہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آن ہمہ غیر است [2] یعنی جو کچھ دیکھا گیا جو کچھ سنا گیا اور جو کچھ جانا گیا وہ سب غیر ہے۔

دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا:

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
و ز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ جمیع مخلوقات کے جملہ مبصرات ومشہودات ومسموعات کو لائے نفی کے تحت لانا چاہئے کیونکہ وہ سب غیر حق ہیں۔ ذات احدیت مجردہ کا احاطہ وادراک کسی بشر کے بس کا روگ نہیں ہے جیسا کہ آیات کریمہ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا [3] اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ [4] اس پر نص قاطع ہیں۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۴۶ [2] دفتر دوم مکتوب: ۱ [3] طٰہٰ ۲۰: ۱۱۰

[4] الانعام ۶: ۱۰۳

بینہ نمبر۲:

حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک کلمہ طیبہ کے تکرار کے دوران **لامعبود، لامطلوب** اور **لا مقصود** تینوں تصورات پر توحید پختہ وراسخ ہوجاتی ہے...... البتہ ابتدائے سلوک میں سالکین کو **لاموجود** کا تصور بھی سکھایا جاتا ہے مگر بعد میں اس تصور سے روک لیا جاتا ہے۔

بینہ نمبر۳:

وجودی صوفیاء کلمہ طیبہ کے تکرار کے دوران دائرہ نفی کا اثبات زیادہ کرتے ہیں اور لاالہ ای **لاموجود** کے تکرار پر زیادہ زور دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی قوت خیالیہ پر یہ معنی **نقش کالحجر** کی مانند راسخ ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ وحدت وجود کا قول کرنے پر مصر ہوجاتے ہیں جبکہ صوفیائے مجددیہ، جانب اثبات **الا اللہ** کا دائرہ وسیع کرتے ہیں تاکہ مطلوب حقیقی کا استحضار غالب رہے۔ غرضیکہ نفی اور اثبات دونوں توحید کی اساس ہیں۔ اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

لا و الا برگ و سازِ اُمتاں
نفی بے اثبات مرگِ اُمتاں

متن رؤیتِ اُخروی حق است امّا تصورِ آں مرا از جا مے برد مردم بوعدۂ رؤیت اخروی مسرور ومحظوظ اند وگرفتارئ من بجز غیب الغیب نہ بھلی ہمت

خواہان آنست کہ سر موئ از مطلوب از غیب بشہادت
نیاید واز گوش بآغوش نرسد ورخت از علم بعین نکشد چہ
تواں کرد مرا چنین آفریدہ اند

ع ہر کسے را بہر کارے ساختند

ترجمہ: رؤیت اخروی حق ہے لیکن اس کا تصور مجھے جامہ سے باہر کر دیتا ہے۔لوگ رؤیت اخروی کے وعدہ سے مسرور و محظوظ ہیں اور میری گرفتاری غیب الغیب کے سوا کچھ نہیں بلکہ تمام ہمت اس امر کی خواہاں ہے کہ مطلوب سرِ مو،غیب سے شہادت میں نہ آئے اور گوش سے آغوش تک نہ پہنچے اور رخت علم سے عین تک نہ کھینچے۔کیا کیا جائے میری تخلیق ہی ایسی ہے۔

ع ہر کسی کو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز رؤیت باری تعالیٰ کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ ارباب فطرتِ علیا اور اصحاب ہمتِ قصویٰ، شہودِ مراتبِ وجوب و صفات سے ماوراء، احدیتِ ذات مجردہ کے طالب ہوتے ہیں جو ہر قسم کے تقیدات وتعینات اور ادراکات سے وراء الوراء ہے۔ رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق صوفیاء کرام کے تین مؤقف ہیں۔

۞......وجودی صوفیاء کہتے ہیں کہ عالم دنیا میں خدا تعالیٰ کا دیدار نہ صرف ممکن ہے

بلکہ واقع ہے اور اس کے اثبات میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے واقعات و فرمودات بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔

✿...... بعض صوفیاء کا یہ مؤقف ہے کہ عالم دنیا اور عالم آخرت دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوسکتا اور وہ آیات کریمہ واحادیث مبارکہ جن میں دیدار کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ سب مشتبہات کے قبیل سے ہیں۔

✿...... حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک رؤیت باری تعالیٰ عالم دنیا میں ممکن تو ہے مگر واقع نہیں ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت معراج، بہشت میں رؤیت سے متفاوت ہے بلکہ شب معراج کی رؤیت کالرؤیت ہے اس لئے رؤیت اخروی، رؤیت دنیوی سے اقویٰ اور بلند تر ہے۔ گو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات دنیوی میں عالم دنیا سے نکال کر عالم بالا میں لے جا کر رؤیت سے مشرف فرمایا گیا مگر حیات دنیوی فنا پذیر ہونے کی بنا پر وہ مقام و مرتبہ نہیں رکھتی جو درجہ و مقام حیات اخروی ابدی رکھتی ہے نیز آخرت ہی محل رؤیت اور جائے دیدار ہے جہاں اس سعادت عظمیٰ سے نوازنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ**[۱] سے عیاں ہے۔

آپ ایک مقام پر مزید یوں ارقام پذیر ہیں

مؤمنین آخرت میں حق جل شانہ کو دیکھیں گے اور یقین وجدانی کے ساتھ (یہ احساس) پائیں گے کہ ہم حق جل سلطانہ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ التذاذ جو رؤیت پر مترتب ہوتا ہے اسے بھی اپنے اندر بدرجہ کمال پائیں گے لیکن انہیں مرئی (خدا تعالیٰ) کا کوئی ادراک نہیں ہوگا اور مرئی سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا ماسوائے

---

۱ القیامہ ۷۵:۲۳

وجدانِ رؤیت اور التذاذِ رؤیت کے ...... مرئی سے کوئی چیز نقد وقت نہیں ہوگی ۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را [1]

بلینہ:

واضح رہے کہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کی رو سے علمائے متکلمین اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مؤمنین درجات وکمالات کے تفاوت کے اعتبار سے روز قیامت جنت میں حق تعالیٰ وتقدس کا دیدار کریں گے لیکن اس معنی میں نہیں کہ ذات حقہ کا احاطہ اور اس کی کنہ، ادراک سے متحقق ہو...... بلکہ وہ حق تعالیٰ کی تجلی کی کسی نوع کا مشاہدہ کریں گے نہ کہ مرتبہ احدیت مجردہ کا، کیونکہ وہ تو وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے ۔ اس معنی کو رؤیت اخروی پر محمول کرنے کا تصور حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کو قلق واضطراب میں ڈال دیتا اور جامے سے باہر کر دیتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ مطلوب حقیقی کے علم سے عین، گوش سے آغوش اور غیب سے شہادت تک نہ آنے کے قائل ہیں اور آیہ کریمہ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ [2] میں اسی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ۔ وَاللهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

---

[1] مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب: ۴۴ [2] البقرہ ۲: ۳

دفتر اوّل مکتوب ۱۷۴

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد اشرف کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

مشائخ نقشبندیہ بُعد نما قرب کے خواہشمند ہوتے ہیں

شرک کی تفصیلات ، کلمۂ تمجید باعثِ حصار ہے

مکتوب ۔ ۱۷۴

متن مکتوبِ مرغوبِ اخوی اعزی وصول یافت چوں مُنبئ از محبتِ فقراء والتجا بایں طائفہ علیہ بود موجبِ فرحت گشت اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ نقدِ وقت دانند اما بدانند کہ دیوانگانِ این راہ باین معیّت تسلی نمی گیرند وباین بُعدِ قرب نما تسکین نمی یابند قربے می خواہند کہ بُعد نما باشد ووصلے می جویند کہ ہجر آسا بود تسویف وتاخیر راتجویز نمی نمایند تعطیل وتاجیل رامستہجن می انگارند .... الخ

ترجمہ: میرے عزیز بھائی کا مکتوب مرغوب وصول ہوا، جو محبت فقراء سے معمور اور اس بلند طائفہ سے، التجا پر مشتمل تھا موجب راحت ہوا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کو نقد وقت جانیں لیکن جان لیں کہ راہ طریقت کے دیوانے اتنی سی معیت سے تسلی نہیں پاتے اور اس قرب نما بعد سے تسکین نہیں پاتے بلکہ وہ ایسا قرب چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو اور ایسے وصل کے متلاشی ہیں جو ہجر جیسا ہو۔ وہ ٹال مٹول کو جائز قرار نہیں

دیتے، بے کاری اور تاخیر کو قبیح جانتے ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی کا تذکرہ فرمارہے ہیں کہ یہ حضرات قرب نما بُعد اور وصل آسا ہجر پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ هَلْ مِن مَّزِيد کا نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے بعد نما قرب اور ہجر آسا وصل کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اسی لئے خرافاتِ بے ہودہ اور دنیائے مغضوبہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے اور نہ ہی تاخیر وتعطیل اور لایعنی امور میں عمر عزیز جیسی انمول دولت قصویٰ کو ضائع کرتے ہیں۔ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ [1] اسی امر کا غماز ہے۔ علاوہ ازیں دنیوی کروفر، اغنیاء کے تر نوالوں اور مرغن غذاؤں کے در پے بھی نہیں ہوتے کیونکہ یہ باطنی تلویث اور روحانی تخریب کا باعث ہوتے ہیں۔

متن ننگ دارند ازانکہ درملکِ خداوندی جل سلطانہ لات وعُزی را شرکت دہند اے برادر اینجا ہمہ دین خالص می طلبند اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِص وغباری از شرکت تجویز نہ فرمایند لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

ترجمہ: عار کرتے ہیں کہ خداوند جل سلطانہٗ کی ملکیت میں لات وعزّیٰ کو شریک

---

[1] موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۴۰۲

کریں۔

اے بھائی! یہاں دین خالص طلب کرتے ہیں خبردار! دین خالص اللہ کیلئے ہی ہے اور شرکت کے غبار کو جائز قرار نہیں دیتے۔ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال اکارت جائیں گے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اہل اللہ انفسی خواہشات عاطلہ اور آفاقی معبودانِ باطلہ کی شرکت کے گرد وغبار سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شرک کی قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

۞......عمدۃ المتکلمین حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شرک کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

اَلْاِشْتِرَاکُ ھُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِیْکِ فِی الْاُلُوْھِیَّۃِ بِمَعْنٰی وَجُوْبِ الْوُجُوْدِ کَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَۃِ کَمَا لِعَبَدَۃِ الْاَصْنَامِ[1]

یعنی شرک یہ ہے کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا اس طرح کہ کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حق دار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا طریق ہے۔

۞......فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی قدس سرہٗ العزیز واجب الوجود کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

ھُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ وُجُوْدُہٗ مِنْ ذَاتِہٖ وَلَا یَحْتَاجُ اِلٰی شَیْءٍ اَصْلًا[2]

---

[1] شرح العقائد النسفیہ :۷۸ مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی [2] کتاب التعریفات:۱۰۹

یعنی واجب الوجود وہ ذات ہے جس کا وجود ذاتی ہوتا ہے اور وہ اپنے وجود میں کسی غیر کا محتاج ہرگز نہیں ہوتا۔

۞......علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

قَدْ یُقَالُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَالْوَاجِبَ وَالْقَدِیْمَ اَلْفَاظٌ مُتَرَادِفَةٌ [۱]

اللہ تعالیٰ، واجب الوجود اور قدیم، تینوں مترادف الفاظ ہیں ۔

۞......شرح عقائد کے حاشیہ میں مجوس کا مؤقف بایں الفاظ درج ہے

ذَهَبَ الْمَجُوْسُ اِلٰی اَنَّ لِلْعَالَمِ فَاعِلَیْنِ اَحَدُهُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَهُوَ فَاعِلُ الْخَیْرِ وَخَالِقُ الْحَیَوَانِ النَّافِعِ وَالثَّانِیُ الشَّیْطَانُ وَهُوَ فَاعِلُ الشَّرِّ وَ خَالِقُ الْحَیَوَانِ الضَّارِ [۲]

یعنی مجوس کا یہ عقیدہ ہے کہ عالَم کے دو فاعل ہیں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ فاعل خیر اور حیوانِ نافع کا خالق ہے اور دوسرا شیطان ہے جو فاعل شر اور مضر حیوان کا خالق ہے۔

۞......علامہ محمد عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ یوں ارقام پذیر ہیں

فَاِنَّهُمْ یَعْتَقِدُوْنَ اِلٰهَیْنِ یَزْدَانُ خَالِقُ الْخَیْرِ وَاَهْرَمَنُ خَالِقُ الشَّرِّ [۳]

یعنی مجوس دو معبودوں کے معتقد ہیں۔ اول یزداں اسے خالق خیر کہتے ہیں، دوم اہرمن جسے خالقِ شر کہتے ہیں۔

۞...... جب کہ علمائے متکلمین اہل سنت کے نزدیک بندوں اور ان کے افعال و اعمال کا خالق حقیقی اور مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے البتہ بندے اپنے افعال کے کاسِب ہیں اسی لئے ثواب و عقاب کے حقدار ہیں جیسا کہ آیات کریمہ وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمْ

---

[۱] شرح العقائد النسفیہ: ۳۸ [۲] شرح العقائد: ۷۸ [۳] النبراس: ۱۷۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

وَمَا تَعْمَلُوْنَ اور لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ سے واضح ہے۔ اسی لئے دومعبودوں کے اتخاذ سے ممانعت فرمائی گئی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ [۱] سے عیاں ہے۔

۞ ......معتزلہ بندہ کو خالق افعال مان کر اس کیلئے صفت خالقیت ثابت کرتے ہیں جو صفات مستقلہ میں سے ہونے کی صورت میں الوہیت اور استحقاق عبادت کی مناط و مدار ہے لیکن معتزلہ چونکہ بندے کو مستقل بالذات خالق نہیں مانتے بلکہ غیر مستقل اور حادث مانتے ہیں اس لئے جمہور متکلمین نے انہیں مشرک قرار نہیں دیا البتہ مشائخ ماوراء النہر نے ان کی تضلیل بلیغ ضرور فرمائی ہے اور انہیں مجوس سے بدتر قرار دیا ہے کہ مجوس تو صرف ایک شریک کو ثابت کرتے ہیں اور معتزلہ بندوں کو خالق افعال مان کر بے شمار شرکاء کا اثبات کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ تفتازانی قدس سرہُ العزیز تحریر فرماتے ہیں

اِنَّ مَشَائِخَ مَاوَرَاءِ النَّهْرِ قَدْ بَالَغُوْا فِيْ تَضْلِيْلِهِمْ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّ الْمَجُوْسَ اَسْعَدُ حَالًا مِّنْهُمْ حَيْثُ لَمْ يُثْبِتُوْا اِلَّا شَرِيْكًا وَاحِدًا وَالْمُعْتَزِلَةُ يُثْبِتُوْنَ شُرَكَاءَ لَا تُحْصٰى [۲]

اقسام شرک

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہُ العزیز نے شرک کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں

بالجملہ شرک سہ قسم است در وجود و در خالقیت و در عبادت [۳]

یعنی شرک کی تین اقسام ہیں اول اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو واجب الوجود

---

[۱] النحل ۱۶:۵۱ [۲] شرح العقائد: ۷۸ [۳] اشعۃ اللمعات: ۱/۶۱

ٹھہرانا......دوم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خالق حقیقی جاننا......سوم غیر حق تعالیٰ کو مستحق عبادت سمجھنا۔

اس سلسلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یوں ارقام پذیر ہیں

او تعالیٰ یگانہ است ہم در ذات وہم در صفات وہم در افعال وہیچ کس را در ہیچ امری باو تعالیٰ فی الحقیقت شرکتی نیست چہ وجود وچہ غیر آن ..... صفات وافعال او تعالیٰ در رنگ ذات او سبحانہ بی چگونہ اند وبصفات وافعال ممکنات ہیچ مناسبت ندارند[1]

حق تعالیٰ ذات، صفات اور افعال میں یگانہ ہے اور کوئی بھی کسی امر میں اس تعالیٰ کے ساتھ فی الحقیقت شریک نہیں ہے......اس تعالیٰ کی صفات وافعال اس سبحانہٗ کی ذات کی مانند بے چون اور بے چگون ہیں اور ممکنات کے صفات وافعال کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔

۞......امام المفسرین حضرت علامہ ابوعبداللہ انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر میں شرک کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں۔

۱...... **اَصْلُہٗ اِعْتِقَادُ شَرِیْکٍ لِلّٰہِ فِیْ اُلُوْھِیَّتِہٖ وَھُوَ الشِّرْکُ الْاَعْظَمُ** یعنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک سمجھنا شرک اعظم ہے۔

۲...... **اِعْتِقَادُ شَرِیْکٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی فِی الْفِعْلِ وَھُوَ مَنْ قَالَ اِنَّ مَوْجُوْدًا مَّا غَیْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَسْتَقِلُّ بِاِحْدَاثِ فِعْلٍ وَّ اِیْجَادِہٖ** یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ کے افعال میں اس طرح شریک سمجھنا کہ وہ مستقل اور بالذات اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کام کرسکتا ہے۔

۳...... **اَلشِّرْکُ فِی الْعِبَادَۃِ** یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرنا۔[2]

---

[1] مکتوبات شریفہ دفتر اول مکتوب: ۲۶۶ [2] الجامع لاحکام القرآن جلد پنجم: ۱۸۱

۞......حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز شرک کے متعلق رقمطراز ہیں

او تعالیٰ یکی است کہ شریک ندارد نہ در وجوب وجود نہ در الوہیت و استحقاق عبادت چہ شریک وقتی درکار بود کہ او تعالیٰ کافی نبود و مستقل نباشد و آن علامت نقص است کہ منافی وجوب و الوہیت است و چون کافی بود و مستقل باشد شریک بی کارمی ماند و عبث می افتد[1]

اللہ تعالیٰ ایک ہے جو شریک نہیں رکھتا نہ وجوب وجود میں، نہ الوہیت میں اور نہ استحقاق عبادت میں کیونکہ شریک اس وقت درکار ہوتا ہے جب وہ تعالیٰ کافی اور مستقل نہ ہو اور یہ (اللہ تعالیٰ کا کافی و مستقل نہ ہونا) نقص کی علامت ہے جو وجوب اور الوہیت کے منافی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کافی و مستقل ہے تو شریک بے کار و عبث ہوگا۔

بینہ نمبرا:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں شرک کی رسومات اور کفر کے ایام و اوقات کی تعظیم کو شرک میں بڑا رسوخ حاصل ہے بلکہ مستلزمِ شرک اور مستوجب کفر ہے۔ دو دینوں کی تصدیق کرنے والا اہل شرک میں سے ہے اور اسلام و کفر کے احکام کی آمیزش کرنے والا مشرک ہے تبری از کفر شرط اسلام است و بیزاری از شائبہ شرک شرطِ توحید یعنی کفر سے بے زاری اسلام کی شرط ہے اور شرک کے شائبہ سے بیزاری توحید ہے ...... کفار کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خصوصاً ان کی عورتیں کافروں کی رسومات کو بجالاتی ہیں اور اپنی عید کی طرح

---

[1] مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب: ۱۷

مسرت کا اظہار کرتی ہیں اور کفار کی مانند اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ہدیہ جات بھیجتی ہیں اور اس موسم میں کفار کی طرح اپنے برتنوں کو رنگین کر کے ان میں سرخ چاول ڈال کر بھیجتی ہیں اور اس موسم کا بڑا اعتبار و اہتمام کرتی ہیں ہمہ شرک است و کفر است بدین اسلام، یہ سب شرک ہے اور دین اسلام سے انکار و کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ [1] ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں مگر ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں [2]

بینہ نمبر ۲:

جس شخص کے اعمال ریا و سمعہ کے شائبہ سے پاک نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے اجر طلب کرنے کے گمان (اگرچہ وہ قول اور ذکر جمیل ہی کیوں نہ ہو) سے مبرّا نہیں ہوتا آنکس از دائرہ شرک بیرون نباشد و موحد و مخلص نبود

وہ شخص شرک کے دائرے سے باہر نہیں ہوتا اور موحد اور مخلص بھی نہیں ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلشِّرْكُ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ الظُّلْمَآءِ [3] میری امت میں شرک اصغر (ریاء) اس چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جو تاریک رات میں سیاہ پتھر پر چلتی ہے

لاف بی شرکتے مزن کان از نشانی پائے مور
در شب تاریک بر سنگ سیہ پنہان تر است [4]

بینہ نمبر ۳:

واضح رہے کہ جب تک انسان تعطیل و تشریک، تشبیہ و تعلیل اور تشریک فی

---

[1] یوسف ۱۲:۱۰۶ [2] دفتر سوم مکتوب: ۴۱ [3] حلیۃ الاولیاء: ۴/۱۷۱ [4] دفتر سوم مکتوب: ۴۱

التدبیر جیسے اباطیل سے مکمل طور پر چھٹکارا حاصل نہیں کرتا، اسے تنزیہہ کی حقیقت اور توحید خالص میسر نہیں ہوتی۔ من شآء التفصیلات فلیراجع الی المطولات

بینہ نمبر ۴:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں شرک اصغر (ریا کاری) اور دنیوی رغبت کے خدشہ کا اظہار تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مگر امت کے شرک جلی میں مبتلا ہونے کا کوئی امکان نہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا[1] یعنی مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ مجھے تمہارے متعلق دنیا کا ڈر ہے کہ اس میں رغبت کرنے لگو گے۔

دوسری روایت میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِیَ الشِّرْکَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِیَّةَ قَالَ اَتُشْرِکُ اُمَّتُکَ مِنْ بَعْدِکَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّهُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا وَثَنًا وَلٰکِنْ یُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ میری امت شرک اور شہوت خفی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

عرض کیا، آپ صلی اللہ علیک وسلم کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ فرمایا ہاں لیکن وہ سورج، چاند، پتھر اور بت کی عبادت نہیں کریں گے بلکہ وہ لوگوں کو

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۲۴۹ [2] مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۶۴۹۸

دکھانے کیلئے اعمال کریں گے۔

متن واقعہ کہ نوشتہ بودند ظہور جن بود و تصرفِ باطل او این قسم ظہور و تصرف او بر طالبان بسیار واقع می شود غم نیست اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ کَانَ ضَعِیْفًا واگر باز ظہور کند بتکرارِ کلمہ تمجید لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ دفع آن مُفسِد نمایند

ترجمہ: (آپ نے) جو واقعہ لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ اس قسم کا ظہور اور اس کا تصرف طالبوں پر بہت ہوتا رہتا ہے، بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے اگر پھر ظاہر ہو تو کلمہ تمجید لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے تکرار سے اس مفسد کو دفع کریں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کے واقعہ کی تعبیر اور اس کا روحانی علاج تجویز فرما رہے ہیں۔ طریقت کے طالب علموں کے ساتھ شیاطین و جنات خاص رغبت رکھتے ہیں، انہیں ڈراتے، بہکاتے اور دوران ذکر و مراقبہ ان پر دباؤ ڈالتے ہیں اور بعض اوقات بیماری کی صورت پیدا کرنے کی بھی بڑی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوں ہمت اور بزدل لوگ ذکر و مراقبہ اور نماز

واعمال صالحہ چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ایسی صورت میں طبیبوں کے پاس جانے کی بجائے اپنے شیخ کے ساتھ گہرا رابطہ رکھنا چاہیے اوران سے اپنا علاج کروانا چاہیے تاکہ شیخ روحانی تصرفات اور باطنی توجہات کے ذریعے جنوں اور شیطانوں کے اثرات کوزائل کردے۔علاوہ ازیں شیخ کے بتائے ہوئے کلمات حصار بالخصوص کلمہ تمجید کوحرز جاں بنانا چاہیے اوراس کے آخر میں لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ ملا کرصبح وشام ۲۱، ۲۱ مرتبہ پڑھ کراپنے آپ کودم کرنا چاہیے تاکہ سالک محفوظ قلعے میں محصور ہوجائے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۷۵

مکتوب الیہ

حضرت حافظ محمود رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

اربابِ تلوین کی اقسامِ ثلاثہ

لِی مع اللہ وقتٌ کے مفاہیم

مکتوب - ۱۷۵

متن بدانند کہ سالکان را چہ در بدایت و چہ در نہایت از تلوینات احوال چارہ نبود غایت مافی الباب اگر آن تلوین بر قلب است سالک از ارباب قلوب است و مسمّٰی بابن الوقت و اگر قلب از تلوین بر جست و از رقیتِ احوال آزاد گشت و بمقامِ تمکین پیوست این زمان ورودِ احوالِ متلوّنہ بر نفس است کہ بمقام قلب بخلافتِ آن نشستہ است

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ سالکوں کو خواہ وہ بدایت میں ہوں یا نہایت میں تلوینات احوال سے چارہ نہیں ہے۔ اس بارے میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر وہ تلوین قلب پر ہے تو سالک اربابِ قلوب میں سے ہے اور ابن الوقت سے موسوم ہے اور اگر قلب تلوین سے نکل گیا اور احوال کی غلامی سے آزاد ہو کر مقام تمکین کے ساتھ پیوست ہو گیا تو اس وقت احوال متلونہ کا ورود نفس پر ہوتا ہے جو مقام قلب میں اس کی خلافت

کے طور پر بیٹھا ہوا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت (مبتدی ہوں یا منتہی) کے احوال و کیفیات ہمہ وقت متغیر ہوتے رہتے ہیں۔ تلوینات احوال، ممکنات کی صفات کے لوازمات میں سے ہیں کیونکہ اسماء وصفات کی تجلیات کا ورود ونزول ہر لمحہ ہی ہوتا رہتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ**[1] سے واضح ہے۔

جب سالکین پر صفات جلالیہ کا پرتو پڑتا ہے تو ان پر بلا وامتحان وامراض نازل ہوتی ہیں اور جب صفات جمالیہ کا پرتو پڑتا ہے تو وہ ہمساز اور دمساز بن جاتے ہیں اسی لئے اغیار ان پر زبان طعن وتنقید دراز کرتے ہیں جبکہ خوش بخت نیاز مند مصلحت کے تحت خاموش ہو جاتے ہیں۔ اکثر سالکین اصحاب تلوین ہوتے ہیں اس لئے ان پر کبھی سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی صحو کا۔ بنا بریں نیاز مند مریدین کو ہر حال میں تنقید و اعتراض سے اجتناب کرنا چاہئے ...... اربابِ تمکین ویسے ہی بہت کم ہوتے ہیں۔

ارباب تلوین کی تین اقسام

فنائے قلب سے پہلے احوالِ مختلفہ (تلوینات) اگر سالک کے قلب میں ظاہر ہوں تو اس قسم کے سالک کو اہل دل اور ابن الوقت (موقع شناس) کہا جاتا ہے۔ جب سالک فنائے قلب کے بعد تلوینات سے فارغ ہو جاتا ہے تو احوال متلونہ کا ارتباط اس کے نفس سے ہو جاتا ہے کیونکہ نفس مقام قلب میں اس کی خلافت و

---

[1] الرحمٰن ۵۵:۲۹

نیابت کے طور پر متمکن ہو جاتا ہے اس قسم کے صاحب تلوین کو ابوالوقت کہنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

جب نفس محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے تلوینات سے گذر کر مقام تمکین واطمینان کے ساتھ پیوست ہو جائے تو تلوینات کا ورود قالب پر ہوتا ہے جو عناصر اربعہ اور امور مختلفہ سے مرکب ہے۔ یہ تلوین قالب دائمی ہوتی ہے کیونکہ قالب کے حق میں تمکین متصور نہیں ہے۔

نفس عناصر اربعہ کا خلاصہ ہونے کی وجہ سے لطافت میں لطائف عالم امر (قلب، روح، سر وغیرہا) کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اس لئے نفس اور قلب، سکر کے باعث اپنے احوال میں مستغرق رہتے ہیں بنابریں مجال مخالفت ان میں نہیں رہتی جبکہ عناصر اربعہ (قالب) اپنی کثافت کی وجہ سے احوال متلونہ کے سامنے پگھلتے نہیں بلکہ باہوش اور ہوشیار رہتے ہیں۔ اسی غلبہء صحو کے باعث ان میں استغراق و استہلاک نہیں ہوتا بنابریں مخالفت کا امکان رہتا ہے اسی لئے صوفیائے کاملین اطمینان نفس کے باوصف مجاہدہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے باوجود قالب سے امور مباحہ اور افعال مرخصہ کا اکتساب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ امور محرمہ (گناہ) کا ارتکاب نہیں کرتا تاہم گناہ کا خطرہ ضرور رہتا ہے اس لئے وہ گناہوں سے محفوظ تو ہوتا ہے لیکن معصوم نہیں ہوتا۔ معصوم ہونا انبیائے عظام اور ملائکہ کرام (علیہم الصلوات) کے ساتھ خاص ہے۔ اس قسم کا صاحب تلوین اخص خواص میں سے ہوتا ہے، حقیقتاً ابوالوقت بھی یہی ہو سکتا ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ اہل طریقت کے نزدیک ابوالوقت کو غوث مطلق علی الاطلاق،

امام وقت اور قیوم بھی کہا جاتا ہے جو حالات کا مرکب نہیں بلکہ راکب ہوتا ہے۔ وہ خود نہیں بدلتا بلکہ دگرگوں ماحول کو بدل کے رکھ دیتا ہے۔ وہ شعلہ خو بجلی کا دامن تھامنے دوڑتا اور سرکش حوادث کی گردنیں جھکانے لپکتا ہے۔ وہ جلال برق و باراں کا مذاق اڑاتا اور گرجتے بادلوں کے سامنے مسکراتا ہے۔ غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز نے خوب فرمایا

وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ
تَمُرُّ وَ تَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَانِیْ

نیست شہرے نیست دہرے را مرور
تا نیاید بر درم پیش از ظہور

متن معنی حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ کہ ازان سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نقل کردہ اند و جمعی از وقت وقتِ مستمر مراد داشتہ اند و جمعی دیگر وقت نادر راجع باین بیان باشد چہ نسبت بہ بعضی لطائف استمرار است و نسبت بہ بعضی دیگر ندرۃ

ترجمہ: حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ جو آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات سے نقل کرتے ہیں کا معنی ایک جماعت نے وقت سے دائمی وقت مراد لیا ہے اور دوسری جماعت اس بیان سے وقت نادر کی طرف راجع ہے کیونکہ بعض لطائف

(روح، سر، خفی، اخفیٰ) کی نسبت استمرار ہے اور بعض دیگر (قلب، نفس، عناصر اربعہ) کی نسبت ندرت ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ مشائخ طریقت نے ہر کسے ہر فہمے خود بند د خیال کے مصداق اپنے اپنے احوال و مذاق کے مطابق حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ کے مطالب و مفاہیم بیان فرمائے ہیں، بعض صوفیاء نے اس حدیث سے توحید وجودی مراد لی ہے۔ بقول شاعر

لی مع اللہ شان خود فرمودئی
من ندانم بندئی یا خود توئی

بعض صوفیاء نے اس سے توحید شہودی مراد لی ہے...... بعض مشائخ نے اس سے وقت نادرہ کا مفہوم اخذ کیا ہے اور بعض نے استمرار وقت کا قول کیا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک استمرار وقت کے باوجود وقت نادرہ بھی متحقق ہے جس کا تحقق دوران نماز ہوتا ہے جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [1] اور اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ [2] سے معلوم ہوتا ہے۔ آیہ کریمہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ [3] کے مطابق دورانِ نماز حالتِ سجدہ میں مدارج قرب میسر ہوتے ہیں اور جس وقت قرب میں زیادتی ہو اس وقت میں غیر کی گنجائش نہیں ہوگی، واقعہ معراج میں بیان فرمودہ درج ذیل حدیث قدسی بھی اسی طرف مشیر ہے۔

---

[1] سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۸۸۷ [2] مسلم، رقم الحدیث: ۷۴۴ [3] العلق ۹۶:۱۹

يَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجَلِكَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجَلِكَ [1] اے محمد صلی اللہ علیک وسلم میں ہوں اور تم ہو اور تیرے سوا جو کچھ ہے میں نے تیرے لئے تخلیق فرمایا۔ اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اے اللہ! تو ہی ہے، میں نہیں ہوں اور جو کچھ تیرے سوا ہے میں نے اسے تیرے لئے چھوڑ دیا۔

بلینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارقام پذیر ہیں کہ استمرار وقت تحقیق شدہ ہے، سخن اس میں ہے کہ استمرار کے باوجود حالت نادرہ بھی واقع ہے یا نہیں۔ ایک جماعت جسے ندرت وقت کی اطلاع نہیں دی گئی وہ اس کی نفی کے قائل ہو گئے اور دوسری جماعت جسے اس مقام سے بہرہ ور کیا گیا انہوں نے ندرت وقت کا اقرار کر لیا...... حق یہ ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نماز میں جمعیت عطا فرمائی گئی اور اس دولت قرب سے بہرہ ور کیا گیا وہ اقل قلیل ہے۔ [2]

---

[1] تشید المبانی [2] مکتوبات شریفہ دفتر اول مکتوب: ۲۸۷

دفترِ اوّل مکتوب ۱۷۶

مکتوب الیہ

حضرت مُلّا محمّد صدّیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

صاحبِ قلت کلام لائقِ صحبت ہوتا ہے

اوقات کی حفاظت طریقت کی ضرورت ہے

مکتوب - ۱۷۶

متن پس از محافظتِ اوقاتِ خود چارہ نہ بود تا باموِر لاطائل تلف نشود شعر خوانی و قصہ پردازی را نصیب اعداء دانستہ بسکوت وحفظِ نسبتِ باطن باید پرداخت اجتماع یاران درین طریق ازبرائے جمعیت باطن است نہ ازبرائے تشتُّتِ خاطر ....

ترجمہ: پس اپنے اوقات کی حفاظت کے بغیر چارہ نہیں تا کہ لایعنی باتوں میں تلف نہ ہوں۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی دشمنوں کا نصیب سمجھ کر خاموشی اور نسبتِ باطنی کی حفاظت کرنا چاہئے۔ اس طریقت میں احباب کا اجتماع باطنی جمعیت کے لئے ہوتا ہے نہ کہ قلبی انتشار کے لئے ......

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اپنے زیرِ تربیت مکتوب الیہ کو نصیحت فرمار ہے ہیں کہ اگرچہ تمہارا شاعرانہ مزاج تمہیں شعر خوانی اور

قصہ پردازی پر ابھارتا ہے لیکن اب تمہیں اس قسم کے لایعنی امور کو چھوڑ کر باطنی نسبت کی محافظت اور سکوت و مراقبہ پر مواظبت کرنا چاہئے تا کہ شعر گوئی اور بیت بازی جیسے فضول کاموں میں وقت کا ضیاع نہ ہو بلکہ ذکر و فکر کی بدولت قلبی جمعیت، روحانی سیر اور باطنی طیر میسر ہو اور اپنے ہم نشینوں کے لئے بھی قلبی جمعیت کا باعث ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خاموشی کے متعلق قدرے معلومات فراہم کر دی جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

حق تعالیٰ جل سلطانہ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے انسان کو قوت گویائی عطا فرما کر اس کے فوائد و مضرات بھی بیان کر دیئے

ایزد چو بنا کرد بہ حکمت تن و جاں
در ہر عضوے مصلحتِ کرد نہاں
گر مفسدے ندیدہ بودے ز زباں
محبوس نمی کرد بہ دنداں دہاں

جو شخص صدق و اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ استحضار ذات کے پیش نظر ہمیشہ کلمہ خیر ہی کہتا ہے کیونکہ کلمہ طیبہ صدقہ ہے جو مخلوق خدا کیلئے بالعموم اور مسلمانوں کیلئے بالخصوص رحمت و راحت کا باعث ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ[1] سے عیاں ہے۔ بقول اقبال مرحوم

فطرت مسلم سراپا شفقت است
در جہاں دست و زبانش رحمت است

بصورت دیگر بندہ مومن خاموش رہتا ہے کیونکہ اسی میں عافیت و سلامتی اور

---

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۹

زہد وحکمت ہے۔ اس قسم کا بندہ مومن جامع شریعت وطریقت، نیابت نبوت و خلافت رسالت کا مستحق اور لائق صحبت وقربت ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ اُعْطِيَ زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلْقَى الْحِكْمَةَ[1] یعنی جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبتی اور قلت کلام عطا کیا گیا ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ اسے حکمت القاء کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ یزید بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں عالِم کے لئے فتنہ یہ ہے کہ اسے سننے کی بجائے بولنا زیادہ پسند ہو اس لئے جب کوئی معقول گفتگو کرنے والا موجود ہو تو سننے میں ہی سلامتی ہے۔

غرضیکہ سالکین کو قلت کلام، قلت طعام، قلت منام اور قلت اختلاط مع الانام کے سنہری اصولوں پر کاربند رہنا چاہئے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم (جلد ثالث) میں زبان کی بیس آفات تفصیلاً بیان فرمائی ہیں جن کا مطالعہ سالکین طریقت کے لئے نہایت سودمند ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ نسبتِ نقشبندیہ میں اخفاء وسکوت کا غلبہ ہے اس لئے اس طریقت کے سالکین مراقبہ کو اولین ترجیح دیتے ہیں اور اپنے شیخ کے بتائے ہوئے اسباق واوقات کی تعمیل وتعمیر میں ہی مشغول رہتے ہیں کیونکہ طریقت میں اپنے شیخ کا فرمان ہی حرفِ آخر ہوتا ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۰۹۱

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ سالکین کو دورانِ سلوک دوسری نسبت کو اپنی نسبت میں خلط ملط نہیں ہونے دینا چاہیے کیونکہ دیگر مشائخ کی صحبت و اسباق کے تکرار سے باطنی مزاج بگڑ جاتا ہے جس سے منزل کھوٹی اور روحانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس معاملے میں صوفیائے طریقت تو اس قدر خوددار اور غیور ہوتے ہیں کہ وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت و ملاقات تو رہی درکنار پانی میں غرق ہونے سے اپنی جان بچانے کیلئے ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا بھی گوارا نہیں کرتے۔

چنانچہ عارف باللہ حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کو جب انکے مربی زبدۂ اہل رضا حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں اگر کچھ مانگنا ہے تو ان سے مانگ لو۔ انہوں نے عرض کیا حضور! میرے خضر تو آپ ہی ہیں مجھے تو جو کچھ لینا ہے آپ ہی سے لینا ہے۔ بلکہ مجھے تو سیدنا خضر علیہ السلام بھی آپ ہی کی برکت سے ملے ہیں۔

مَنِہ پا بیروں ز کوئے وفا
کہ از دوستاں نیرزد جفا

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ ایسا سالک درویش جو خدا و مصطفیٰ جل سلطانہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب و حضوری اور ولایت میں قدم رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ فضول کاموں کو چھوڑ کر توبہ و استغفار کرے اور اعمال صالحہ کا حریص ہو کیونکہ اوقات کی حفاظت کرنا راہ طریقت کی ضروریات میں سے ہے۔

بینہ نمبر ۴:

کاشف الحقائق حضرت خواجہ محمد صدیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ وہی مکتوب الیہ ہیں جن کی طرف دفتر اول مکتوب :۱۳۲ ارسال فرمایا گیا جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے ان کی جلالی تربیت کرتے ہوئے بوالہوس تک تحریر فرمایا تھا کیونکہ یہ راہ طریقت کو چھوڑ کر امراء کی مجالس اور لباس فاخرہ کے درپے ہو گئے تھے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی فہمائش وسرزنش پر مجالس اغنیاء کو خیر باد کہہ دیا اور آپ کی صحبت وزیر نگرانی سلوک نقشبندیہ طے کیا اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

دفتر اول مکتوب ۱۷۷

مکتوب الیہ

حضرت شیخ جمال الدین حسین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

جوانی میں تین اہم امور کی ترغیب

مکتُوب - ۱۷۷

متن خواجہ جمال الدین حسین عنفوانِ شباب را غنیمت شمرند و مہما اَمکن صَرفِ مرضیاتِ حق نمایند جلّ وعلا یعنی اوّلاً تصحیح عقائد بمقتضائے آرائے صائبہ اہل سنت وجماعت شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ لازم دانند و ثانیاً عمل بموجب احکام شرعیہ فقہیہ و ثالثاً سلوک طریقہ علیّہ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم وَمَنْ وُفِّقَ لِھٰذَا فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْ ھٰذَا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِیْنًا

ترجمہ: خواجہ جمال الدین حسین آغازِ جوانی کو غنیمت جانیں اور حتی المقدور اسے حق تعالیٰ جل وعلا کی مرضیات میں صرف کریں یعنی اولاً عقائد کو اہل سنت و جماعت شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ کی درست آراء کے تقاضوں کے مطابق صحیح کرنا لازم

جانیں ......ثانیاً احکام شرعیہ فقہیہ کے مطابق عمل کریں ......ثالثاً طریقہ عالیہ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا رستہ اختیار کریں۔جس شخص کو اس کی توفیق دے دی گئی وہ فوز عظیم پا گیا اور جو شخص اس سے محروم رہا وہ خسران مبین میں پڑ گیا۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو صحت وجوانی کو غنیمت جانتے ہوئے تین اہم ترین امور کی ترغیب دلا رہے ہیں۔

۱......اپنے عقائد کو متکلمین اہلسنت کے بیان فرمودہ عقائد کے مطابق درست کرنا چاہیے کیونکہ ان بزرگوں کے عقائد قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں اور درست عقائد پر ہی نجات کا دارومدار ہے۔

۲......عقائد حقہ کی روشنی میں احکام شرعیہ فقہیہ کی تعلیم وتحصیل کے بعد ان پر عمل کرنا چاہیے۔

۳......قرب خدا جل سلطانہ' اور باطنی انشراح حاصل کرنے کیلئے کسی شیخ کامل مکمل کی زیر نگرانی تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ بندۂ مومن شریعت و طریقت کا جامع قرار پائے اور اسے رضائے الٰہی جیسی دولت عظمیٰ نصیب ہو جائے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۷۸

مکتوب الیہ

حضرت مرزا مظفر رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

ہمسایہ کی اقسام ، ہمسایہ کے حقوق

حسنِ معاملات قربِ خداوندی میں معاون ہوتے ہیں

مکتُوب - ۱۷۸

متن مخدوما مکرّما احسان درہمہ جا محمود است علی الخصوص نسبت بجماعہ کہ قربِ جُوار دارند حضرت رسالتِ خاتمیّت علیہ وعلیٰ الہٖ الصلوات والتسلیمات در ادائے حقوقِ جوار آن قدر مبالغہ می فرمودند کہ اصحاب کرام ازان مبالغہ گمان می بردند کہ شاید باہلِ جوار اِرْث ہم بدہانند

مثنوی

چون چنین با یکد گر ہم سایہ ایم
توچو خورشیدی و ما چون سایہ ایم
چہ بُدِی اے مایۂ بے مایگان گرنگہ داری حقِ ہمسایگان

ترجمہ: میرے مخدوم ومکرم! احسان ہر جگہ قابل ستائش ہے خصوصاً اس جماعت کے ساتھ جو قرابت دار پڑوسی ہیں۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ الہ الصلوات و

التسلیمات ہمسائے کے حقوق کی ادائیگی میں اس قدر مبالغہ فرماتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس مبالغہ سے گمان ہونے لگتا کہ آپ شاید ہمسائیوں کو میراث میں داخل فرمادیں گے۔

ترجمہ شعر: جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہمسایہ کی طرح ہیں تو تو آفتاب کی مانند ہے اور ہم سایہ کی طرح ہیں

اے مایہ ء بے مائیگاں! اگر تو ہمسائیوں کے حقوق کی پاسداری کرے تو کیسا ہے؟

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو محتاجوں کی حاجت برآری اور سائلوں کی دستگیری کرنے کی سفارش فرمارہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ صاحب حیثیت اور اصحاب ثروت میں سے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہمسائیوں کے حقوق کے متعلق قدرے معلومات فراہم کردی جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

انسان فطرۃً مدنی الطبع واقع ہوا ہے اس لئے باہم مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ نے جہاں حقوق اللہ بیان فرمائے ہیں وہاں حقوق العباد کا بھی تذکرہ فرمایا ہے تا کہ انسان ان سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر امن و مروّت کے ساتھ حیات مستعار کے ایام گذار سکے اور دوسروں کیلئے بھی سلامتی و عافیت کا باعث ہو۔ اس طرح ایک ایسا جنت نظیر معاشرہ تشکیل پائے گا جو بندگانِ خدا کیلئے امن وامان اور سکون واحسان کا گہوارہ ثابت ہوگا۔

ہمسایہ کی اقسام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْجِیْرَانُ ثَلَاثَۃٌ فَمِنْھُمْ مَنْ لَہٗ ثَلَاثَۃُ حُقُوْقٍ وَمِنْھُمْ مَنْ لَہٗ حَقَّانِ وَمِنْھُمْ مَنْ لَہٗ حَقٌّ وَاحِدٌ وَاَمَّا الَّذِیْ لَہٗ ثَلَاثَۃُ حُقُوْقٍ فَالْجَارُ الْمُسْلِمُ الْقَرِیْبُ لَہٗ حَقُّ الْاِسْلَامِ وَحَقُّ الْجِوَارِ وَحَقُّ الْقَرَابَۃِ وَاَمَّا الَّذِیْ لَہٗ حَقَّانِ فَالْجَارُ الْمُسْلِمُ لَہٗ حَقُّ الْاِسْلَامِ وَحَقُّ الْجِوَارِ وَاَمَّا الَّذِیْ لَہٗ حَقٌّ وَاحِدٌ فَالْجَارُ الْکَافِرُ لَہٗ حَقُّ الْجِوَارِ [1] یعنی پڑوسی تین قسم کے ہیں ان میں سے ایک پڑوسی وہ ہے جس کے تین حق ہے دوسری قسم کے پڑوسی کے دو حق ہیں اور تیسری قسم کے پڑوسی کا ایک حق ہے۔ جس پڑوسی کے تین حقوق ہیں وہ مسلمان قریبی رشتہ دار پڑوسی ہے جس کے لئے اسلام کا حق، پڑوس کا حق اور قرابت کا حق ہے...... جس شخص کے دو حق ہیں وہ مسلمان ہمسایہ ہے جس کیلئے اسلام کا حق اور پڑوس کا حق ہے ......اور جس پڑوسی کا صرف ایک حق ہے وہ کافر پڑوسی ہے جس کا صرف ہمسائیگی کا حق ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چالیس گھر پڑوسی ہیں [2] حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد چاروں طرف چالیس چالیس گھر مراد ہیں۔ [3]

ہمسایہ کے حقوق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا

اَتَدْرُوْنَ مَاحَقُّ الْجَارِ کیا تم جانتے ہو پڑوسی کا کیا حق ہے؟......اگر وہ

---

[1] کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۴۹۳۵ [2] المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۵۴۹۳

[3] احیاء العلوم جلد ثانی

تم سے مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو...... اگر تم سے قرض مانگے تو اسے قرض دو...... اگر حاجت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری کرو...... اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو...... اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ...... اگر اسے بھلائی پہنچے تو اس کو مبارکباد دو...... اگر کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی غم خواری کرو...... اس کی عمارت سے اپنی عمارت بلند نہ کرو اس طرح اس تک ہوا نہیں پہنچے گی البتہ اس کی اجازت سے ایسا کر سکتے ہو...... اگر کوئی پھل خریدو تو اسے تحفہ بھیجو، اگر ایسا نہ کر سکو تو پھل گھر میں پوشیدہ طریقے سے لاؤ اور تمہارا بچہ پھل لے کر باہر نہ جائے کہ اس سے اس کے بچے کو رنج پہنچے گا...... اپنی ہانڈی کی خوشبو سے اسے اذیت نہ دو مگر یہ کہ تم اسے بھی اس سے چلو بھر دیدو...... اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو...... اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ پھر ارشاد فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَاحَقُّ الْجَارِ؟ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایَبْلَغُ حَقُّ الْجَارِ اِلَّا قَلِیْلٌ مِمَّنْ رَحِمَہُ اللّٰہُ [1] کیا تم جانتے ہو ہمسایہ کا کیا حق ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے پڑوسی کا حق تھوڑے لوگ ہی ادا کر سکتے ہیں کہ جن پر اللہ کا رحم ہو۔

بلینہ:

واضح رہے کہ حسن معاملات قرب خداوندی میں بڑے معاون ہوتے ہیں۔ دور حاضر چونکہ نفس پرستی اور خود غرضی کا دور ہے اس لئے مخلوق خدا کے ساتھ بالعموم اور اہل حقوق کے ساتھ بالخصوص بے لوث و بلا معاوضہ احسان و شفقت کرنا چاہئے تا کہ حق تعالیٰ جل سلطانہ کی رضا نصیب ہو۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

---

[1] کنز العمال: ۵۸/۹

دفترِ اوّل مکتوب ۱۷۹

مکتوب الیہ

حضرت میر عبد اللہ بن میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

علومِ شرعیہ کی تحصیل و تعمیل

داعیانِ حق کے قول و فعل کا تضاد باعثِ فتنہ ہے

مکتوب - ۱۷۹

متن موسمِ جوانی را غنیمت دانستہ بتحصیلِ علوم شرعیہ وعمل بمقتضائے آن علوم اشتغال دارند واہتمام نمایند کہ این عمرِ گرامی در مالایعنی صرف نشود و بلہو ولعب تلف نگردد

ترجمہ: عہد جوانی کو غنیمت سمجھیں، علوم شرعیہ کی تحصیل اور ان علوم کے مطابق عمل میں مشغول رہیں اور اہتمام کریں کہ یہ عمر گرامی لایعنی امور میں بسر نہ ہو اور لہو ولعب میں تلف نہ ہو جائے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو نصیحت وتلقین فرما رہے ہیں کہ ایام شباب کو غنیمت سمجھ کر صحت وتندرستی پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کر کے علوم شرعیہ کی تحصیل کرنا چاہئے اور تحصیل تعلیم کے بعد اس کی تعمیل وتبلیغ میں بھرپور کوشش کرنا چاہئے کیونکہ سیرت وکردار کی پاکیزگی وپختگی ایسی نعمت

غیر مترقبہ ہے جو عوام الناس کے قلب و نظر میں انقلاب برپا کر کے ان میں عمل کی تحریک و جذبہ پیدا کرتی ہے نتیجتاً ایک صالح اور مہذب معاشرے کی تعمیر و تشکیل ہوتی ہے جو مخلوق خدا کے لئے باعث راحت و شفقت ہوتا ہے۔ بصورت دیگر داعیان حق کے قول و فعل میں تضاد کے باعث ظاہر بین لوگوں کو حق پر آوازے کسنے کا موقعہ مل جاتا ہے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ[1] جو منافقانہ روش اور دوغلی پالیسی ہے جس کی بناء پر عامۃ الناس علماء و مشائخ سے نفرت کرتے اور شریعت و طریقت کے نظام سے دور بھاگتے ہیں۔ اَلْعَيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ

مکتوب الیہ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے خلیفہ کے صاحبزادے ہیں اس لئے آپ انہیں ان کے والد گرامی کی عدم موجودگی میں ان کے مریدین کی خاطر تواضع کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں اسی بناء پر مشائخ کرام کی ظاہری اور جسمانی عدم موجودگی میں بطور نیابت و خلافت جانشینی کا سلسلہ چلا آرہا ہے تا کہ آستانوں پر آنے والے مہمانوں اور درویشوں کی ظاہری و باطنی ضیافت کا اہتمام ہوتا رہے۔

---

[1] یونس ۱۰: ۸۵

دفترِ اوّل مکتوب ۱۸۰

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

خواجہ محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

غیرتِ نسبت کا تقاضا

مکتوب - ۱۸۰

متن مشیخیت پناہی خواجہ خاوند محمود باین حُدود تشریف آوردہ بودند باوّل ملاقات سخن از حضرت مولانا مذکورہ ساختند وگفتند کہ ایشاں از کسے مجاز نہ بودند لہٰذا دراوائل مرید نمی گرفتند ودر اواخرِ عمر شروع در شیخی کردند گفتہ شد کہ ایشاں بزرگ بودند وتمام ماوراء النہر بہ بزرگیِ ایشاں قائل ہرگز تجویز نمی تواں کرد کہ بے اجازت ایشاں مرید گرفتہ باشند در اوائل یا در اواخر کہ ایں قسم عمل داخلِ خیانت است بہ اَدنائے مسلم ایں ظن نمی تواں کرد فکیف بہ اکابرِ دین

ترجمہ: مشیخیت پناہ خواجہ خاوند محمود اس علاقہ میں تشریف لائے پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے حضرت مولانا مذکور (حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق

سخن سازی کرتے ہوئے کہا کہ وہ کسی سے مجاز نہ تھے اس لئے اوائل میں مرید نہیں کیا کرتے تھے آخر عمر میں انہوں نے شیخی شروع کر دی تھی انہیں جواباً کہا گیا کہ وہ بزرگ تھے سارا ماوراء النہران کی بزرگی کا قائل تھا وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کر سکتے تھے کہ اوائل یا اواخر میں بغیر اجازت کسی کو مرید کریں۔ کیونکہ اس قسم کا عمل خیانت میں داخل ہے۔ جب کوئی ادنی مسلمان یہ گمان نہیں کر سکتا تو اکابر دین کیسے کر سکتے ہیں؟۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اپنے شجرہ طریقت میں مذکور دو مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہما کی خلافت و اجازت اور باطنی نسبت پر ایک معترض کے اعتراض کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ ان حضرات کو اپنے شیوخ کرام سے باقاعدہ اجازت و خلافت حاصل تھی۔ وہ دونوں حضرات مخزنِ اسرارِ سرمدی حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی اور قطب اوحد حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہما ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے تاکہ قارئین کی معلومات میں مزید اضافہ ہو۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد زاہد تھا۔ آپ ۱۴ شوال المکرّم ۸۵۲ھ بمقام وخش مضافات حصار علاقہ بخارا میں متولد ہوئے۔ آپ قدوۃ العارفین حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی قدس سرہُ العزیز کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ ابتداء میں خواجہ چرخی کے کسی خلیفہ سے طریقت نقشبندیہ کے اذکار و اطوار کی تلقین و تعلیم حاصل کر کے

گوشہ نشین ہو گئے لیکن جونہی قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ الغفار کی تربیت وارشاد کا شہرہ سنا تو آپ فوراً عزلت نشینی کو خیر باد کہہ کر خواجہ احرار کے آستانہ عالیہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

زاہد بہ ہشت خلوت و دامن ز پا کشید
چوں از بہار دامن صحراء بہشت شد

ادھر خواجہ احرار فراست باطنی اور اشارہ غیبی پا کر آپ کے استقبال کے لئے بمع احباب و مریدین روانہ ہو گئے۔ رستے میں ایک مقام پر درخت کے سائے تلے خواجہ احرار کی زیارت و قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ خلوت میں اپنے احوال و واردات حضرت خواجہ کے گوش گذار کیے اور بیعت کی درخواست کی تو حضرت خواجہ نے اسی مجلس میں آپ کو توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ سے سلوک نقشبندیہ کی تکمیل کروا کر خلافت مطلقہ اور اجازت خاصہ سے نوازا اور وہیں سے رخصت کر دیا۔ یوں آپ حضرت خواجہ کے ہم آغوش سعادت و کمالات ہو کر واپس لوٹے اور حضرت خواجہ کے خلفاء میں ایک ممتاز مقام پر فائز المرام ہوئے اور اپنے مرشد گرامی کے حسب ارشاد طالبان طریقت کی تلقین و تعلیم و تربیت میں مشغول ہو گئے۔ آپ فقر و تجرید، زہد و تفرید اور اتباع سنت میں بلند مقامات پر فائز تھے۔ شاہان وقت بھی آپ کے باطنی تصرفات اور روحانی کمالات کے معترف تھے بلکہ حاکم وخش تو آپ کا مرید تھا۔ یکم ربیع الاول ۹۴۶ھ بمقام وخش آپ کا وصال مبارک ہوا۔ مزار پر انوار وخش میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ درویش محمد کا مختصر تعارف

آپ کا نام نامی درویش محمد تھا۔ آپ حضرت مولانا زاہد وخشی قدس سرہٗ

السرمدی کے حقیقی ہمشیرزادے (بھانجے) خلیفہ اعظم اور جانشین تھے۔ پندرہ برس تک زہد و ریاضت اور حالت تجرید وتفرید میں بیابانوں میں گذارے پھر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی ہدایت پر حضرت خواجہ زاہد قدس سرہُ العزیز کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوئے اوران کی زیرنگرانی سلوک کی تکمیل کی اور خلافت واجازت سے نوازے گئے۔ آپ اوصاف جذبہ واستغراق سے موصوف اور سخاو عطا میں معروف تھے۔ آپ واقف رموز صوری ومعنوی اور جامع علوم ظاہری وباطنی ہونے کی وجہ سے یکتائے روزگار، علوم شرعیہ کے فاضل اجل اور استاذ تھے اور مشائخ نقشبندیہ کی طرح اپنے احوال وکمالات کی پوشیدگی کیلئے علوم ظاہری کی درس و تدریس اور تعلیم وتبلیغ میں مشغول ہوگئے مگر حضرت شیخ نورالدین خوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اشارہ سے طالبان طریقت تحصیل کمالات کی خاطر آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ آپ کے مکشوفات وتصرفات کے مقتدائے زمانہ مشائخ بھی معترف تھے۔ آپ کا مزار فائض الانوار موضع اسفرار متصل شہر سبز علاقہ ماوراءالنہر میں مرجع خلائق ہے۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ معترض حضرت خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ جو جانشین شاہ نقشبند قدوۃ الاخیار حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہُ العزیز کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے ان کے لئے مشیخیت پناہ کا لقب استعمال فرمایا ہے مگر اس کے باوجود حمیت طریقت اور غیرت نسبت کی بناء پر ان کا محاسبہ کرتے ہوئے ان کی تھوڑی سے خبر بھی لے لی تاکہ وہ آئندہ اعتراض کرنے سے احتراز کریں۔ علاوہ ازیں آپ نے یاران طریقت کو اس بات کا درس بھی دیا ہے کہ

اگر کوئی روباہ صفت ہمارے مشائخ کرام پر زبان طعن دراز کرے تو آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بطریق احسن اس کی تردید وتغلیط کرنی چاہئے کہ یہی طریقت و نسبت کی غیرت کا تقاضا ہے۔

عارف جامی قدس سرہُ العزیز نے خوب کہا

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور
حاشا للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ اگر کوئی بدنہاد حرماں نصیب اہل اللہ کی گستاخی اور بے ادبی کرتا ہے تو حق تعالیٰ، صحابہ کرام اور عشاق کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسے کبھی کھری کھری بھی سنا دینا چاہئے تاکہ اس پر اس کی حقیقت بھی عیاں ہو جائے اور لوگوں کی نظروں میں وہ ذلیل ورسواء بھی ہو جائے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۸۱

مکتوب الیہ

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمّد صادق سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

قرب ویقین کا انحصار مقاماتِ عشرہ پر ہے

اولیاء کاملین ہمیشہ علماء کے روپ میں ہوتے ہیں

نزولی مدارج میں اہل اللہ دلائل کے محتاج ہوتے ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے اپنے فرزند کلاں حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا۔آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ھ سرہند شریف میں ہوئی، عہد طفولیت سے ہی آثار سعادت اور انوار ولایت چہرہ مبارک سے ہویدا تھے۔ آپ کے جدامجد حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہُ العزیز نے بچپن ہی سے اپنی زیر نگرانی تعلیم وتربیت فرمائی، آپ مجموعہ معارف اور اولیائے کبار میں سے تھے۔ آپ کے متعلق جد امجد حضرت مخدوم، حضرت امام ربانی قدس سرہ کوفرمایا کرتے تھے کہ تمہارا یہ بیٹا مجھ سے حقائق ومعارف کی ایسی ایسی عجیب باتیں دریافت کرتا ہے کہ ان کا جواب مشکل سے بن پڑتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز جب جمادی الثانی ۱۰۰۸ھ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حضرت دہلی میں حاضر ہوئے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ کی نگاہ قبولیت میں آکر ذکر ومراقبہ اور نسبت وجذبہ سے مشرف ہوئے اور صغرسنی کے باوجود حیران کن کمالات ظاہر ہوئے۔ غلبہ جذبات کے باوصف فنون عربیہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور علوم حکمیہ حضرت مولانا محمد معصوم کابلی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر اٹھارہ برس کی عمر میں علوم نقلیہ وعقلیہ سے فارغ ہوئے اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔

صاحب حضرات القدس حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں نے مطول مع حاشیہ میر، شرح عقائد مع حاشیہ خیالی، تحریر اقلیدس اور شرح مطالع مع حاشیہ میر وغیر ہا کتب کا درس آپ سے ہی لیا تھا۔ جب آپ تلوین سے تمکین، سکر سے صحو اور جذب سے سلوک کی طرف آئے تو بعمر اکیس برس بروز جمعۃ المبارک حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے آپ کو خلعتِ خلافت سے نوازتے ہوئے اپنی عبائے خاص بھی مرحمت فرمائی اور آپ کو ارشاد و تلقین کی اجازت عامہ سے مشرف فرمایا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک مکتوب میں آپ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ میرا فرزند مرحوم حق سبحانہ کی آیات میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ چوبیس برس کی عمر میں اس نے وہ کچھ پایا کہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو، پایۂ مولویت اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تدریس کو حد کمال تک پہنچایا تھا حتی کہ اس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف وغیرہ پڑھانے میں درجہ کاملہ رکھتے ہیں اس کی معرفت و عرفان کی حکایت اور شہود و کشف کے قصے بیان سے باہر ہیں...... ولایت موسوی کو نقطہء آخر تک پہنچایا تھا اور اس ولایت علیا کے عجائب و غرائب بیان کیا کرتا تھا۔ ہمیشہ خاضع و خاشع، ملتجی و متضرع اور متذلل و منکسر رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہر ایک ولی نے اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ کوئی چیز طلب کی ہے میں نے التجا و تضرع طلب کی ہے۔ آپ نے مرض طاعون کی وجہ سے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے آپ کی مرقد انور پر گنبد تعمیر کروایا تھا۔

مکتوب ۔۱۸۱

متن در جواب گفتیم کہ ترتّبِ یقین بر قرب ست ہر چند قرب بیشتر یقین زیادہ تر و سببِ اکملیّتِ آن مقامات نیز اتمیت یقین است نہ امر دیگر و نظر کشفی ہم صحیح است غایۃ ما فی الباب حصول قرب مرا لطفِ لطائف راست پس یقین نیز نصیبِ ہمینہا باشد واکملیتِ آن مقامات چون مترتب بر اتمیتِ یقین است نیز ایشان را حاصل بود

ترجمہ: ہم جواب میں کہتے ہیں کہ یقین قرب پر مترتب ہوتا ہے جتنا قرب بیشتر ہوگا اتنا ہی یقین زیادہ ہوگا۔ان مقامات کی اکملیت کا سبب بھی یقین کی اتمیت ہے کوئی اور چیز نہیں۔نظر کشفی بھی صحیح ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ حصول قرب خاص مہربانیوں میں سے سب سے بڑی مہربانی پر ہے پس یقین بھی انہی (عنایات) کے مطابق ہوگا۔ان مقامات کی اکملیت جب یقین کی اتمیت پر مترتب ہوتی ہے تو وہ بھی ان

ہی بزرگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک سوال کا جواب مرحمت فرمارہے ہیں جس میں مکتوب الیہ نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ بعض مشائخ مراتب قرب میں تو ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں مگر مقامات عشرہ میں اعلیٰ درجات پر فائز ہوتے ہیں جبکہ بعض مشائخ کرام مراتب قرب میں اعلیٰ درجات پر متمکن ہوتے ہیں مگر مقامات عشرہ میں کم درجہ رکھتے ہیں...... آیا میرا کشف درست نہیں یا مقامات، قرب ویقین پر منحصر نہیں۔

آپ مکتوب الیہ کے کشف کو درست قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرب و یقین کا انحصار مقامات عشرہ پر ہی ہے جو سالکین اقرب ہوتے ہیں وہی اکمل ہوتے ہیں اور جو سالکین اقرب نہیں ہوتے وہ اکمل بھی نہیں ہوتے۔ دراصل دوران سلوک سالکین طریقت کو فنا وبقا اور عروج ونزول کی منازل ومدارج سے گذرنا پڑتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا قرب فنا وغیرہا کے بغیر نصیب نہیں ہوتا اور فنا، مقامات عشرہ (توبہ، توکل، صبر ورضا وغیرہا) کے بغیر متحقق نہیں ہوتی فلہذا سالکین کو مقامات عشرہ میں جتنا زیادہ ملکہ ورسوخ حاصل ہوتا جاتا ہے اتنا ہی مراتب قرب میں انہیں کمال حاصل ہوتا جاتا ہے۔ البتہ عروجی منازل میں سالکین مقامات عشرہ کے حصول و رسوخ میں زیادہ کوشش کرتے ہیں تاکہ معاملہ صورت سے گذر کر حقیقت تک پہنچ جائے۔ نزولی مدارج میں مقامات عشرہ کی حقیقت حاصل ہونے کی بناء پر بظاہر سالکین ان کا التزام کم کرتے معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقتاً اقربیت کے درجہ پر فائز المرام ہوتے ہیں۔ اس قسم کے سالکین کو ولی را ولی می شناسد کے مصداق اہل اللہ ہی پہچان

سکتے ہیں۔ عامۃ الناس عدم شناخت کی بناء پر ان پر اعتراض بھی زیادہ کرتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے انہیں ناقص سمجھتے ہیں۔

بینہ:

واضح رہے کہ اولیائے مرجوعین اور صوفیائے کاملین ہمیشہ علماء کے روپ میں ہوتے ہیں جو وعظ و تبلیغ اور درس و تعلیم کے ذریعے لوگوں کے قلب و نظر میں انقلاب برپا کر کے انہیں واصل باللہ کرتے ہیں۔ غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس اللہ ارواحہم اسی قبیل کے معروف اولیاء ہوئے ہیں۔

متن اما باید دانست کہ صاحبِ رجوع ہمچنانکہ در قرب و یقین اکمل است در مقامات نیز اکمل است لیکن این کمالاتِ او را مستور ساختہ اند و برائے دعوتِ خلق و حصولِ مناسبت بخلائق کہ سببِ افادہ و استفادہ است ظاہرِ او را ہمچو ظاہرِ عوام الناس گردانیدہ این مقام بالاصالۃ مقامِ انبیاءِ مرسل است علیہم الصلوات والتسلیمات

لہٰذا حضرتِ ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام طلبِ اطمینانِ قلب نمودہ و در حصولِ یقین در رنگِ عوام الناس محتاج برویۃ بصری گشت

ترجمہ: لیکن جاننا چاہئے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب ویقین میں اکمل ہے اسی طرح مقامات میں بھی اکمل ہے لیکن اس کے یہ کمالات مستور رکھے جاتے ہیں اور دعوت خلق کی خاطر اور مخلوق کے ساتھ حصول مناسبت کے لئے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے، اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح بنا دیتے ہیں۔ یہ مقام اصالتاً انبیائے مرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات کا مقام ہے اس لئے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اطمینان قلب طلب کیا اور حصول یقین میں عوام الناس کی مانند رؤیت بصری کے محتاج ہوئے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ عروجی منازل میں کشف وشہود کی کثرت ہوتی ہے، بنا بریں سالکین طریقت عامۃ الناس میں ممتاز معلوم ہوتے ہیں جبکہ نزولی مدارج میں یقین وقرب پوشیدہ ہوجاتے ہیں اس لئے وہ عامۃ الناس کی مانند دلائل وشواہد کے محتاج ہوتے ہیں۔ دراصل یہ نبوت ورسالت کا مقام ہے۔ جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام یقین کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے باوجود دلائل وبراہین کے خواہاں ہوئے تاکہ اطمینان قلب میسر ہوجائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ [1]

اور جب عرض کی ابراہیم علیہ السلام نے اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مُردوں کو زندہ کیسے کرتا ہے؟ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کی یقین تو ہے لیکن چاہتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

حضرت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: وَذَالِکَ اَنَّ الْاِسْتِفْھَامَ بِکَیْفَ اِنَّمَا ھُوَ سُوَالٌ عَنْ حَالَۃِ شَیْءٍ مَوْجُوْدٍ مُتَقَرَّرَ الْوَجُوْدِ عِنْدَ السَّائِلِ وَالْمَسْئُوْلِ [2] یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات میں ہرگز متردد نہیں تھے کیونکہ کیف سے سوال ہو رہا ہے اور کیف سے سوال اس موجود شئی کی حالت دریافت کرنے کیلئے کیا جاتا ہے جس کا وجود سائل اور مسئول دونوں کے نزدیک یقینی ہوتا ہے۔

ایسے ہی حضرت سیدنا عزیر علیہ السلام نے بھی حصول یقین کے باوصف حق تعالیٰ سے دلائل کا مطالبہ کیا تھا۔

بینہ نمبر۱:

واضح رہے کہ امیرالمومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول گرامی لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُّ یَقِیْنًا (اگر غیبی اشیاء سے حجابات اٹھا دیئے جائیں پھر بھی میرا یقین زیادہ نہیں ہوگا) تکمیلی مراتب سے قبل عروجی منازل سے تعلق رکھتا ہے۔

---

[1] البقرہ ۲:۲۶۰ [2] الجامع لاحکام القرآن جلد سوم: ۲۹۹

بینہ نمبر۲:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ عروجی منازل میں جملہ عقائد کلامیہ ہم پر بدیہی تھے اور ان معتقدات کے متعلق یقین، محسوسات کے یقین سے بھی زیادہ تھا مگر نزولی مدارج میں وہ یقین مستور ہوگیا اب ہم بھی عامۃ الناس کی مانند دلائل کے محتاج ہیں۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۸۲

مکتوب الیہ

حضرت ملا محمد صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

کمالِ یقین، کمالِ قرب پر مرتب ہوتا ہے

اہلِ ایمان کی اقسام ثلاثہ

قلبی وسواس سے نجات کے طریقے

مکتوب - ۱۸۲

متن جمعے از درویشان نشستہ بودند سخنے از خطرات و وساوسِ طالبان درمیان آوردند درین ضمن حدیثے مذکور شد کہ روزے بعضے از اصحابِ خیرالبشر علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات پیش آنسرور از خطراتِ سوءِ خود شکایت کردند آن سرور فرمود علیہ الصلوٰۃ والسلام ذٰلِكَ مِنْ كَمَالِ الْاِیْمَانِ این فقیر را در آن وقت معنی این حدیث چنین بخاطر گذشت واللہ سُبحانہ اَعلم بحَقیقةِ الحال کہ کمالِ ایمان عبارت از کمالِ یقین است وکمالِ یقین مترتِب بر کمالِ قرب وہر چند قلب ومافوق اُورا از لطائف قربِ الٰہی جل شانہ بیشتر پیدا شود ایمان و یقین زیادہ تر خواہد بود وبے تعلقیِ او بقالب افزون تر خواہد

گشت این زمان خطرات در قالب بیشتر ظہور خواہد یافت و وساوس نامناسب ترلائح خواہد گردید پس ناچار سبب خطراتِ سوء کمال ایمان بود

ترجمہ: درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ طالبان طریقت کے وسواس وخطرات کے متعلق گفتگو چل پڑی۔ اس ضمن میں ایک حدیث مذکور ہوئی کہ ایک روز خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے برے خطرات کی شکایت کی۔ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ذٰلِکَ مِنْ کَمَالِ الْاِیْمَانِ (یہ کمال ایمان میں سے ہے) اس وقت اس حدیث کے معنی اس فقیر کے دل میں یوں آئے وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ کہ کمال ایمان، کامل یقین سے عبارت ہے اور کمال یقین، کمالِ قرب پر مترتب ہے۔ قلب اور اس سے بالا لطائف (روح، سر، خفی، اخفیٰ) کو قرب الٰہی جل شانہ جس قدر بیشتر حاصل ہوگا ایمان ویقین اسی قدر زیادہ تر ہوگا اور قالب کے ساتھ ان کی بے تعلقی زیادہ ہوگی۔ اس وقت قالب میں خطرات بیشتر ظہور پذیر ہونگے اور نامناسب تر وسوسے ظاہر ہونگے پس لازماً برُے خطرات کا سبب کمالِ ایمان ہوگا۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک حدیث کی

عارفانہ انداز میں الہامی تشریح فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت جب کسی شیخ کامل مکمل کے زیر ہدایت وتربیت سلوک طے کرتے ہیں تو شیخ کی توجہات قدسیہ، اذکار و اوراد اور سنت وشریعت کی پابندی کے باعث ان کے عالم امر کے جواہر خمسہ کی تطہیر و تنویر ہو جاتی ہے، اس لئے وہ عالم بالا کی طرف متوجہ وملتفت ہو جاتے ہیں اور اپنی لطافت ونورانیت کی بدولت عالم وجوب کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ جتنا قرب زیادہ ہوگا اتنا ہی یقین وایمان کامل ہوگا جبکہ قالب میں کثافت وثقالت کی وجہ سے ظلمت وکدورت رہ جاتی ہے اس لئے اس پر شیطانی وسواس اور نفسانی خطرات کا غلبہ شروع ہو جاتا ہے۔ یوں لطائف خمسہ کا تکمیل وتطہیر کے بعد شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جانا کمال ایمان ہے جس کا تذکرہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ذٰلِکَ مِنْ کَمَالِ الْاِیْمَانِ میں فرمایا گیا ہے۔

بیّنات

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارقام پذیر ہیں کہ سالکین طریقت کی طرح اہل ایمان کی بھی تین اقسام ہیں

۱......مبتدی ۲......متوسط ۳......منتہی

مذکورہ بالا حدیث شریف میں منتہی اہل ایمان کا ذکر ہے جن کے لئے قلبی خطرات اور صدری وسواس نقصان دہ نہیں ہوتے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صحبت میں ہی وہ کمالات میسر ہو جاتے تھے جو اولیائے امت کو شاید ہی انتہاء میں میسر ہوتے ہوں چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں:

صحابہ کرام.....را دراول صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات آن کمالات میسر می شد کہ اولیائے امت را در نہایت شاید میسر شود [1]

البتہ مبتدی اور متوسط سالکین کے لئے وسواس وخطرات زہر قاتل ہیں اس لئے انہیں استغفار، کلمہ طیبہ، تیسرا کلمہ، آیۃ الکرسی اور معوذتین کی کثرت کرنا چاہئے۔

o...... صوفیاء فرماتے ہیں کہ جب شیطانی وسواس پیدا ہوں تو سالکوں کو باطن پر اسم اللہ کی ضرب لگانا چاہئے تاکہ شیطان کا حملہ اثر انداز نہ ہو، یوں بار بار ضربیں لگانے سے شیطانی حملے کمزور اور ناپید ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اہل اللہ کی صحبت ومعیت لازم ہے جیسا کہ آیہ کریمہ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ سے عیاں ہے۔ لیکن یہ اوراد و اذکار اور ضربیں اسی وقت کارآمد اور فائدہ بخش ثابت ہوتی ہیں جب سالکین اخلاص نیت اور صدق دل کے ساتھ یہ امور سرانجام دیتے ہیں ورنہ وسواس وخیالات سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا۔ بقول کسے

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر

o...... واضح رہے کہ وہ صوفیاء جن کے لطائف خمسہ کی تطہیر وتکمیل ہو جاتی ہے مگر صدری وسواس اور قلبی خطرات ان کے قالب پر اثر انداز ہوتے ہیں اس قسم کے اہل تطہیر صوفیاء اول تو گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں یا گناہ کرتے کرتے بچ جاتے ہیں۔ اگر کبھی ان سے گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔

o...... یہ امر ذہن نشین رہے کہ وسواس وخطرات سے نجات حاصل کرنے کے لئے سالکین طریقت کو اعمال واذکار کے دوران ان کے معانی ومفاہیم ملحوظ رکھنے چاہئیں تاکہ حق تعالیٰ کے جمال وجلال اور عظمت وکبریائی کا استحضار رہے۔ ایسا کرنے سے

---

[1] دفتر اول مکتوب: ۹۰

انوار و تجلیات کا ورود اور عجز و نیاز پیدا ہوتا ہے یوں خیالات منتشر نہیں ہوتے بلکہ ارتکاز توجہ نصیب ہوتی ہے۔

o...... جونہی وسوسہ آئے تو اسے فوراً جھٹک کر استغفار و تلاوت و دیگر اذکار میں مشغول ہو جانا چاہئے۔

o...... وضو اور غسل سے بھی وسوسوں سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

o...... اہل اللہ کی صحبت میں حاضر ہو جانا چاہئے جنہیں حق تعالیٰ کی طرف سے ردائے حفاظت نصیب ہوتی ہے تا کہ سالکین بھی حفاظت کے حصار میں آ جائیں۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۸۳

مکتوب الیہ

حضرت ملّا محمّد معصوم کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

سالک کے لئے دنیوی تعلقات کے نقصانات

اپنی طریقت کی غیرت، نسبت کے پختہ ہونے کی علامت ہے

مکتوب ۔ ۱۸۳

متن امید است کہ تعلقاتِ شتّٰی وتوجہاتِ پراگندہ کہ بر ظاہر استیلاء یافتہ اند مانعِ نسبتِ باطن نباشند معَ ذالک سعی نمایند کہ تخفیفی کہ در تفرقۂ ظاہر میسّر آید مبادا کہ در باطن سرایت کند واز وصول بمطلب بازدارد عیاذاً باللّٰہ سُبحانہٗ منْ ذالک

ترجمہ: امید ہے کہ مختلف تعلقات اور منتشر توجہات جو آپ پر بظاہر غلبہ پا گئے ہیں باطنی نسبت میں مانع نہیں ہونگے بایں ہمہ کوشش کریں کہ ظاہری تفرقہ میں تخفیف میسر آجائے مبادا وہ باطن میں سرایت کر جائے اور مطلوب حقیقی تک رسائی سے باز رکھے۔ عیاذاً باللہ سُبحانہٗ منْ ذالکْ

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی تلقین و تعلیم فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت کو ابتدائے سلوک میں قصداً دنیوی تعلقات

میں مشغولیت سے قدرے کنارہ کش رہنا چاہئے تاکہ قلبی توجہات کوارتکاز اور باطنی نسبت کو استحکام میسر ہو۔ بصورت دیگر دنیوی امور میں کلیۃً مصروفیت نسبت کیلئے باعث ضرر ہوتی ہے جو بالآخر تدریجاً سلب ہوجاتی ہے ۔یوں انسان گمراہی و بےہودگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرجاتا ہے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

البتہ اسباق طریقت کے تکرار سے شیخ کی نسبت منتقل و مستحکم ہوتی رہتی ہے۔ اپنے سلسلہ طریقت کے ساتھ گہری وابستگی ،لگاؤ،وفااورغیرت ،نسبت کے پختہ ہونے کی علامت وشرط ہے جو زندگی میں پیش آمدہ حوادث ومصائب میں دستگیری کرتی ہے اورقبر وحشر میں بھی ممد ومعاون ثابت ہوگی۔(ان شاءاللہ)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم
خاکے شوم و بزیرِ پائے تو زیم
مقصودِ منِ خستہ ز کونین توئی
از بہرِ تو میرم از برائے تو زیم

دفترِ اوّل مکتوب ۱۸۴

مکتوب الیہ

حضرت ملّا محمّد قلیج اللہ بن قلیج خان

موضوعات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہی اصل کام ہے

شیخ کے ساتھ وفاداری بشرط استواری لازم ہے

مشائخ نقشبندیہ خلفاء راشدین کی متابعت کا خصوصی التزام کرتے ہیں

مکتوب ۔۱۸۴

متن اے فرزند آنچہ فردا بکار خواہد آمد متابعتِ صاحبِ شریعت است علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ احوال و مواجید و علوم و معارف و اشارات و رموز اگر بآن متابعت جمع شوند فبہا و نعمت والّا جز خرابی واستدراج ہیچ نیست سید الطائفہ جنید را بعد از فوت شخصے بخواب دید و از حالش پرسید جنید در جوابِ او گفت طَاحَتِ الْعِبَارَاتُ وَفَنِيَتِ الْاِشَارَاتُ وَمَا نَفَعَنَا اِلَّا رُكَيْعَاتٌ رَكَعْنَاهَا فِیْ جَوْفِ اللَّيْلِ

ترجمہ: اے فرزند! جو کچھ کل کام آئے گا وہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے۔ احوال و مواجید، علوم و معارف اور اشارات و رموز کو اگر اس متابعت کے ساتھ جمع فرمادیں تو بہت اچھا ہے ورنہ بجز خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں ہے۔ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہُ العزیز کو وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں

دیکھا اوران کا حال دریافت کیا تو حضرت جنید نے اسے جواباً فرمایا...... جملہ عبارات اکارت گئیں اوراشارات فنا ہو گئے، ہمیں توان رکعتوں نے ہی فائدہ دیا جو ہم رات کے پچھلے پہرادا کیا کرتے تھے۔

شرح

زیرنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات پرکاربند اوراسباق طریقت کا پابند رہنے کی نصیحت فرمارہے ہیں۔ دراصل دوران سلوک سالکین طریقت پر سنت وشریعت اور اوراد و وظائف کی بدولت حقائق ومعارف کا انکشاف اور کیفیات واحوال کا ورود ہوتا ہے، جوان کی معلومات میں مزید اضافے کا باعث ہوتے ہیں۔ جن کو اہل اللہ یاران طریقت میں بیان کرتے اور کتب میں تحریر بھی فرمادیتے ہیں ۔ بسا اوقات سالکین ان اسرار واشارات میں اسقدر مشغول ہوجاتے ہیں کہ منزل مقصود سے توجہ ہٹ جاتی ہے جو ان کے لئے خسارے کا باعث بنتی ہے ۔ چونکہ اس قسم کے اسرار وحقائق اطفالِ طریقت کیلئے کھلونوں کی حیثیت رکھتے ہیں، بنابریں طالبان طریقت کوانہیں ناقابل اعتبار واعتماد سمجھ کرشریعت مطہرہ اورسنت نبویہ کی پابندی کرنا چاہئے۔ بقول شاعر

کار کن بگزر از گفتار

کاندریں راہ کار دارد کار

بلینہ نمبرا:

واضح رہے کہ اگر دوران سلوک احوال ومواجید میسر نہ بھی ہوں، محض سنت و شریعت کی پابندی اوراپنے مرشد ومربی کی محبت ہی سالک کے قلب میں موجزن

رہے تو ایسا سالک مبارکباد کا مستحق ہے۔ ان شاء اللہ وفاداری بشرط استواری کے زریں اصول کے تحت وہ بالآخر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ فھو المقصود

بینہ نمبر۲:

سلطان طریقت، سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ العزیز جو عمر بھر جلیل القدر مشائخ کی تربیت فرماتے رہے اور اسرار طریقت کی گتھیاں سلجھاتے رہے، ان کے لئے بھی نوافل تہجد ہی سودمند ثابت ہوئے جو اتباع سنت ہونے کی بنا پر باعث قربت ہیں جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں ہے

اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَۃِ صَلٰوۃٌ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ[1] یعنی فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کے آخری حصہ میں ادائے نماز (نوافل تہجد) ہے۔

دوسری روایت میں ہے اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ[2] یعنی بندۂ مومن کو رب تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب، رات کے آخری حصہ میں نصیب ہوتا ہے۔

متن

فَعَلَیْکُمْ بِمُتَابَعَتِہٖ وَمُتَابَعَۃِ خُلَفَائِہِ الرَّاشِدِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاِیَّاکُمْ وَمُخَالَفَۃَ شَرِیْعَتِہٖ قَوْلًا وَ

---

[1] مسند احمد، رقم الحدیث: ۸۱۵۱ [2] سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۰۳

عَملاً وَاِعتِقَادًا فَاِنَّ الاُولیٰ یُمنٌ وَ بَرَکَۃٌ وَ الثَّانِیَۃَ شُوْمٌ وَھلکَۃٌ

ترجمہ: پس تم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی متابعت لازم ہے۔ قولی، عملی اور اعتقادی طور پر شریعت کی مخالفت سے بچیں کیونکہ پہلی چیز (متابعت) باعث یمن و برکت ہے اور دوسری چیز (مخالفت) باعث بربادی وہلاکت ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اعتقادی اور قولی وفعلی متابعت اور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے اجتناب کرنے کی تلقین فرمارہے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں اہل ایمان کو انہی کی اطاعت وسنت کی پیروی کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ[1] اور عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ[2] سے عیاں ہے۔

علاوہ ازیں راہ سنت ہی صراط مستقیم ہے جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ[3] سے آشکارا ہے اور یہی انعام یافتہ بندوں کا راستہ ہے، سورہ فاتحہ میں یہی دعا سکھائی گئی ہے جیسا کہ آیات کریمہ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ

---

[1] النساء۴:۵۹ [2] مشکوٰۃ:۳۰ [3] مشکوٰۃ:۳۰

وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا[1] اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[2] سے واضح ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے بعد صحابہ کرام کی بالعموم اور خلفائے راشدین کی بالخصوص اتباع کا التزام کرتے ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طریقہ کو سنت فرمایا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر مستحضر رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سراسر یمن و برکت ہے اور سنت و شریعت کی مخالفت میں ہلاکت و بربادی اور بے برکتی و رسوائی ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل طریقت کے نزدیک اپنی نسبت کی حفاظت اور اسباق طریقت پر مداومت اہم ترین امور ہیں اس لئے سالکین طریقت کو ہر حال میں انہی کو فوقیت و اوّلیت و ترجیح دینا چاہئے۔ بعد ازاں دیگر امور تصنیف و تالیف وغیرہا میں مشغول ہونا چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا

---

[1] النساء ۴:۶۹ [2] الفاتحہ ۱:۷

بینہ نمبر ۴:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ مختار مطلق اور موجدِ حقیقی ہے اس لئے جملہ امور اسی کے اختیار و ایجاد سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ البتہ بندہ باذن اللہ ان امور میں مختار ومجاز ہوتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ[1] اور قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ[2] سے عیاں ہے۔

---

[1] آل عمران ۳:۱۵۴ [2] النساء ۴:۷۸

دفترِ اوّل مکتوب ۱۸۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ منصور عرب رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

قلبِ سلیم ہی باعثِ رحمت ہوتا ہے

مکتوب - ۱۸۵

متن آنچہ بر ما و شما لازم است سلامتیِ قلب است از گرفتاریِ مادونِ حق سُبحانہٗ، واین سلامتی بر تقدیری میسّر گردد کہ غیرِ اُو را سبحانہٗ، بر دلِ خطورے نماندَ اگر فرضاً ہزار سال حیات وفا کند غیر بر دل نگذرد

ترجمہ: جو کچھ ہم اور تم پر لازم ہے وہ حق سبحانہٗ کے ماسوا کی گرفتاری سے اپنے قلب کی سلامتی ہے اور یہ سلامتی اسی صورت میسر ہوتی ہے کہ اس سبحانہٗ کے غیر کا دل پر کوئی گذر نہ رہے۔ اگر بفرض محال ہزار برس بھی زندگی وفا کرے پھر بھی دل پر غیر کا گذر نہ ہو۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کو جادہ شریعت پر استقامت گزیں اور متوجہ الی اللہ رہنے کی دعا دے رہے ہیں کیونکہ سالکین جس قدر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسی قدر اغیار کی محبت سے بیزار اور ماسوا کی گرفتاری سے نجات پاتے ہیں۔ اہل طریقت اسی کو سلامتیٔ قلب اور فنا کہتے

ہیں۔روزِ قیامت قلبِ سلیم ہی باعث مغفرت اور موجب رحمت ہوگا۔

بلینہ:

واضح رہے کہ ہزار برس ماسوی اللہ کے نسیان کا قول حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کی اپنی فنائیت تامہ اور محویت کلیہ کا بیان ہے جس سے آپ ہی مختص وممتاز ہیں۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ

دفتر اوّل مکتوب ۱۸۶

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ عبد الرحمٰن مُفتی کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے تقسیمِ بدعت سے انکار کی توجیہات

تکبیر تحریمہ سے قبل لسانی نیت بدعت ہے

طریقتِ نقشبندیہ کا انحصار سنت نبوی اور اقتداء صحابہ پر ہے

حجیّتِ قیاس اور اس کی تفصیلات

مکتوب - ۱۸۶

متن گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است حسنہ و سیئہ حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آنسرور و خلفاء راشدین علیہ وعلیہم من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد ورفع سنت ننماید سیئہ آنکہ رافع سنت باشد این فقیر در ہیچ بدعتی ازین بدعتہا حسن ونورانیۃ مشاہدہ نمیکند وجز ظلمت وکدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطۂ ضعف بصارت بطراوت و نضارت بیند فردا کہ حدید البصر گردند دانند کہ جز خسارت وندامت نتیجہ نداشت بیت

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

سید البشر میفرماید علیه و علی آله الصلوات والتسلیمات مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ وَهُوَ رَدٌّ چیزیکه مردود باشد حسن از کجا پیدا کند

ترجمہ: بعض علماء کہتے ہیں کہ بدعت دو قسم کی ہے حسنہ اور سیئہ ۔ بدعت حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو حضور اکرم اور خلفائے راشدین عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا کے زمانہ ظاہری میں ظاہر ہوا ہو اور رفع سنت نہ کرے اور بدعت سیئہ وہ ہے جو رافع سنت ہو مگر یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ محسوس نہیں ہوتا اگر بالفرض کوئی بدعت آج ضعف بصارت کی بناء پر تازہ اور خوش نما دکھائی دیتی ہے کل جو حدت بصر دے دیں گے تو سوائے خسارہ و شرمندگی کے کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ حضرت سید البشر علیہ و علیٰ الہ الصلوات والتسلیمات فرماتے ہیں مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ وَهُوَ رَدٌّ جو چیز ہی مردود ہو اس میں حسن کہاں سے ظاہر ہوگا؟۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے معرکہ آراء مکاتیب شریفہ میں سے ہے جس میں آپ نے تقسیم بدعت سے انکار فرمایا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بدعت کی قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ

فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

۞……محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ بدعت کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

اَلْبِدْعَةُ کُلُّ شَیْئٍ عُمِلَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ [1] یعنی عہد گذشتہ میں جس چیز کی مثال نہ ہو اسے معمول بنالیا جائے، وہ بدعت کہلاتا ہے۔

۞……شارح بخاری حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یوں ارقام پذیر ہیں

اَلْبِدْعَةُ اَصْلُھَا مَا اُحْدِثَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ [2] یعنی بدعت کی اصل یہ ہے کہ ایسے امور کو ایجاد کر لیا جائے جس کی سابقہ دور میں نظیر نہ ملتی ہو۔

۞……فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اَلْبِدْعَةُ ھِیَ الْاَمْرُ الْمُحْدَثُ الَّذِی لَمْ یَکُنْ عَلَیْہِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَلَمْ یَکُنْ مِمَّا اقْتِضَاہُ الدَّلِیْلُ الشَّرْعِیُّ [3] یعنی بدعت ایسے نو ایجاد امر کو کہا جاتا ہے جس پر صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل شرعی ہو۔

۞……حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

فِی الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَا لَمْ یَکُنْ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ [4] یعنی شریعت میں بدعت اس نئے کام کو کہا جاتا ہے جو عہد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں نہیں تھا۔

---

[1] مرقات علیٰ مشکوٰۃ جلد اول: ۱۲۹
[2] فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم: ۲۵۳
[3] کتاب التعریفات: ۱۹
[4] مرقات علیٰ مشکوٰۃ جلد اول: ۱۷۹

۞......حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اِنَّ الْبِدْعَۃَ ھِیَ الْفِعْلَۃُ الْمُخْتَرَعَۃُ فِی الدِّیْنِ عَلٰی خِلَافِ مَاکَانَ عَلَیْہِ النَّبِیُّ وَکَانَتْ عَلَیْہِ الصَّحَابَۃُ وَالتَّابِعُوْنَ [1] یعنی بدعت اس فعل کو کہتے ہیں جو سنت نبوی علٰی صاحبہا الصلوات کے خلاف وضع کیا جائے یونہی وہ صحابہ وتابعین کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مخالف ہو۔

۞......حضرت علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمودہ محدثات کی دو اقسام نقل فرمائی ہیں، ملاحظہ ہوں

اَلْمُحْدَثَاتُ ضَرْبَانِ مَااُحْدِثَ مُخَالِفاً کِتَاباً اَوْ سُنَّۃً اَوْاَثْرًا اَوْ اِجْمَاعًا فَھٰذِہٖ بِدْعَۃٌ ضَلَالَۃٌ وَمَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَیْرِ لَا یُخَالِفُ شَیْئًا مِنْ ذَالِکَ فَھٰذِہٖ مُحْدَثَۃٌ غَیْرُ مَذْمُوْمَۃٍ [2] یعنی محدثات کی دو قسمیں ہیں ایسے امور جو قرآن یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف ہوں وہ بدعت ضلالہ ہیں اور جو امور ان (کتاب وسنت واثر واجماع) کے مخالف نہ ہوں وہ محدثات محمودہ ہیں۔

جبکہ ارشاد نبوی علٰی صاحبہا الصلوات میں مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَاھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ [3] میں "مَالَیْسَ مِنْہُ" کی قید لگا کر اس امر کی صراحت فرمادی گئی کہ جو چیز دین اسلام کے خلاف ہو وہی قابل رد ہے اور جو چیز اسلام سے مزاحم و متصادم نہ ہو محدثات محمودہ میں سے ہے جسے حدیث میں سنت حسنہ فرمایا گیا ہے۔

بنابریں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز بدعت کی تقسیم کے قائل نہیں اور آپ کے نزدیک کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ کی تخصیص مناسب نہیں بلکہ آپ کے نزدیک کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ عام مخصوص البعض قرار پاتا ہے اسی لئے آپ اِحْدَاث فِیْ الدِّیْن

---

[1] تفسیر روح البیان جلد نہم: ۲۴ [2] فتح الباری شرح بخاری جلد اول: ۳۰۲

[3] ابوداؤد جلد ثانی: ۲۸۷

(خلاف کتاب وسنت وغیرہا) کو بدعت فرماتے ہیں اور ہر بدعت کو ضلالت وگمراہی کا سرچشمہ خیال کرتے ہیں۔

﴿ ......آپ علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں ارقام پذیر ہیں

نور سنت سنیہ را علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ظلمات بدعتہا مستور ساختہ اند و رونق ملت مصطفویہ را علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کدورت امور محدثہ ضائع دانیدہ عجب تر آنکہ جمعی آن محدثات را امور مستحسنہ میدانند وآں بدعتہا را حسنات می انگارند و تکمیل دین و تتمیم ملت ازاں حسنات می جویند و دراتیان آں امور ترغیب می نمایند هَدَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ سَوَاءَ الصِّرَاطِ مگر نمی داند کہ دین پیش ازین محدثات کامل شدہ بود ونعمت تمام گشتہ و رضاء حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بحصول پیوستہ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ [1] الخ پس کمال دین ازیں محدثات جستن فی الحقیقت انکار نمودن است بمقتضائے ایں آیہ کریمہ [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے نور کو بدعات کی تاریکیوں نے چھپا دیا ہے اور ملت مصطفوی علیٰ مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی رونق کو ان نو ایجاد امور کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک جماعت، ان بدعات کو مستحسن جانتی ہے اور ان کو نیکیاں سمجھتی ہے اور ان کے ذریعے سے دین و ملت کی تکمیل و تتمیم کرنا چاہتی ہے اور ان امور کے بجالانے کی ترغیب دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ دین ان بدعات سے پہلے مکمل ہو چکا ہے اور اللہ کی نعمتیں پوری ہو چکی ہیں اور اس کی رضا انکے حصول کے ساتھ ملی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج میں نے تمہارے

---

[1] المائدۃ ۵: ۳ [2] دفتر اول مکتوب: ۲۶۰

لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ پس دین کا کمال ان بدعات میں سمجھنا در حقیقت اس آیہ کریمہ کے مضمون سے انکار کرنا ہے۔

۞ ......آپ ایک دوسرے مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

گذشتگان در بدعت حسنے دیدہ باشند کہ بعض افراد آنرا مستحسن داشتہ اند اما ایں فقیر دریں مسئلہ بایشاں موافقت ندارد و ہیچ فرد بدعت را حسنہ نمیداند و جز ظلمت و کدورت دراں احساس نمی نماید قَالَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ و می یابد کہ دریں غربت وضعفِ اسلام سلامتی منوط باتیانِ سنت است و خرابی مربوط تحصیلِ بدعت ہر بدعت کہ باشد را در رنگِ کلند میداند کہ ہدمِ بنیاد اسلام می نماید و سنت را در رنگِ کوکب درخشاں می یابد کہ در شب دیجورِ ضلالت ہدایت می فرماید علماء وقت را حق سبحانہ وتعالیٰ توفیق دہاد کہ بحسنِ ہیچ بدعت لب نکشایند و باتیان ہیچ بدعت فتویٰ ندہند اگرچہ آں بدعت در نظر شاں در رنگ فلقِ صبح روشن در آید چہ تسویلات شیطان را در ماورائے سنت سلطان عظیم است[1]

ترجمہ: بعض اگلے لوگوں نے بدعات میں کوئی حسن دیکھا ہوگا کہ اس کے بعض افراد کو انہوں نے مستحسن قرار دیا۔ یہ فقیر ان سے اس مسئلہ میں اتفاق نہیں رکھتا اور کسی فرد بدعت کو ''حسنہ'' نہیں جانتا اور سوائے ظلمت و کدورت کے ان میں کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ فقیر کے نزدیک اسلام کی اس غربت و کمزوری کے زمانے میں سلامتی سنت سے، اور خرابی بدعت سے وابستہ ہے۔ خواہ کوئی بدعت ہو، بدعت اس فقیر کو کدال کی صورت میں

---

[1] دفتر دوم مکتوب: ۲۳

نظر آتی ہے کہ جو اسلام کی بنیاد کو ڈھا رہی ہے اور سنت کو ایک درخشاں ستارے کے رنگ میں پاتا ہے جو گمراہی کی شب تاریک میں رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کے حسنہ ہونے کے متعلق زبان نہ کھولیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں "فلق صبح" کی مانند روشن ہو کیونکہ شیطانی مکر کو ماورائے سنت (بدعت) میں بڑا تسلط ہے۔

سطور بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہُ العزیز بدعت کی قسم اول (بدعت حسنہ) پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے بلکہ آپ بدعت کا اطلاق صرف دوسری قسم (بدعت سیئہ) پر ہی کرتے ہیں اور ہر بدعت کو كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ[1] کے تحت رکھتے ہیں۔ آپ کے اس مؤقف پر جن لوگوں نے اعتراض وانکار کیا ہے وہ آپ کے علوم مرتبت اور سموّ منزلت سے بے خبر ہیں۔ اگر دیانت داری سے اس مسئلے پر غور کیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

تقسیم بدعت سے انکار کی توجیہات

۱...... حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ترویجِ سنت اور تخریب بدعت پر مامور تھے اور وہ دور بدعات وخرافات کے سیلاب کا دور تھا اور آپ بدعت سے سخت متنفر تھے۔ فقہاء نے بدعات کی تقسیم کر کے بعض بدعتوں کو جائز، مستحب، واجب وغیرہا قرار دیا اور علمی موشگافیوں کی طرف مائل ہو گئے جبکہ حضرت امام ربانی فکری و علمی انقلاب لانے اور دین اسلام کی تجدید و تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ کی نظر آئندہ ہزار سال کی طرف مرکوز تھی اور آپ کو ملت اسلامیہ کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کی فکر دامن گیر تھی۔

۲...... آپ مشاہدہ ویقین کی آخری منزل پر فائز تھے۔ آپ کا علم، لدنی اور حضوری

---

[1] ابوداؤد ۲/۲۷۹

تھا۔آپ مقام فقاہت سے نہیں بلکہ مقام امامت وولایت سے اس تقسیم کی نفی فرما رہے تھے۔آپ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ جس قول وفعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہ ہوتی اس میں آپ کو کوئی حسن وجمال نظر نہ آتا۔عشق ومحبت کی دنیا میں نسبت اور رابطے کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اصحاب قلوب سے پوشیدہ نہیں۔

۳...... جن علمائے امت نے بدعت کی تقسیم فرمائی ہے وہ ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' میں لفظ بِدْعَةٍ کو عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں اور حضرت امام ربانی ''كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ'' میں لفظ ''مُحْدَثَةٍ'' کو عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر ''مُحْدَثَةٍ'' کی تخصیص کر دی جائے تو بدعت کی تقسیم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

۴...... حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امت کے مجدد اعظم ہیں۔آپ کا بدعت حسنہ کی مطلق نفی فرمانا سدالباب کے قبیل سے ہے تاکہ عوام بدعت حسنہ کا سہارا لے کر بدعت ضلالہ میں نہ پھنس جائیں لہٰذا آپ نے تجدیدی حکمتوں کے پیش نظر یہی مناسب جانا کہ سرے سے بدعت کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے۔

۵...... بدعت حسنہ اور بدعت ضلالہ میں فرق کرنا علمائے محققین کی ذمہ داری ہے۔ آپ نے احتیاطی تدابیر کے تحت بدعت کی تقسیم،تفریق اور تعیین کا حق عوام کے سپرد نہیں فرمایا تاکہ اس کی آڑ میں اہل ہوس، دین میں فتنہ وفساد کا دروازہ نہ کھول دیں جیسا کہ علماء سوء نے اس تقسیم سے ناجائز فائدہ اٹھایا جن کے متعلق آپ نے یوں نشاندہی فرمائی

علماء ایں وقت رواج دہندہائے بدعت اند ومحو کنندہائے سنت..... بجواز بلکہ

باستحسان اوفتویٰ می دہند مردم را بر بدعت دلالت می نمایند [۱]

ترجمہ: اس زمانہ کے اکثر علماء خود ہی بدعت کے رواج دینے والے اور سنت کے مٹانے والے ہیں...... یہ لوگوں کی بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور بدعت کو شرعاً جائز بلکہ مستحسن قرار دے کر فتویٰ دیتے ہیں۔

۶......آپ مجتہد ہیں اور آپ کا یہ قول اجتہاد کے قبیل سے ہے جیسا کہ آپ نے تشہد میں رفع سبابہ کا انکار فرمایا ہے۔ جس کی توجیہہ کرتے ہوئے حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

حضور مجدد رضی اللہ عنہ کا ترک رفع سبابہ بناء بر اجتہاد ہے'' [۲]

۷...... آپ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول ''نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ'' [۳] میں بدعت کا لغوی حقیقی معنی مراد ہے کیونکہ دور فاروقی میں بدعت کی تقسیم اور اس جیسی دیگر مصطلحات کا قطعی نام ونشان تک نہ تھا۔ نیز خلیفہ دوم کا عمل ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ [۴]

سنت ہے نہ کہ بدعت حسنہ، لہٰذا حدیث کے ان الفاظ کو بدعت کی تقسیم پر محمول کرنا تکلف سے خالی نہیں۔ (فافہم)

۸...... حضرت امام ربانی نے میر محب اللہ کی طرف ایک مکتوب میں لکھا کہ

بدعت دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ سنت کی رافع ہوگی یا رفع سنت سے ساکت ہوگی۔ ساکت ہونے کی صورت میں وہ بالضرور سنت پر زائد ہوگی جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے۔ پس

---

[۱] دفتر دوم مکتوب: ۵۴ [۲] کلمات طیبات فارسی: ۲۹ [۳] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۸۷۱

[۴] ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲

معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو، سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے، نہ اس میں خیر ہے نہ حسن۔ ہائے افسوس انہوں نے بدعت کے حسنہ ہونے کا کس طرح حکم دے دیا؟

بدعت حسنہ......رافع سنت ہے

۹......حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں ملاحظہ ہو!

''جاننا چاہئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے حسن سمجھا ہے جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کو رفع کرنے والی ہیں مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہی بدعت، رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون (تین کپڑوں) پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے اور ایسے ہی مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے، حالانکہ شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت، رافع سنت ہے۔[۱]

۱۰......آپ کے نزدیک جو کام، مقصود شرع کے مطابق ہو اور صدر اول میں اس کی کوئی مثال یا اصل ثابت ہو تو اس کو بدعت حسنہ کی بجائے سنت کہا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے:

مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا ......الخ[۲]

لہٰذا احادیث سے ثابت شدہ تقسیم سنت میں لفظ سنت حسنہ کا اطلاق بدعت حسنہ کے اطلاق سے بدرجہا اولیٰ ہے۔ (فتدبر)

قطب شام حضرت امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اِنَّ الْبِدْعَةَ الْحَسَنَةَ الْمُوَافِقَةَ لِمَقْصُوْدِ الشَّرْعِ تُسَمّٰى سُنَّةً

ترجمہ: جو بدعت حسنہ مقصود شرع کے مطابق ہو اس کو بھی سنت ہی کہا جائے گا۔

---

[۱] دفتر اول مکتوب: ۱۸۶ [۲] مشکوٰۃ: ۳۳

۱۱...... اس مفہوم کے پیش نظر حضرت امام ربانی اور بعض علماء کے درمیان لفظ بدعت کے بارے میں اختلاف محض لفظی ہے اور وہ یہ کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق کرنا چاہئے یا نہیں؟

اس لفظی نزاع کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ محمد مظہر فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

می فرمودند کہ بدعت حسنہ نزد امام ربانی قدس سرہ داخل سنت است اطلاق بدعت براں نمی فرمایند بموجب کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ونزاع درمیان ایشاں وعلماء کہ بوجود حسن در بدعت قائل اند لفظی است [۱]

ترجمہ: حضرت شاہ احمد سعید دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ بدعت حسنہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک داخل سنت ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے مطابق اس پر بدعت کا لفظ نہیں بولتے اور آپ کے اور ان علماء کے درمیان جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں صرف لفظی نزاع ہے۔

۞...... اسی ضمن میں معرب مکتوبات حضرت علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مفصل مضمون کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے، ملاحظہ ہو

معرب مکتوبات امام ربانی (محمد مراد مکی عفی عنہ) کہتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے مکاتیب شریفہ میں سے بہت سے مقامات پر بدعت کے متعلق بہت شدید رویہ اختیار فرمایا ہے اور آپ اس کے حقدار بھی تھے کیونکہ اگر آپ بدعت کے معاملہ میں یوں شدت نہ فرماتے تو سارا ہندوستان اور ماوراء النہر کا علاقہ بدعت کے اندھیروں میں ڈوب جاتا۔ بدعت کے بارے میں آپ کا یہ رویہ دوسرے علماء

---

[۱] مقامات سعیدیہ: ۱۲۵

اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے خلاف نہیں کہ بدعت دو قسم پر ہے۔ ''حسنہ اور سیئہ'' کیونکہ حسنہ سے ان کی مراد ہر ایسی چیز ہے جس کے لئے صدر اول میں اصل موجود ہو اگرچہ اشارۃً ہی ہو جیسے مساجد کے منابر بنانا، مدارس اسلامیہ قائم کرنا، مسافر خانے تعمیر کرنا، کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور اسی طرح اور بھی کئی مثالیں ہیں اور بدعت سیئہ وہ ہے کہ صدر اول میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔

حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ بدعت کی قسم اول پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ اس کی اصل صدر اول میں موجود ہوتی ہے، لہٰذا ایسا شخص مبتدع اور محدث بھی نہیں کہلائے گا بلکہ آپ بدعت کا اطلاق صرف دوسری قسم پر ہی کرتے ہیں۔ دراصل اس دوسری قسم کا مرتکب ہی مبتدع اور محدث کہلانے کا سزاوار ہے اور اس بناء پر بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا...... كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بدعت حسنہ اور سیئہ کے مسئلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اور دوسرے علماء کرام کے درمیان محض نزاع لفظی ہے کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق کرنا چاہیے یا نہیں۔ الغرض علماء جسے بدعت حسنہ کہتے ہیں امام ربانی کے نزدیک وہ سنت میں داخل ہے۔ [1]

۞ ...... حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمہ حدیث ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا'' (الخ) کے تحت فرماتے ہیں

وَلِهٰذَا قَالَ الشَّيْخُ الْمُجَدِّدُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ الْعُلُوْمَ الَّتِيْ وَسَائِلُ لِاَمْرِ الدِّيْنِ كَالصَّرْفِ وَالنَّحْوِ دَاخِلَةٌ فِي السُّنَّةِ وَلَا يُطْلَقُ عَلَيْهَا اِسْمُ الْبِدْعَةِ فَاِنَّ الْبِدْعَةَ عِنْدَهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْسَ فِيْهَا حُسْنٌ اَلْبَتَّةَ [2]

---

[1] حاشیہ مکتوبات شریفہ، دفتر اول مکتوب: ۱۸۶۔ از مولانا نور احمد مرحوم امرتسری مطبوعہ نقوش پریس لاہور [2] حاشیہ انجاح الحاجہ علیٰ سنن ابن ماجہ: ۳

یعنی اسی بناء پر حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایسے علوم جو حصول دین کے ذرائع اور وسائل ہیں جیسے علم صرف ونحو، وہ سنت میں داخل ہیں اور حضرت شیخ مجدد ان پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ آپ کے نزدیک بدعت میں بالکل کوئی حسن نہیں ہے۔

مذکورہ بالا بحث وتحقیق سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ مسئلہ بدعت میں حضرت امام ربانی اور دوسرے علماء اہلسنت کے درمیان ہرگز کوئی بنیادی وحقیقی اختلاف نہیں بلکہ صرف لفظی نزاع ہے۔ مفہوم ومراد سب کے نزدیک ایک ہی ہے صرف انداز بیان اور اطلاق الفاظ میں فرق ہے۔

بلینہ:

حضرت علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسئلہ بدعت کے متعلق علمائے متقدمین اور آپ کے درمیان نزاع لفظی ہے مگر وہ علمائے متاخرین (ہم عصر اور ہم وطن علماء) جنہوں نے بدعت حسنہ کے دامن کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ بہت سی بدعات سیئہ کو بدعات حسنہ میں داخل کر دیا ہے (کفن میت میں عمامہ اور شملہ دستار کو بائیں طرف لٹکانا وغیرہا) جن کی اصل صدر اول میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی علمائے متقدمین نے ان کو بدعت حسنہ میں شمار کیا ہے۔ ان علمائے متاخرین اور آپ کے درمیان مسئلہ بدعت میں اختلاف لفظی نہیں بلکہ معنوی اور حقیقی اختلاف ہے۔ آپ نے مکاتیب عدیدہ میں بدعت کی علت کی بناء پر مولودخوانی سے منع فرمایا ہے لیکن یہ ممانعت شریعت مطہرہ سے متصادم خرافات اور طریقہ وانداز کی وجہ سے ہے ...... نہ کہ اصل میلاد سے ...... جیسا کہ آپ نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

درباب مولود خوانی اندراج یافتہ بود درنفس قرآن خواندن بصوتِ حسن ودرقصائد نعت ومنقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف وتغیر حروف قرآن است والتزام رعایت مقاماتِ نغمہ وتردید صوت بآن بطریق الحان باتصفیق مناسب آن کہ درشعر نیز غیر مباح است اگر بر نہجے خوانند کہ تحریفے درکلماتِ قرآنی واقع نشود ودرقصاید خواندن شرائطِ مذکورہ متحقق نگردد وآن راہم بغرضِ صحیح تجویز نمایند چہ مانع

یعنی آپ نے مولودخوانی کے متعلق تحریر فرمایا کہ اچھی آواز کے ساتھ تلاوت قرآن اورنعت ومنقبت کے قصیدے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے...... ممنوع تو قرآنی حروف میں تحریف وتغییر کرنا، قصیدہ خوانی میں قواعد موسیقی کی رعایت کاالتزام کرنا، الحان کے طریقہ سے آواز کوحلق میں پھیرنا اوراس کے مناسب تالیاں بجانا ہے جوکہ شعر میں بھی مباح نہیں ہے۔ اگراس طریقہ سے مولودخوانی کریں کہ قرآنی کلمات میں کوئی تحریف واقع نہ ہواورقصائد خوانی میں مذکورہ شرائط (سر، تال، وغیرہا) متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو (مولود خوانی کے جائز ہونے میں) کونسی چیز مانع ہے؟[1]

متن درتکفینِ میت عمامہ رابدعتِ حسنہ گفتہ اند باآنکہ ہمیں بدعت رافع سنت است چہ زیادتی بر عددِ مسنون کہ سہ ثوب باشد نسخ است ونسخ عین رفع

[1] دفتر سوم مکتوب: ۷۲

ترجمہ: متاخرین علماء، میت کے کفن میں دستار کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہ بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون جو تین کپڑے ہیں ان پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ کفن میت میں عمامہ کو بدعت حسنہ قرار دینے سے رفع سنت لازم آتا ہے کیونکہ مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِیْ ثَلَاثَۃِ اَثْوَابٍ بِیْضٍ سَحُوْلِیَّۃٍ لَیْسَ فِیْھَا قَمِیْصٌ وَلَا عَمَامَۃٌ [۱] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے کپڑوں کی تعداد دریافت کی گئی فَقَالَتْ فِیْ ثَلَاثَۃِ اَثْوَابٍ سَحُوْلِیَّۃٍ [۲] تو انہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کُفِّنَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلَاثَۃِ اَثْوَابٍ نَجْرَانِیَّۃٍ اَلْحُلَّۃُ ثَوْبَانِ وَقَمِیْصُہُ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ [۳] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

۱ بخاری کتاب الجنائز باب الکفن بلاعمامۃ جلد اول ۱۶۹

۲ (صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی کفن المیت فی ثلاثۃ اثواب جلد اول ۳۰۶) ۳ ابوداود ۲/۹۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور

تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں دو کپڑے حلہ تھے اور ایک قمیص تھی جس میں آپ نے وصال فرمایا تھا۔

۞ ...... خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال سے قبل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کفن نبوی کے متعلق دریافت فرمایا: قَالَتْ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ ..... فَنَظَرَ اِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانَ فَقَالَ اِغْسِلُوْا ثَوْبِيْ هٰذَا وَزِيْدُوْا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُوْنِيْ فِيْهِمَا... وَفِيْ رِوَايَةٍ فِيْهَا [1] یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا ...... پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کپڑوں کی طرف دیکھا جن میں آپ بیمار ہوئے تھے وہ زعفران سے آلودہ تھے تو آپ نے فرمایا میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور اس کے ساتھ مزید دو کپڑے ملا کر مجھے ان میں کفن دینا۔

دوسری روایت میں یوں ہے:

فَقَالَ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاغْسِلُوْا ثَوْبِيْ هٰذَا وَضُمُّوْا اِلَيْهِ ثَوْبَيْنِ جَدِيْدَيْنِ فَكَفِّنُوْنِيْ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ [2] یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے اس کپڑے کو دھو کر اس کے ساتھ مزید دو نئے کپڑے ملا کر مجھے تین کپڑوں کا کفن دینا۔

فقہائے احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مرد میت کا کفن تین کپڑے ہی ہے یعنی كَفَنُ الرَّجُلِ سُنَّةٌ قَمِيْصٌ وَاِزَارٌ وَلِفَافَةٌ بغیر گریبان اور آستین کے قمیص، ازار اور لفافہ، جن میں عمامہ نہیں ہوتا کیونکہ تُكْرَهُ الْعِمَامَةُ فِي الْاَصَحِّ [3] کیونکہ اصح قول کے مطابق میت کو عمامہ باندھنا مکروہ ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز جلد اول: ۱۸۶ [2] مسند احمد: ۷/۴۵

[3] نور الایضاح مع مراقی الفلاح: ۲۱۲

بلینه:

واضح رہے کہ کفن میں عدد مسنون تین کپڑے ہی ہیں اس لئے ان میں عمامہ کی زیادتی سے عدد مسنون نہیں رہتا بلکہ جفت ہو جاتا ہے جو خلاف سنت اور بدعت ہے اور بدعت رافع سنت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ[1] یعنی جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو اسی کے مطابق اس قوم سے سنت اٹھالی جاتی ہے لہٰذا سنت پر عمل کرنا اجرائے بدعت سے بہتر ہے۔

دوسری حدیث میں یوں ہے

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ[2] یعنی کوئی قوم اپنے دین میں بدعت شروع نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سنت اس قوم سے اٹھالیتا ہے پھر اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف واپس نہیں لوٹاتا۔ اَلْعِيَاذُ بِاللهِ مِنْهَا

متن ہم چنیں مشائخ ارسال فش را بجانب دستِ چپ مستحسن داشتہ اند و سنت در فش ارسال آن بین الکتفین است پر ظاہر است کہ ایں بدعت رافع سنت است

---

[1] مشکوٰۃ:۳۱ [2] مشکوٰۃ:۳۱

ترجمہ: اسی طرح مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں جانب لٹکانا مستحسن رکھا ہے حالانکہ شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ عمامہ کا شملہ بائیں طرف لٹکانا بدعت ہے جس سے رفع سنت لازم آتا ہے بلکہ شملہ کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا سنت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے۔

۞......حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی دستار کا شملہ بائیں جانب لٹکانا بدعت ہے۔[2]

بلینہ:

واضح رہے کہ جن علمائے متاخرین نے شملہ عمامہ کو بائیں طرف لٹکانا مستحسن قرار دیا ہے شاید ان کا اس سے مقصود مُردوں کے ساتھ مشابہت ہو حالانکہ یہ عمل رافع سنت ہے جو بدعت تک لیجانے والا اور حرام تک پہنچانے والا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ مشابہت افضل ہے یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] مشکوٰۃ: ۳۷۴ [2] اشعۃ اللمعات مترجم: ۵/۵۷۲

علیہ وسلم کی متابعت افضل ہے کیونکہ آپ وہ ذات انور ہیں جو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے شرف سے مشرف ہیں ۔ لہٰذا اگر وہ مُردوں کے ساتھ مشابہت کے خواہاں ہیں تو پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مشابہت کے لئے دوسروں سے افضل واولیٰ ہیں ۔ بنابریں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ومتابعت ہی کرنا چاہیے تاکہ مرتبۂ محبوبیت نصیب ہوسکے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ سے عیاں ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

متن علماء در نیت نماز مستحسن داشتہ اند کہ باوجود ارادۂ قلب بزبان نیز باید گفت وحال آنکہ ازان سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ثابت نشدہ است نہ بروایت صحیح ونہ بروایت ضعیف ونہ از اصحاب کرام وتابعین عظام کہ بزبان نیت کردہ باشند بلکہ چون اقامت می گفتند تکبیر تحریمہ میفرمودند پس نیت بزبان بدعت باشد واین بدعت را حسنہ گفتہ اند واین فقیر میداند کہ این بدعت چہ جائے رفع سنت کہ رفع فرض مینماید چہ در تجویز آن اکثر مردم بزبان اکتفا مینمایند واز

غفلت قلبی باک ندارند پس درین ضمن فرضی از فرائض نماز کہ نیت قلبی باشد متروک میگردد و بفسادِ نماز میرساند

ترجمہ: بعض علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے کہ باوجود قلب کے ارادہ کے زبان سے بھی نیت کہنی چاہئے حالانکہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے کسی صحیح حدیث یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی اصحاب کرام و تابعین عظام سے، کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو، بلکہ جب اقامت ہوتی تھی تو وہ ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ لہٰذا زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور اس بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے حالانکہ یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت رفع سنت تو بجائے خود رہا یہ تو فرض کو بھی رفع کرتی ہے کیونکہ اس تجویز میں اکثر لوگ زبانی نیت پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور دل کی غفلت پر کچھ نہیں ڈرتے کہ اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے اور نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے ابتدائے نماز میں تکبیر تحریمہ سے قبل زبان کے ساتھ نیت کرنے کو بدعت قرار دیا ہے کیونکہ اس سے رفع فرض لازم آتا ہے جو فساد نماز کا موجب ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نیت کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تا کہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

---

[1] مرقات جلد اول: ۳۵

نیت کا لغوی و شرعی معنی

لغتِ عرب میں نیت کا معنی قصد کرنا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے نَوَی الشَّیْئَ اس نے کسی چیز کا قصد کیا۔

محدث کبیر حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نیت کی شرعی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

تَوَجُّهُ الْقَلْبِ نَحْوَ الْفِعْلِ اِبْتِغَاءً لِوَجْهِ اللهِ وَالْقَصْدُ بِهَا تَمْيِيزُ الْعِبَادَةِ عَنِ الْعَادَةِ [1] یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی فعل کی طرف قلب کا متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے تاکہ عبادت، عادت سے متمیز ہو جائے۔

نیت کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے

فَاَمَّا مَعْنَى النِّيَّةِ فَهِيَ عَزْمُ الْقَلْبِ عَلٰى فِعْلِ الْعِبَادَةِ تَقَرُّبًا اِلَى اللهِ وَحْدَهٗ [1]

یعنی نیت کا معنی اللہ وحدہٗ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر ادائے عبادت کیلئے قلب کا عزم کرنا ہے۔

حکم نیت کے متعلق اختلافِ فقہاء

اِنَّ النِّيَّةَ لَازِمَةٌ فِي الصَّلٰوةِ فَلَوْ تُرِكَتْ بَطَلَتِ الصَّلٰوةُ بِاِتِّفَاقِ الْمَذَاهِبِ اِنَّ الْمَالِكِيَّةَ وَالشَّافِعِيَّةَ اِتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ النِّيَّةَ رُكْنٌ مِّنْ اَرْكَانِ الصَّلٰوةِ فَلَوْ لَمْ يَنْوِ الصَّلٰوةَ فَاِنَّهٗ لَا يُقَالُ لَهٗ قَدْ صَلّٰى اَصْلًا وَالْحَنَفِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ اِتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّهَا شَرْطٌ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ اِنْ لَمْ يَاْتِ بِهَا فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ قَدْ صَلّٰى صَلَاةً

---

[1] الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۲۰۹ [2] الفقہ علی المذاہب الاربعہ مطبوعہ المکتبہ التجاریۃ الکبریٰ مصر: ۲۱۰

بَاطِلَةً وَبِذَالِکَ تُعْلَمُ اَنَّ النِّيَّةَ بِالْمَعْنٰى الْمُتَقَدَّمِ فَرْضٌ اَوْ شَرْطٌ لَا بُدَّ مِنْهُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ [۲]

یعنی بے شک نیت نماز میں لازم ہے۔ اگر نیت چھوڑ دی گئی تو تمام مذاہب کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی...... حضرات مالکیہ اور شافعیہ رحمۃ اللہ علیہم اس امر پر متفق ہیں کہ نیت ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے۔ پس اگر کسی نے نماز کی نیت نہیں کی تو اس کی نماز ہرگز نہیں ہوگی۔ جبکہ فقہائے حنفیہ وحنابلہ کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ نیت نماز کیلئے شرط ہے بایں معنی کہ اگر شرط مفقود ہوئی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اس سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ نیت سابقہ معنی کے اعتبار سے فرض ہو یا شرط بہر حال یہ نماز کیلئے ضروری ہے۔

لسانی نیت سنت سے ثابت نہیں

فقہائے احناف کے نزدیک نیت شرائط نماز میں سے ہے جو قلب کا فعل ہے اس لئے تکبیر تحریمہ سے پہلے لسانی نیت کرنے سے شرط مفقود ہو جاتی ہے جو مشروط (نماز) کے فاقد وفاسد ہونے کا باعث ہوتی ہے۔ چونکہ لسانی نیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سنت نہیں ہے اور نہ ہی تابعین عظام اور فقہائے اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اقوال سے ثابت ہے اس لئے یہ بدعت ہے چنانچہ اس سلسلہ میں فقہائے کرام اور علمائے اعلام کے فرمودات ملاحظہ ہوں۔

۞...... حضرت امام ابن ہمام ارقام پذیر ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَرِيْقٍ صَحِيْحٍ وَلَا ضَعِيْفٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ اُصَلِّيْ كَذَا وَلَا عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصِّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ بَلِ الْمَنْقُوْلُ اَنَّهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ وَھٰذِہٖ بِدۡعَۃٌ [۱]

یعنی بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح یا ضعیف، کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت یہ الفاظ فرماتے ہوں اُصَلِّی کَذَا (کہ میں فلاں نماز ادا کرنے لگا ہوں) اور نہ ہی کسی صحابی یا تابعی (رضی اللہ عنہم) سے زبان کے ساتھ نیت کرنا ثابت ہے بلکہ احادیث مبارکہ میں یہی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ادائے نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔اس لئے زبان کے ساتھ نیت کرنا بدعت ہے۔

۞......حضرت علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں:

لَمۡ یَنۡقُلۡ اَحَدٌ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تَلَفَّظَ بِالنِّیَّۃِ وَلَا عَلَّمَ اَحَدًا مِنۡ اَصۡحَابِہٖ التَّلَفُّظَ بِھَا وَلَا اَقَرَّہٗ عَلٰی ذَالِکَ بَلِ الۡمَنۡقُوۡلُ عَنۡہُ فِی السُّنَنِ اَنَّہٗ قَالَ مِفۡتَاحُ الصَّلٰوۃِ اَلطُّھُوۡرُ وَتَحۡرِیۡمُھَا التَّکۡبِیۡرُ وَتَحۡلِیۡلُھَا التَّسۡلِیۡمُ [۲]

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان کے ساتھ لفظاً نیت کرنا منقول نہیں اور نہ ہی آپ نے صحابہ کرام میں سے کسی کو تلفظ بالنیۃ کی تعلیم دی اور نہ ہی آپ نے اس کی تلقین فرمائی۔ بلکہ کتب سنن میں آپ کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ نماز کی کلید طہارت ہے، اس کی تحریم تکبیر (تکبیر تحریمہ) ہے اور اس کی تحلیل، تسلیم ہے۔

۞......صاحب کبیری تحریر فرماتے ہیں:

وَفِی الۡکَفَایَۃِ عَنۡ شَرۡحِ الطَّحَاوِیۡ اَلۡاَفۡضَلُ اَنۡ یَّشۡتَغِلَ قَلۡبُہٗ بِالنِّیَّۃِ وَلِسَانُہٗ بِالذِّکۡرِ یَعۡنِیۡ التَّکۡبِیۡرِ وَیَدُہٗ بِالرَّفۡعِ [۳] یعنی کفایہ میں شرح طحاوی

---

۱ فتح القدیر مع الکفایہ جلد اول: ۲۳۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲ المواہب اللدنیہ جلد چہارم: ۷۲ ۳ کبیری شرح منیہ: ۲۹۶، فتح القدیر مع الکفایہ: ۲۳۲

کے حوالہ سے نقل ہے کہ افضل یہ ہے کہ نمازی کا قلب نیت میں، زبان ذکر یعنی تکبیر تحریمہ میں اور ہاتھ اٹھنے میں مشغول ہوں۔

۞......حضرت حافظ ابن قیم رقمطراز ہیں

كَانَ اِذَاقَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا قَبْلَهَا وَلَا تَلَفَّظَ بِالنِّيَّةِ اَلْبَتَّةَ وَلَا قَالَ اُصَلِّيْ لِلّٰهِ صَلٰوةً كَذَا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ اِمَامًا اَوْمَأْمُوْمًا وَلَا قَالَ اَدَاءً وَلَا قَضَاءً وَلَا فَرْضَ الْوَقْتِ وَهٰذِهٖ عَشْرُ بِدَعٍ لَمْ يَنْقُلْ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَحَدٌ قَطُّ بِاَسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَلَا ضَعِيْفٍ وَلَا مُسْنَدٍ وَلَا مُرْسَلٍ لَفْظَةً وَاحِدَةً مِّنْهَا اَلْبَتَّةَ بَلْ وَلَا عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصِّحَابَةِ وَلَا اسْتَحْسَنَهٗ اَحَدٌ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَا الْاَئِمَّةُ الْاَرْبَعَةُ وَاِنَّمَا غَرَّ بَعْضُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ قَوْلَ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الصَّلٰوةِ اِنَّهَا لَيْسَتْ كَالصِّيَامِ لَا يَدْخُلُ فِيْهَا اَحَدٌ اِلَّا بِذِكْرٍ فَظَنَّ اَنَّ الذِّكْرَ تَلَفُّظُ الْمُصَلِّيْ بِالنِّيَّةِ وَاَنَّ مُرَادَ الشَّافِعِيِّ بِالذِّكْرِ تَكْبِيْرَةُ الْاِحْرَامِ لَيْسَ اِلَّا وَكَيْفَ يَسْتَحِبُّ الشَّافِعِيُّ اَمْرًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ وَلَا اَحَدٌ مِنْ خُلَفَائِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَهٰذَا هَدْيُهُمْ وَسِيْرَتُهُمْ فَاِنْ اَوْجَدَنَا اَحَدٌ حَرْفًا وَاحِدًا عَنْهُمْ فِيْ ذَالِكَ قَبِلْنَاهُ ...... وَلَا سُنَّةَ اِلَّا مَا تَلَقَّوْهُ عَنْ صَاحِبِ الشَّرْعِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ادائے نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرمادیتے اور اس سے قبل کچھ نہ کہتے اور نہ زبان کے ساتھ نیت فرماتے اور نہ یوں کہتے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے فلاں نماز پڑھنے لگا ہوں میرا

---

[1] زادالمعاد فی ہدی خیر العباد جلد اول ص:۱۹۶

رخ بجانب قبلہ چار رکعات بحیثیت امام یا مقتدی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادایا قضا اور وقت فرض کے الفاظ فرماتے۔

اس طرح تکبیر تحریمہ سے پہلے ان الفاظ کے ساتھ نیت کرنے والا نمازی دس بدعتوں کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان الفاظ میں سے کوئی لفظ سند صحیح یا ضعیف یا مسند اور مرسل کے ساتھ کسی نے قطعاً نقل نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی سے بھی منقول نہیں ہے اور نہ ہی تابعین کرام اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اسے مستحب کہا ہے۔

البتہ بعض متاخرین کو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مغالطہ ہوا کہ نماز روزوں کی طرح نہیں ہے کہ جس میں کوئی نمازی ذکر کے بغیر داخل نہیں ہوتا۔ پس ان متاخرین فقہاء کو لفظ ذکر سے نمازی کا زبان کے ساتھ نیت کرنے کا گمان ہوا ہے حالانکہ ذکر سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد تکبیر تحریمہ کے سوا کچھ بھی نہیں اور امام شافعی کسی ایسے کام کو کیسے مستحب قرار دے سکتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز میں بھی نہیں کیا اور نہ ہی آپ کے خلفائے عظام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کیا ہے اور یہی ان کا راستہ اور سیرت ہے۔ اگر ہم ان سے ایک حرف بھی کتب احادیث میں پاتے تو اسے بسر وچشم قبول کرتے۔

۞......حضرت ملا علی قاری کے نزدیک بھی تَلَفُّظْ بِالنِّیَّۃِ کرنے والا بدعتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں

لَایَجُوْزُ التَّلَفُّظُ بِالنِّیَّۃِ فَاِنَّہٗ بِدْعَۃٌ وَالْمُتَابَعَۃُ کَمَا تَکُوْنُ فِی الْفِعْلِ تَکُوْنُ فِی التَّرْکِ اَیْضًا فَمَنْ وَاظَبَ عَلٰی فِعْلٍ لَمْ یَفْعَلْہُ الشَّارِعُ فَھُوَ

مُبْتَدِعٌ[1] یعنی زبان کے ساتھ نیت کرنا جائز نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔ متابعت جیسے کسبِ فعل میں ہوتی ہے ایسے ہی ترکِ فعل میں بھی ہوتی ہے لہٰذا جس شخص نے ایسے فعل پر مواظبت کی جسے حضرت شارع علیہ السلام نے نہیں کیا وہ بدعتی ہے۔

بیّنات

واضح رہے کہ نیت قلب کا فعل ہے اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ ...... الخ کے الفاظ دعا ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے احرام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائے۔ چنانچہ علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں وَلَقَدْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثَرَ مِنْ ثَلَاثِیْنَ اَلْفَ صَلٰوۃٍ فَلَمْ یُنْقَلْ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ نَوَیْتُ اُصَلِّیْ صَلَاۃً کَذَا وَکَذَا وَتَرْکُہٗ سُنَّۃٌ کَمَا اَنَّ فِعْلَہٗ سُنَّۃٌ[2] یعنی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری حیاتِ طیبہ میں تیس ہزار سے زائد نمازیں ادا فرمائیں مگر آپ سے کہیں بھی یہ منقول نہیں کہ آپ نے بایں الفاظ زبان کے ساتھ نیت فرمائی ہو نَوَیْتُ اُصَلِّیْ صَلَاۃَ کَذَا وَکَذَا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کو ترک کرنا بھی سنت ہے جیسا کہ آپ کا کسی فعل کو کرنا سنت ہے۔

۞ ...... یہ امر ذہن نشین رہے کہ لسانی نیت چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ و تابعین کرام اور آئمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں ہے اس لئے یہ سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات نہیں بلکہ بعض مشائخ کی سنت ہے جو لائق اعتبار نہیں۔ چنانچہ حضرت امام حسن بن عمار حنفی ارقام پذیر ہیں

فَمَنْ قَالَ مِنْ مَّشَائِخِنَا اَنَّ التَّلَفُّظَ بِالنِّیَّۃِ سُنَّۃٌ لَمْ یُرِدْ بِہٖ سُنَّۃَ

---

[1] مرقات: ۳۴ [2] مرقات جلد اول: ۳۷، المواہب اللدنیہ جلد چہارم: ۷۳

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ سُنَّةُ بَعْضِ الْمَشَائِخِ [1]

اسی طرح حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:

وَالنِّيَّةُ بِالْقَلْبِ لِاَنَّهُ عَمَلُهُ وَالتَّكَلُّمُ لَامُعْتَبَرَبِهٖ [2]

۞...... یہ امر بھی مستحضر رہے کہ حقیقت نیت چونکہ عالم کسب سے نہ ہونے کی بناء پر غیر اختیاری ہے اس لئے اگر سالکین طریقت بعض اعمال صالحہ میں یوں نیت کر لیں کہ جو نیت ہمارے شیخ مکرم کی ہے وہی نیت ہماری ہے تو اس طرح شیخ کے صدق نیت کی بدولت مریدین کے اعمال بھی شرف قبولیت پا جائیں گے جیسا کہ حضرت سیدنا علی المرتضٰی اور حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے عمل سے ثابت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی کو مخاطب ہو کر فرمایا بِمَا اَهْلَلْتَ يَاعَلِيُّ قَالَ بِمَآ اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [3] یعنی اے علی! احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی انہوں نے عرض کیا جو نیت میرے نبی مکرم نے کی ہے وہی میری نیت ہے۔

یونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمایا: بِمَا اَهْلَلْتَ فَقُلْتُ اَهْلَلْتُ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [4] یعنی اے ابو موسیٰ! کس نیت سے احرام باندھا ہے انہوں نے عرض کیا میں نے اسی نیت سے احرام باندھا ہے جس نیت سے میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔

۞...... کاشف اسرار طریقت خواجہ محمد موسیٰ بن خواجہ عیسیٰ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] مراقی الفلاح: ۸۳ [2] مرقات: ۳۶ [3] بخاری جلد اول: ۲۱۱ [4] بخاری جلد اول: ۲۱۱

کہ چہ نیت باشد و نیت برائے صلوٰۃ شرط است نماز وقتی درست باشد کہ نیت درست شود کما قالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلاَعمَالُ بِالنِّیَّاتِ و عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ می گوید النیۃ النور و محمد بن جعفر مکی رحمۃ اللہ علیہ می گوید در حروفات نیت و فرمودہ نیت آنست کہ آن حرف النون اشارۃ الی النور و حرف الیاء اشارۃ الی ید اللہ و حرف التاء اشارۃ الی ہدایت اللہ فان النیۃ نسیم الروح و ریحان و جنت نعیم پس ہمہ عملہا موقوف بہ نیت است و نیت از عالم کسب نباشد اما از عالم عطاء و خلعت الٰہی باشد از ینجا بود کہ بشر حافی بر جنازہ حسن بصری نماز نگذارد و گفت نیت را نیافتم ایں چنیں نیت در نماز باید [1]

یعنی اے عزیز! حقیقت نماز کے متعلق تو سماعت کرلیا اب نیت کا راز سنیے۔ اہل ظاہر کو کیا معلوم کہ نیت کیا ہے۔ نیت نماز کے لئے شرط ہے، نماز تب ہی درست ہوگی جب نیت درست ہوگی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ حضرت عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیت ایک نور ہے اور شیخ محمد بن جعفر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ نیت تین حروف کا مجموعہ ہے اس کا حرف نون نور کی طرف اشارہ ہے، حرف یاء ید اللہ کی طرف اشارہ ہے اور حرف تاء ہدایت اللہ کی طرف اشارہ ہے۔ پس نیت خوشبوئے روح، پھول اور جنت نعیم ہے اس لئے تمام اعمال نیت پر ہی موقوف ہیں اور نیت عالم کسب سے نہیں بلکہ یہ عطائے ربانی اور خلعت الٰہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت شیخ بشر

[1] نوادر المعارف: ۵٦ قلمی نسخہ

حافی، حضرت خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہما) کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے تو استفسار پر فرمایا کہ مجھے حضور نیت میسر نہ تھا۔ اس طرح کی نیت نماز میں ہونی چاہئے۔ (من شاء التفصیلات فلیراجع الی مذاق العارفین المجلد الرابع)

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کمالاتِ نبوت سے متصف اور حقائق الٰہیہ سے متحقق ہونے کی بناء پر علمائے راسخین اور عرفائے کاملین کے سرخیل ہیں اور مقام مشاہدہ وامامت اور مرتبہ یقین ومجددیت پر فائز المرام ہونے کی بدولت آپ پر حقائق شریعت اور اسرار نیت آشکارا ہوئے، اس لئے آپ کی مجددانہ تحقیقات، انفرادی شان اور عارفانہ تخلیقات، امتیازی مقام رکھتی ہیں۔ وَ لِلّٰہِ الْحَمْد

متن فَعَلَیْکُمْ بِالْاِقْتِصَارِ عَلٰی مُتَابَعَةِ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَالْاِکْتِفَاءِ عَلٰی اقْتِدَاءِ اَصْحَابِہٖ الْکِرَامِ فَاِنَّھُمْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ

ترجمہ: پس تم پر سنت رسول اللہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی متابعت پر اقتصار اور اقتداء صحابہ کرام پر اکتفاء کرنا لازم ہے کیونکہ وہ ستاروں کی مانند ہیں (ان میں سے) جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی

متابعت پر اقتصار اور اقتدائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اکتفاء کرنے کی تاکید فرمارہے ہیں کیونکہ متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مرتبۂ محبوبیت اور اتباع صحابہ رضائے الٰہی اور حصول جنت کا موجب ہیں جیسا کہ آیات کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ [1] اور وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّلَھُمْ جَنّٰتٍ......الخ [2] سے واضح ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر یوں ارقام پذیر ہیں

علو این طریقہ علیّہ و رفعت طبقۂ نقشبندیہ بواسطۂ التزام سنت است واجتناب از بدعت لہٰذا اکابرِ این طریقۂ علیّہ از ذکر جہر اجتناب فرمودہ بذکر قلبی دلالت نمودہ اند و از سماع و رقص و وجد و تواجد کہ در زمانِ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام و در زمانِ خلفائے راشدین نبودہ علیہم الرضوان منع فرمودہ و خلوت و اربعین کہ در صدرِ اول نبودہ بجائے آن خلوت در انجمن اختیار کردہ لاجرم نتائج عظیمہ برین التزام مترتب گشتہ است و ثمراتِ کثیرہ بر آن اجتناب متفرع شدہ از ینجاست کہ نہایت دیگراں در بدایت این بزرگواراں مندرج است و نسبتِ ایشاں فوق ہمہ نسبت ہا آمدہ ......

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند ۔۔۔ کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

از دلِ سالکِ رہ جاذبۂ شان ۔۔۔ می برد وسوسۂ خلوت و فکرِ چلہ را

اس طریقہ علیہ کی بزرگی اور طبقہ نقشبندیہ کی رفعت، التزام سنت کی وساطت اور اجتناب بدعت کی بدولت ہے۔ لہٰذا اس طریقہ علیہ کے اکابرین نے ذکر جہر سے اجتناب فرما کر ذکر قلبی کی تلقین فرمائی ہے اور سماع، رقص، وجد اور تواجد جو سرور عالم

---

[1] آل عمران ۳: ۳۱ [2] التوبہ ۹: ۱۰

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد نبوت اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے دور خلافت میں نہ تھے، ان سے منع فرمایا۔ گوشہ نشینی اور چلہ کشی جو دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں نہ تھے کی بجائے خلوت در انجمن کو اختیار فرمایا۔ یقیناً اس التزام سنت پر عظیم نتائج مترتب ہوئے ہیں اور اس اجتناب بدعت سے کثیر ثمرات حاصل ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ دوسروں کی انتہاء ان بزرگوں کی ابتداء میں درج ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں پر غالب آگئی ہے......

انہی وجوہات کی بنا پر آپ نے طریقہ نقشبندیہ کو بعینہٖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ قرار دیا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو

این طریق بعینہٖ طریق اصحاب کرام است رضی اللہ تعالیٰ عنہم [1]

چونکہ سماع ورقص، وجد و تواجد، گوشہ نشینی اور خلوت گزینی جیسے امور زمانہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوات، عہد خلفاء اربعہ اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں نہ تھے۔ یہ سب بعد کی ایجادات ہیں۔ خواجگان نقشبندیہ التزام سنت، تخریب بدعت اور عمل **بعزیمت** کا خصوصی اہتمام وانصرام کرتے ہیں۔ اس لئے یہ حضرات کسی رقّاص، مکّار اور دجّال سے کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ ناصر الدین، قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

خواجگانِ ایں سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بہر زرّاقے ورقاصے نسبت ندارند کارخانہ ایشاں بلند است [2]

بقول شاعر

---

[1] دفتر اول مکتوب: ۶۶ [2] دفتر اول مکتوب: ۲۴۳

سُر کیسی ، ساز کیسا ، کیسی بزمِ سامعین
سوزِ دل کافی ہے ہم کو یار منانے کیلئے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سنت کے متعلق قدرے معلومات فراہم کردی جائیں تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَبِاللهِ التَّوْفِيْق

سنت کی تعریفات

حضرت شیخ دکتور عبدالکریم زیدان نے الوجیز فی اصول الفقه میں سنت کی تین تعریفات بیان فرمائی ہیں جو بتغییر یسیر ہدیہ قارئین ہیں۔

لغت عرب میں سنت کے معانی چہرہ، عادت، طریقہ، سیرت اور طبیعت وغیرہا آتے ہیں۔

۞ ...... اَلسُّنَّةُ اَلطَّرِيْقَةُ الْمَحْمُوْدَةُ الْمُسْتَقِيْمَةُ وَلِذَالِكَ قِيْلَ فُلَانٌ مِّنْ اَهْلِ السُّنَّةِ مَعْنَاهُ مِنْ اَهْلِ الطَّرِيْقَةِ الْمُسْتَقِيْمَةِ الْمَحْمُوْدَةِ[1] یعنی سنت پسندیدہ راہ راست کو کہتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اہل سنت میں سے ہے یعنی سیدھے پسندیدہ راستہ والوں سے ہے۔

۞ ...... اصطلاح فقہاء میں سنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض اور واجب کے علاوہ منقول نفلی عبادات یا مندوب افعال وعبادات کو کہا جاتا ہے اور کبھی کلام فقہاء میں سنت کا اطلاق بدعت کے مقابل بھی ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے فُلَانٌ عَلٰى سُنَّةٍ اِذَا عَمِلَ وَفْقَ عَمَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفُلَانٌ عَلٰى بِدْعَةٍ اِذَا عَمِلَ عَلٰى خِلَافِ ذَالِكَ یعنی فلاں شخص سنت پر ہے جب اس کا عمل، عمل نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے موافق ہو اور فلاں شخص بدعت پر ہے جب اس کا عمل، عمل نبوی صلی اللہ

---

[1] لسان العرب: ۲۲۶

علیہ وسلم کے خلاف ہو۔

✿......علمائے اصولیین نے سنت کی تعریف یوں کی ہے

اَلسُّنَّةُ مَاصَدَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ الْقُرْآنِ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ تَقْرِيْرٍ [1] یعنی قرآن مجید کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے قول، فعل یا تقریر کو سنت کہا جاتا ہے۔

اس اعتبار سے سنت، فقہی دلائل اور تشریعی مصادر میں سے ایک دلیل اور مصدر ہے۔

تشریعی اعتبار سے سنت کی اقسام

سنت کی ذات و ماہیت کے اعتبار سے تین اقسام ہیں۔

۱......سنت قولیہ ۲......سنت فعلیہ ۳......سنت تقریریہ

سنت قولیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال مقدسہ جو آپ نے مختلف مواقع پر مختلف اغراض و مقاصد کی خاطر ارشاد فرمائے عموماً انہی اقوال نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ وَالْحَدِيْثُ يُطْلَقُ عَلٰى قَوْلِ الرَّسُوْلِ خَاصَّةً [2] اس اعتبار سے سنت قولیہ اور حدیث باہم مترادف ہیں۔ چند اقوال مقدسہ پیش خدمت ہیں

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ...... طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ ...... لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

---

[1] مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت......الوجیز: ۱۶۱ [2] نورالانوار: ۱۷۹

سنت قولیہ کی تشریعی حیثیت

اقوال نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات تبھی تشریعی مصدر ہوتے ہیں جب ان میں بیان احکام اور تشریعی حیثیت مقصود ہو۔ لیکن جب یہ محض دنیوی امور سے متعلق ہوں تو ان کا تشریع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کیونکہ ان کا مبنیٰ وحی نہیں ہوتا، اس لئے یہ احکام کے دلائل میں سے نہ کوئی دلیل بن سکتے ہیں اور نہ ہی احکام شرعیہ کے استنباط کے لئے ماخذ اور نہ ہی اس قسم کے اقوال کی متابعت امر لازم ہوتی ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تأبیر نخل نہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ دوسرے درختوں پر عمل تلقیح نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ہوائیں خود ہی اس عمل کو انجام دیتیں جیسا کہ آیہ کریمہ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ [1] سے عیاں ہے۔ لیکن جب بعض صحابہ کرام نے آئندہ برس کم پھل آنے کی بابت عرض کیا (کیونکہ درخت عرصہ دراز سے عمل تابیر کے عادی تھے اور انہیں اپنی طبعی حالت پر آنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دیتے ہوئے فرمایا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْیَاکُمْ [2] کیونکہ یہ دنیوی امور ہیں جنہیں تم بہتر سمجھتے ہو۔

سنت فعلیہ

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال طیبہ ہیں جیسے نماز کو اس کی ہیئت اور ارکان کے ساتھ ادا کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گواہ اور مدعی سے قسم لے کر فیصلہ فرمانا وغیرہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال طیبہ دو قسم کے ہیں کچھ تو تشریعی احکام کا مصدر

---

[1] الحجر ۱۵:۲۲ [2] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۳۵۸

بن سکتے ہیں اور کچھ تشریعی ماخذ نہیں بن سکتے۔

(الف) افعال طبعیہ وہ افعال ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بشری جبلّت اور انسانی فطرت کے اعتبار سے صادر ہوئے جیسے خورد ونوش، نشست و برخاست وغیرہا۔ یہ افعال تشریعی ماخذ نہیں ہوتے کہ ان کی پابندی کرنا امت پر لازم ہو البتہ مکلفین کے لئے مباح ضرور ہوتے ہیں۔ اس قسم کی متابعت احسن امر ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس متابعت کے بہت حریص ہوتے تھے۔

كَانَ شَدِيْدُ الاِتِّبَاعِ الْاٰثَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حتّٰى اَنَّهٗ يَنْزِلُ مَنَازِلَهٗ وَيُصَلِّيْ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ صَلّٰى فِيْهِ وَيُبَرِّكُ نَاقَتَهٗ فِيْ مَبَرَّكِ نَاقَتِهٖ وَنَقِلُوْا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَكَانَ اِبْنُ عُمَرَ يَتَعَاهَدُهَا بِالْمَاءِ[1]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آثار نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی متابعت کا بھی بہت اہتمام فرماتے یہاں تک کہ انہی منازل پر دوران سفر قیام فرماتے جن جن مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی وہیں نماز ادا کرتے اور جس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی اسی مقام پر اپنی اونٹنی کو بٹھاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک درخت کے نیچے استراحت فرمائی تھی، اسی لئے آپ اسے ہمیشہ پانی دیتے تا کہ محبوب کی یادگار سرسبز وشاداب رہے۔

اقبال مرحوم نے خوب کہا

---

[1] تہذیب الاسماء للنووی جلد اول ص:۲۷۹

کیفیت ہا خیزد از صہبائے عشق
ہست ہم تقلید از اسمائے عشق
کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد
عاشقی محکم شوار تقلید یار

ایسے ہی دنیوی امور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی ملکہ ومہارت کے طور پر آپ سے صادر ہوئے تشریعی ماخذ نہیں بن سکتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال مبارکہ کو امت پر لازم نہیں فرمایا کیونکہ ان کا مبنیٰ وحی نہیں ہوتا بلکہ تجربہ ہوتا ہے جیسے غزوہ بدر کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کے لئے ایک معین مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ فرمایا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا

اَرَأَیْتَ ھٰذَا الْمَنْزِلَ أَمَنْزِلًا اَنْزَلَکَہُ اللّٰہُ لَیْسَ لَنَا اَنْ نَتَقَدَّمَہُ وَلَا نَتَأَخَّرَ عَنْہُ أَمْ ھُوَ الرَّأْیُ وَالْحَرْبُ وَالْمَکِیْدَۃُ ؟ قَالَ بَلْ ھُوَ الرَّأْیُ وَ الْحَرْبُ وَالْمَکِیْدَۃُ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنَّ ھٰذَا لَیْسَ بِمَنْزِلٍ [1]

یعنی کیا اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قیام کا حکم فرمایا ہے یا یہ آپ کی ذاتی رائے اور حربی چال ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ میری جنگی رائے اور حربی تدبیر ہے۔ اس پر وہ صحابی عرض گذار ہوئے ...... یہ جگہ پڑاؤ کے لئے مناسب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے مقام پر لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کا مشورہ دیا اور اس کی متعدد وجوہات عرض کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس رائے

---

[1]

کوشرف قبولیت سے نوازا۔

اسی قسم میں بذریعہ دعویٰ واقعات کا اثبات بھی شامل ہے جن میں غور وخوض کیا جاتا ہے کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازے سے فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ امت کے لئے تشریعی حیثیت نہیں رکھتا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بذریعہ دلائل وقوع دعویٰ کے ثابت ہوجانے پر فیصلہ دے دینا امت کے لئے قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ کر فرمایا تم میرے پاس جھگڑے چکانے کے لئے آتے ہو ممکن ہے تم میں کوئی چرب زبان اپنا موقف احسن انداز کے ساتھ بیان کردے اور میں اس کے مطابق فیصلہ کردوں ......

(ب) وہ افعال مبارکہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونے کی بناء پر آپ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ امت ان افعال میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے اس لئے ان افعال میں متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات درست نہیں۔ جیسے بیک وقت چار سے زائد نکاح کی بندۂ مومن کو اجازت نہیں ہے، ایسے ہی صیام وصال سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ عَنِ الْوَصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ وَاَیُّكُمْ مِّثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صیام وصال سے منع فرمایا تو ایک شخص عرض گذار ہوا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ خود تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں میری مثل کون ہے؟ ...... میں تو شب اپنے رب کے حضور بسر کرتا

---

[1] مشکوٰۃ ص: ۱۷۵

ہوں وہ مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔

(ج) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال طیبہ جن کی بابت معلوم ہو کہ یہ قرآن مجید میں مجمل نص کی وضاحت کے لئے آئے ہیں تو آپ کی وہ وضاحت امت کے لئے تشریعی حیثیت رکھتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وضاحتی فعل کا حکم اسی نص کے حکم کی مانند ہوگا جو کسی فعل کے وجوب اور ندب وغیرہا کو واضح کرتا ہے۔

آپ کا فعل مبارک کسی مجمل کی وضاحت (بیان) کے لئے یا تو صریح قول سے ہوتا ہے یا قرائن احوال کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ صریح قول کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّيْ ہے جو ارشاد ربانی وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ [1] مجمل حکم کی وضاحت ہے۔ یونہی ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ [2] ارشاد ربانی وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا [3] کی وضاحت ہے۔

ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹنے کا حکم دینا ارشاد ربانی وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا [4] قرینہء حال کی مثال ہے۔

(د) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال مقدسہ جو آپ نے ابتداءً انجام دیئے اور ان کی واجب، مندوب اور مباح ہونے کے اعتبار سے شرعی حیثیت معلوم ہوگئی وہ امت کے لئے تشریعی حیثیت رکھتے ہیں اور مکلفین کے حق میں آپ کے ان افعال کا حکم آیہ کریمہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [5] کے مطابق ثابت ہو جائے گا۔

(ہ) وہ افعال طیبہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیئے لیکن ان کی شرعی

---

[1] انعام ۶:۷۲ [2] معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، رقم الحدیث: ۳۰۷۳ [3] آل عمران ۳:۹۷

[4] المائدہ ۵:۳۸ [5] الاحزاب ۳۳:۲۱

حیثیت معلوم نہ ہو...... البتہ یہ معلوم ہو کہ ان افعال کے اکتساب سے قربت مقصود ہے جیسے بعض عبادات کو بغیر مواظبت کے بجالانا...... تو اس قسم کا فعل امت کے حق میں مستحب ہوگا اور اگر کسی فعل میں قربت (ثواب) مقصود ہونے کا بھی علم نہ ہو تو اس قسم کا فعل امت کے حق میں مباح کی حیثیت رکھتا ہے جیسے مزارعت اور خرید و فروخت وغیرہا۔

سنت تقریریہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی قول کیا...... یا کسی صحابی سے کوئی فعل سرزد ہوا...... یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں کسی صحابی سے کوئی قول و فعل صادر ہوا اور آپ کو اس کا علم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا تو اس قول یا فعل کو سنت تقریریہ کہتے ہیں۔ آپ کا سکوت اس فعل کے جواز و اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہ قول و فعل ناجائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کی ممانعت فرمادیتے کیونکہ رسول علیہ السلام کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی باطل یا ناپسندیدہ قول و فعل پر خاموش رہتے، جیسے حربیوں کے بچوں کا مسجد میں کھیلنا اور آپ کا کھیل کود سے منع نہ کرنا سنت تقریریہ کی مثال ہے۔

لیکن کسی فعل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استبشار و استحسان اور اظہار خوشنودی محض سکوت و عدم انکار سے اظہر و اکدّ ہے جیسے منافقین حضرت اسامہ کی گہری سیاہ رنگت اور ان کے والد گرامی حضرت زید رضی اللہ عنہما کے گورا رنگ ہونے کی وجہ سے طعن کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ دونوں حضرات مسجد (نبوی) میں ایک ہی چادر اوڑھے ہوئے استراحت کررہے تھے مگر چادر کے چھوٹا ہونے کی بناء پر دونوں کے قدم نظر آرہے تھے۔ قیافہ شناس نے دونوں کے قدم دیکھ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ

یہ قدم اصل اور فرع (باپ اور بیٹے) کے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی وسرور سے تمتما اٹھا فَظَهَرَ السُّرُوْرُ عَلٰى وَجْهِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَام [1]

۞ ...... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا ...... جب کوئی مقدمہ پیش آ گیا تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا میں کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کرونگا۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو؟ ...... عرض کیا میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر سنت رسول اللہ اور کتاب اللہ میں نہ پاؤ تب؟ ...... عرض گزار ہوئے میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے کو تھپکتے ہوئے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا يَرْضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ [2] خدا تعالیٰ کی حمد وستائش ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کو وہ توفیق ارزانی فرمائی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زیارت نبوی اور صحبت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی بدولت تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس سے شادکام تھے اس لئے ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور ذاتی اغراض سے پاک تھے علاوہ ازیں سنت تقریریہ چونکہ صحابہ کرام کے اقوال وافعال ہیں جن پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت و استبشار کی مہر تصدیق ثبت ہے، اس لئے اصولیین حنفیہ نے ان پر بھی سنت کا اطلاق کیا ہے۔

حضرت ملاجیون صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں

---

[1] حاشیہ اصول الفقہ لدکتور حسین حامد حسان: ۲۱۲ [2] ابوداؤد جلد ثانی ص: ۱۵۰

اَلسُّنَّةُ تُطلَقُ عَلٰی قَوْلِ الرَّسُوْلِ وَفِعْلِهٖ وَسُکُوْتِهٖ وَعَلٰی اَقْوَالِ الصِّحَابَةِ وَاَفْعَالِهِمْ [۱] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل وسکوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال پر سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات ملاحظہ ہوں۔

۞ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنَ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ [۲] میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں پر مضبوطی سے عامل رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۞...... اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ [۳] میرے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء کرنا۔

۞...... عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ [۴] تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

۞...... اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ [۵] میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے تو ہدایت ہی پاؤ گے۔

غرضیکہ سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی متابعت اور اقتدائے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کفایت کرنا ہی احوط واسلم وافضل واولیٰ ہے اور اسی پر طریقت نقشبندیہ کا مدار و انحصار ہے۔

---

۱ نور الانوار: ۱۷۹ ۲ مشکوٰۃ: ۳۱ ۳ مشکوٰۃ: ۵۶۰ ۴ مشکوٰۃ: ۳۰

۵ مشکوٰۃ: ۵۵۴

متن اَمَّا الْقِیَاسُ وَالْاِجْتِھَادُ فَلَیْسَ مِنَ الْبِدْعَۃِ فِیْ شَیْءٍ فَاِنَّہٗ مُظْھِرٌ لِمَعْنَی النُّصُوْصِ لَا مُثْبِتُ اَمْرٍ زَائِدٍ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ترجمہ: لیکن قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں کیونکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر کرتے ہیں کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے پس اہل بصیرت کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے ایک سوال مقدر کا جواب تحریر فرمایا ہے کہ جس طرح کفن میت میں عدد مسنون پر زیادتی، شملہٗ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا اور ابتدائے نماز میں لسانی نیت، محدثات اور رافعِ سنت ہیں، کیا قیاس و اجتہاد بھی بدعت ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ قیاس واجتہاد بدعت نہیں بلکہ یہ نصوص شرعیہ کے اجمال وابہام کی تفصیل واظہار کرتے ہیں کسی امر زائد کو ثابت نہیں کرتے۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیاس کے متعلق قدرے معلومات فراہم کردی جائیں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

قیاس کالغوی وشرعی معنی

علامۃ الدھر حضرت ملاجیون حنفی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کے لغوی اور شرعی معنی کے متعلق یوں رقمطراز ہیں

اَلْقِیَاسُ فِی اللُّغَۃِ اَلتَّقْدِیْرُ.... ھُوَ اِبَانَۃُ مِثْلِ حُکْمِ اَحَدِ الْمَذْکُوْرَیْنِ

بِمِثْلِ عِلَّتِهِ الْاٰخَرِ فَاخْتِيْرَ لَفْظُ الْاِبَانَةِ لِاَنَّ الْقِيَاسَ مُظْهِرٌ لَا مُثْبِتٌ [1]

یعنی لغت عرب میں قیاس تقدیر (اندازہ لگانا) کو کہتے ہیں جیسے قَسَسْتُ الثَّوْبَ بِالزَّرَاعِ میں نے کپڑا میٹر سے ناپا...... اصل کی علت کی مانند فرع میں علت کے پائے جانے کی وجہ سے فرع میں اصل کے مماثل حکم کو ظاہر کرنا قیاس کہلاتا ہے۔ اس تعریف میں لفظ ابانۃ اس لئے لایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ **قیاس مظہر للحکم** ہے، **مثبت للحکم** نہیں۔

۞...... حضرت علامہ نظام الدین شاشی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی شرعی تعریف کرتے ہوئے ارقام پذیر ہیں اَلْقِيَاسُ الشَّرْعِيُّ هُوَ تَرَتُّبُ الْحُكْمِ فِيْ غَيْرِ الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ عَلٰى مَعْنًى هُوَ عِلَّةٌ لِذَالِكَ الْحُكْمِ فِي الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ یعنی اشتراکِ علت کی بنا پر منصوص علیہ کے حکم کو غیر منصوص علیہ میں جاری کرنا قیاس شرعی کہلاتا ہے۔

حجیتِ قیاس

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو انسان کے تمام شعبہ ہائے حیات کے متعلق رہنمائی کرتا ہے۔ البتہ احکام اسلامیہ دو قسم کے ہیں کچھ تو صراحۃً کتاب و سنت میں موجود ہیں انہیں منصوص کہا جاتا ہے اور کچھ کتاب وسنت میں صراحۃً مذکور نہیں جن کا مجتہدین علت مشترکہ کی بناء پر منصوص علیہ پر قیاس کر کے استنباط و استخراج کرتے ہیں۔ بنابریں قیاس اصول اربعہ اور **حجج شرعیہ** میں سے ایک مصدر و ماخذ ہے جو احکام کا اثبات نہیں بلکہ احکام کا اظہار کرتا ہے اسی لئے جمہور اصولیین اور فقہاء کرام اس کی حجیت شرعیہ کے قائل ہیں۔ چند ایک امثلہ ہدیۂ قارئین

---

[1] نور الانوار: ۲۲۸

ہیں۔

۞......ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ [1] اے دانش مندو! عبرت حاصل کرو۔اس آیت مبارکہ میں اعتبار کا لفظ عبور سے مشتق ہے جیسے کہا جاتا ہے عبرتُ النهر یعنی میں دریا عبور کر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف منتقل ہو گیا۔

حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

لِاَنَّ الْاِعْتِبَارَ رَدُّ الشَّیْءِ اِلٰی نَظِیْرِہٖ فَکَاَنَّہٗ قَالَ قِیْسُوا الشَّیْءَ عَلٰی نَظِیْرِہٖ [2] یعنی کسی شئی کو اس کی نظیر (مثال) کی طرف لوٹا دینا اعتبار ہے گویا فرمایا گیا کہ شئی کو اس کی مثال پر قیاس کرو۔

۞......قبیلہ بنی فزارہ کا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا اِنَّ اِمْرَأَتِیْ جَآءَتْ بِوَلَدٍ اَسْوَدَ فَقَالَ هَلْ لَکَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِیْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لَوُرْقًا قَالَ فَاَنّٰی تُرَاہُ قَالَ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ نَزَعَهٗ عِرْقٌ قَالَ وَهٰذَا عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ نَزَعَهٗ عِرْقٌ [3]

یعنی میری بیوی نے سیاہ رنگ کا بچہ جنا ہے۔فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ عرض کیا ہاں۔فرمایا ان کے رنگ کون کون سے ہیں؟ عرض گذار ہوا کہ سرخ۔ فرمایا کیا ان میں کوئی گندمی رنگ کا بھی ہے؟ عرض کی ہاں! گندمی رنگ کا بھی ہے۔ فرمایا وہ کہاں سے آ گیا؟ عرض کی ممکن ہے وہ کسی رگ کے فساد کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو۔آپ نے جواباً ارشاد فرمایا وہی رگ کا فساد یہاں بھی پایا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوزائیدہ بچے کے سیاہ

---

[1] الحشر ۵۹:۲ [2] نورالانوار: ۲۲۸ [3] سنن ابی داؤد رقم الحدیث: ۱۹۲۷

رنگ کو اونٹ کے گندمی ہونے پر قیاس فرما کر امت کے لئے قیاس کی اجازت مرحمت فرما دی۔

۞ ...... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نماز کی امامت پر قیاس فرما کر کہا رَضِیَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِدِیْنِنَا اَفَلَا نَرْضَاہُ لِدُنْیَانَا [1] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین (امامت نماز) کے لئے پسند فرمایا ہے تو ہم اپنے دنیوی معاملات کے لئے انہیں پسند کیوں نہ کریں؟ یونہی جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال کرتے وقت زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کرتے ہوئے کہا وَاللّٰہِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الزَّکٰوۃِ وَالصَّلٰوۃِ تو تمام صحابہ کرام نے صدیقی رائے کی تائید کرتے ہوئے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد وقتال فرمایا۔ [2]

۞ ...... امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف ایک مکتوب میں قیاس کرنے کی جو نصیحت فرمائی وہ ملاحظہ ہو

اَلْفَھْمُ اَلْفَھْمُ فِیْمَا یَخْتَلِجُ فِیْ صَدْرِکَ مِمَّا لَمْ یَبْلُغْکَ فِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ اَعْرِفِ الْاَشْبَاہَ وَالْاَمْثَالَ ثُمَّ قِسِ الْاُمُوْرَ عِنْدَ ذَالِکَ فَاعْمِدْ اِلٰی اَحَبِّھَا اِلَی اللّٰہِ وَاَشْبَھِھَا بِالْحَقِّ فِیْمَا تَرٰی [3]

یعنی خوب غور وفکر کرو اس مسئلہ کے متعلق جو تمہیں پیش آئے اور اگر اس کا حکم کتاب وسنت میں نہ ہو تو اشباہ وامثال میں غور وخوض کر کے ایک معاملہ کو دوسرے معاملہ پر قیاس کرو پھر اس پر اعتماد کرنا جسے تم اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب پاؤ اور وہ

---

[1] شرح مسند ابی حنیفہ: ۱/۵۳ [2] اصول الفقہ لدکتور حسین حامد حسان: ۲۵۹

[3] السنن الصغیر بیہقی جلد ۸: ۴۵۴

حق کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہو۔

۞......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اسے قرآن مجید سے اخذ کرتے اگر قرآن کریم میں نہ ملتا تو سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات سے مستنبط کرتے۔ اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نہ ملتا تو حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ارشادات عالیہ سے اخذ کرتے۔ بہ روایتے جس امر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق ہوتے اس سے اخذ کرتے فَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْهِ اَمْرٌ بِرَأْیِهٖ اگر وہاں بھی نہ ملتا تو پھر اس معاملے میں اپنی رائے (قیاس) سے کام لیتے۔[۱]

۞......استخراجِ مسائل کے سلسلے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا طریق کار ملاحظہ ہو

اِنَّمَا اَعْمَلُ اَوَّلًا بِکِتَابِ اللّٰهِ ثُمَّ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَقْضِیَةِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ ثُمَّ اَقْضِیَةِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ثُمَّ اَقِیْسُ بَعْدَ ذَالِکَ[۲]

یعنی میں پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں ...... پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر...... پھر حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر...... پھر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر...... پھر اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔

ایک اور مقام پر آپ یوں فرماتے ہیں اِنِّیْ اُقَدِّمُ الْعَمَلَ بِالْکِتَابِ ثُمَّ بِالسُّنَّةِ ثُمَّ بِاَقْضِیَةِ الصِّحَابَةِ مُقَدَّمًا مَا اتَّفَقُوْا عَلٰی مَا اخْتَلَفُوْا وَحِیْنَئِذٍ اَقِیْسُ[۳]

میں کتاب اللہ پر عمل سب سے مقدم رکھتا ہوں، پھر سنت نبوی علیٰ صاحبہا

---

[۱] سنن دارمی: ۳۳ [۲] اصول اربعہ فی تردید الوہابیہ: ۱۱۲ [۳] الخیرات الحسان

الصلوات پر، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ فیصلوں پر، پھر صحابہ کرام کے مختلف فیہ اقوال پر، پھر سب سے آخر میں قیاس کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت فرمودہ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات پر عمل کرنا قیاس کے مقابلے میں اولیٰ ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک اعرابی رضی اللہ عنہ ادائے نماز کے لئے آئے اور ضعف بصر کی وجہ سے گڑھے میں گر گئے تو بعض مقتدی صحابہ کرام بتقاضائے بشریت ہنس پڑے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ ضَحِکَ مِنْکُمْ قَہْقَہَۃً فَلْیُعِدِ الْوَضُوْءَ وَالصَّلٰوۃَ جَمِیْعًا تم میں سے جو قہقہہ لگا کر ہنسا ہے وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے۔ حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ وضو نہ ٹوٹتا کیونکہ نقض طہارت کی علت خروج نجاست ہے لیکن اس قیاس کو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ترک کر دیا گیا اور حدیث پاک پر عمل کیا گیا۔[1]

ایسے ہی حفظ وعدالت میں معروف رواۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات اگر مجتہدین صحابہ کرام کے قیاس کے مخالف ہوں تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتْہُ النَّارُ آگ پر پکائی گئی چیز کے استعمال سے وضوء کرنا ہوگا تو اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں کہا اَرَأَیْتَ، لَوْ تَوَضَّأْتَ بِمَآءٍ سَخِیْنٍ اَکُنْتَ تَتَوَضَّأُ مِنْہُ فَسَکَتَ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا آپ کو دوبارہ وضوء کرنا پڑے گا؟ ..... اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

---

[1] اصول الشاشی مع حاشیہ: ۵۷

اِنَّمَا رَدَّهٗ بِالْقِیَاسِ اِذْلَوْ کَانَ عِنْدَہٗ خَبَرٌ لَرَوَاہُ حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بذریعہ قیاس اس روایت کو مسترد کردیا۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الآثار میں متعدد روایات نقل فرمائی ہیں جن میں روایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حکم منسوخ ہے۔[1]

بلینہ:

واضح رہے کہ جو قیاس شریعت مطہرہ، سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات، اقوال صحابہ اور فتاویٰ آئمہ کے مخالف ہو وہ نا قابل اعتبار اور مذموم قیاس ہے۔ ایسے ہی قیاس کے متعلق امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے اِیَّاکُمْ وَاَصْحَابَ الرَّأْیِ[2] اہل رائے سے بچو! حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا قول گرامی ہے اَلْبَوْلُ فِی الْمَسْجِدِ اَحْسَنُ مِنْ بَعْضِ قِیَاسَاتِہِمْ[3] لوگوں کے بعض قیاس مسجد میں بول کرنے سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔

---

[1] اصول الشاشی: ۷۵ وغیرہا [2] اصول سرخسی جلد ثانی: ۱۳۴ [3] تہذیب التہذیب: ۱۱/۳۳

من شاء التفصیلات فلیراجع الی المطوّلات

دفتر اوّل مکتوب ۱۸۷

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمّد اشرف کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

تصوّر شیخ کی اہمیّت

کلمہ طیبہ تصوّرِ شیخ کا بیّن ثبوت ہے

مکتوب - ۱۸۷

متن بدانند که حصولِ رابطۂ شیخ مر مرید را بے تکلف و بے تعمل علامت مناسبتِ تام است درمیان پیر و مرید که سببِ افاده و استفاده است و ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریقِ رابطہ نیست

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ مرید کے لئے تکلف اور تصنع کے بغیر رابطۂ شیخ کا حصول پیر اور مرید کے درمیان کامل مناسبت کی علامت ہے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اور وصول الی اللہ کیلئے طریق رابطہ (تصور شیخ) سے زیادہ اقرب ترین کوئی راستہ نہیں ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز تصور شیخ کی اہمیت وفضیلت کا تذکرہ فرمارہے ہیں کیونکہ تصور شیخ وصول الی اللہ کیلئے سب سے زیادہ مؤثر و اقرب طریقہ ہے۔ درحقیقت جب کوئی سالک راہ سلوک طے کرتا ہے تو عالم وجوب کے ساتھ عدمِ مناسبت کی وجہ سے عالم وجوب کے فیوض و برکات سے محروم

رہتا ہے۔لہٰذا درمیان میں ذوجھتین واسطہ ہونا چاہیے جس کا غیب الغیب کے ساتھ بے کیف اتصال بھی ہو اور عالم شہادت کی طرف مراجعت کی بدولت منصب دعوت وارشاد پر متمکن بھی ہو، جس کی وساطت سے سالک عالم قدس کے انوار وتجلیات اور فیوض وبرکات سے مالا مال ہو سکے، اسی کو شیخ کامل مکمل کہتے ہیں۔
بقول شاعر

زاں روئے کہ چشم تست احول
مقصود تو پیر تست اول

جس کی صحبت وزیارت مرید کیلئے فضل وفتوحات کا باب اول ہوتی ہے بصورت دیگر شیخ کی صورت کو قلب میں محفوظ رکھنا رابطہ (تصور شیخ) کہلاتا ہے جو سالک کیلئے منفعت کے اعتبار سے ذکر سے بھی زیادہ سودمند ہوتا ہے اور یہ دولت عظمیٰ اور نعمت قصویٰ بغیر کسی تکلّف کے ہزاروں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

بلینہ:

واضح رہے کہ کلمہ طیبہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معین ومشخص ذات انور کا تصور، رابطہ (تصور شیخ) کا بیّن ثبوت ہے۔کتب احادیث میں شمائل نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا بالالتزام تذکرہ اسی امر کا غماز ہے۔علاوہ ازیں تعلیم وتدریس کے دوران شاگردوں کا استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا بھی تصور استاد پر ہی موقوف ہوتا ہے۔ یوں ہی دوران سلوک افاضہ واستفاضہ کیلئے اپنے شیخ کا تصور اور زیارت، مریدین کیلئے باعث قرب ہے۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۸۸

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمّد صدّیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

عالمِ امر کے لطائفِ ثلاثہ قلب کے ماتحت ہوتے ہیں

صاحبِ تصرّف شیخ مرید کا مشرب تبدیل کر سکتا ہے

ظاہری اثرات اور باطنی برکات کا باہمی تعلق

مکتوب - ۱۸۸

متن محبت آثارا اختفائے بعضے از لطائف در مرتبۂ قلب مقصور براں لطائف است کہ قلب متضمنِ آنہا است نہ آن لطائف کہ در ماورائے قلب تحقق دارند کہ اختفائے آنہا در مرتبۂ قلب معنی ندارد

ترجمہ: اے محبت کے نشان والے! بعض لطائف کا مرتبۂ قلب میں پوشیدہ رہنا صرف انہی لطائف پر موقوف ہے جو قلب کے ضمن میں ہیں نہ کہ ان لطائف کا جو ماورائے قلب متحقق ہیں کیونکہ ان کا مرتبۂ قلب میں پوشیدہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

شرح

زیرنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تین سوالات کے جوابات مرحمت فرما رہے ہیں سوال اول کا جواب ملاحظہ ہو۔

جب کوئی سالک راہِ طریقت کسی شیخ کامل مکمل کے زیرنگرانی باقاعدہ سلوک

طے کرتا ہے اور سنت و شریعت کی پابندی کے ساتھ اذکار و اوراد کا التزام کرتا ہے تو انوار و تجلیات اور فیوض و برکات کا ورود و نزول اس کے قلب پر شروع ہو جاتا ہے...... ماسوی اللہ اور اشیائے متکثرہ اس کے زاویۂ یادداشت سے گم ہو جاتے ہیں......اور محبت الٰہیہ اس کے قلب و نظر پر مستولی ہو جاتی ہے جسے اہل طریقت فنائے قلبی سے موسوم کرتے ہیں (جبکہ فنائے نفس کے دوران سالکین کو اپنا آپ بھی بھول جاتا ہے)۔

جبھی جا کے مکتبِ عشق میں درسِ مقامِ فنا لیا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے سبھی صاف دل سے بھلا دیا

لطیفہ قلب کی جامعیت کی بناء پر لطیفہ روح اور لطیفہ سر، قلب کے ماتحت ہوتے ہیں اس لئے ان میں بھی لطیفہ قلب کی برکات و اثرات نفوذ و سرایت کر جاتے ہیں۔ چونکہ لطائف ثلاثہ (قلب، روح، سر) مکلّف بالشرع ہیں اس لئے ان تینوں لطائف کے دوران سالکین عبادات و اعمال صالحہ کے بڑے حریص ہوتے ہیں جبکہ لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفیٰ قلب کے ماتحت نہیں بلکہ اس سے ماوراء ہوتے ہیں۔

متن شخصے را کہ استعدادش تا مرتبۂ قلب یا روح است پیرِ صاحبِ تصرُّف تواند او را بمراتبِ فوق رسانید اما ایں جا دقیقہ ایست کہ بحضور تعلّق دارد بتحریر بیانِ آن متعسّر است

ترجمہ: جس شخص کی استعداد مرتبہ قلب یا روح تک ہے صاحب تصرف پیر اسے

اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک باریک نکتہ ہے جو روبرو ہونے سے تعلق رکھتا ہے اسے تحریر میں لانا دشوار ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز سوال دوم کا جواب مرحمت فرمارہے ہیں، چونکہ تخلیق استعداد حق تعالیٰ سبحانہ کا کام ہے اس لئے شیخ کسی مرید میں روحانی استعداد تو پیدا نہیں کر سکتا البتہ کسی صاحب استعداد مرید کو صاحب تصرف شیخ توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے مراتب عالیہ پر پہنچا بھی سکتا ہے اور کسی دوسرے مشرب سے نکال کر محمدی المشرب بھی بنا سکتا ہے مگر صاحب تصرف شیخ خال خال ہوتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ العزیز کو بذریعہ تصرف موسوی المشرب سے محمدی المشرب بنا دیا تھا۔

متن

چوں ظاہر برنگِ باطن متلوِن شود و باطن بلونِ ظاہر منصبغ گردد چہ دشوار است کہ احکام ظاہر در باطن واحوال باطن در ظاہر پیدا آید

ترجمہ: جب ظاہر، باطن کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور باطن، ظاہر کے رنگ سے رنگا جائے تو کیا دشوار ہے کہ ظاہری احکام باطن میں اور باطنی احوال ظاہر میں نمایاں ہو جائیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز سوال سوم کا جواب تحریر فرمارہے ہیں دراصل ظاہر اور باطن کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ظاہر کے اثرات باطن پر مرتب ہوتے ہیں اور باطنی برکات ظاہر سے عیاں ہوتی ہیں۔ چونکہ علمائے حقیقت اور عرفائے طریقت کے ظاہر، باطن سے اور باطن، ظاہر سے رنگین ہوتے ہیں اس لئے ان کی ذوات نہایت پر کشش اور شخصیات جاذبِ نظر ہوتی ہیں۔ بنابریں وہ لوگوں کے لئے سراپا رشد وہدایت اور باعثِ برکت ورحمت ہوتے ہیں۔ شاید حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ارشادگرامی ''جس کو ہماری چپ سے فائدہ نہیں اس کو ہمارے بولنے سے بھی فائدہ نہیں'' کا یہی مفہوم ہو۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۸۹

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ شرف الدین حسین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

اہلُ اللہ کی محبت حصولِ برکات کی موجب ہے

دنیوی امور فانی ہونے کی وجہ سے لائق اعتبار نہیں

سالکین طریقت کے لئے پانچ اہم نصیحتیں

مکتُوب - ۱۸۹

متن مکتوب شریف فرزندے ارجمندے اعزے ارشدے شرف الدین حسین وصول یافت موجبِ فرحت و باعثِ بہجت گردید چہ نعمتی است کہ باوجودِ گرفتاریہائے لاطائل فقراءِ دور از کار از یاد نرفتہ اند این معنی یاد از شدتِ مناسبت می دہد کہ سببِ افادہ واستفادہ است

ترجمہ: فرزند ارجمند، عزیز وسعادت مند شرف الدین حسین کا مکتوب شریف وصول پایا جو فرحت وشادمانی کا موجب و باعث ہوا۔ کتنی عظیم نعمت ہے کہ بے فائدہ تعلقات میں گرفتاریوں کے باوجود، دور دراز فقراء کی یاد کو فراموش نہیں کیا۔ اس قسم کی یاد سے اہل اللہ کے ساتھ گہری مناسبت کا پتہ چلتا ہے جو افادہ واستفادہ کا سبب ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اہل دنیا کے قلوب کا دنیوی مصروفیات کے باوجود اہل اللہ کی یاد سے معمور ہونا ان کے ساتھ گہری مناسبت کا آئینہ دار ہے۔ یہی شدتِ مناسبت اور غایت ارادت اہل اللہ سے فیوض و برکات اور دعاؤں کے حصول کا موجب ہوتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

متن اے فرزند بطراوتِ دنیائے دنی فریفتہ نشوی و بکروفر بے معنیِ او مفتون نگردی کہ بے مدار و بے اعتبار است امروز اگر ایں معنی معقولِ شما نشود فردا البتہ معقول خواہد شد و فائدہ نخواہد داشت

ترجمہ: اے فرزند کمینی دنیا کی تازگی پر فریفتہ نہ ہو اور اس کے بے کار کرّوفر پر شیدانہ ہو کیونکہ وہ ناپائیدار اور بے اعتبار ہے آج اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی لیکن کل ضرور سمجھ میں آجائے گی مگر بے سود ہوگی۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہ نصیحت فرما رہے ہیں کہ دنیوی جاہ و

جلال کا شیفتہ اور ظاہری شان وشوکت پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جملہ دنیوی امور فانی ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد اور لائق اعتبار نہیں ہیں اس لئے ان کے ساتھ قلبی محبت اور باطنی تعلق استوار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر چہ یہ بات عقل عیار کی سمجھ سے بالا ہے مگر کل روز قیامت حقیقت بے نقاب ہونے پر سوائے کفِ افسوس ملنے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

بقول شاعر

گوشش از بارِ دُر گراں شدہ است
نشود نالہٗ و فُغانِ مرا

متن باید کہ سبقِ باطن را از اَجلّ نِعَمِ خداوندی جل شانہٗ دانستہ بتکرارِ آن مولع وحریص باشند و پنج وقت نماز را بجماعت بے کسل وفتور ادا نمایند واز چہل یکے زکٰوۃ را بمنت بفقراء ومساکین رسانند واز محرّمات ومشتبہات اجتناب دارند و برخلائق مشفق ومہربان باشند طریق نجات ورُستگاری اینست

ترجمہ: آپ کو چاہیے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ کی بزرگ ترین نعمتوں میں سے جان کر اس کے تکرار پر حریص رہیں اور پانچ وقت نماز کو بغیر غفلت وفتور کے ادا کریں اور زکوٰۃ کے چالیسویں حصے کو احسان مندی کے ساتھ فقراء ومساکین تک

پہنچائیں اور محرمات ومشتبہات سے اجتناب کریں اور مخلوق پر مشفق ومہربان رہیں نجات اور خلاصی کا یہی طریقہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز پانچ ایسی نصیحتیں فرمارہے ہیں جن پر عمل پیرا ہوکر سالکینِ طریقت دنیوی برکات اور اُخروی نجات سے سرفراز ہو سکتے ہیں۔

نصیحتِ اول ...... جب کوئی طالب صادق اَلْمُرِیْدُ لَایُرِیْدُ اِلَّا اللّٰہ کے جذبہ سے سرشار ہوکر کسی شیخ کامل مکمل کی خدمت بابرکت میں بیعت وتربیت کی خاطر حاضر ہوتا ہے تو شیخ روحانی نسبت اور باطنی سبق اس کے قلب میں القاء فرمادیتا ہے جس کے مسلسل تکرار اور سنت وشریعت پر مواظبت کی بدولت بالآخر وہ واصل باللہ ہو جاتا ہے۔

نصیحتِ دوم ...... میں پنج وقتہ نماز کو بغیر کسی سستی وغفلت کے باجماعت ادا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے تاکہ معاملہ صورت نماز سے گذر کر حقیقت نماز تک پہنچ جائے اور سالک اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ [1] کے مرتبہ پر فائز المرام ہوجائے۔

نصیحتِ سوم ...... میں فریضۂ زکوٰۃ کو نہایت عاجزی وانکساری اور منت وزاری کے ساتھ ادا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے تاکہ یہ عملِ خیر شرفِ قبولیت پاسکے، کیونکہ صدقات پہلے دستِ قدرت میں جاتے ہیں بعد ازاں فقراء ومساکین کو ملتے ہیں۔

نصیحتِ چہارم ...... میں محرّمات ومشتبہات سے احتراز کی تلقین فرمائی گئی ہے کیونکہ مشتبہات کا مرتکب حرام کردہ اشیاء کی طرف خواہ مخواہ ملتفت ہوجاتا ہے

---

[1] روح المعانی: ۶۶/۱

جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ [1] ......الخ سے عیاں ہے بلکہ مشائخ نقشبندیہ تو بر بنائے تقویٰ وورع مباحات سے بھی اجتناب کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

نصیحتِ پنجم ...... میں مخلوق خدا کے ساتھ شفقت ونرمی کے ساتھ پیش آنے کی تلقین فرمائی گئی ہے کیونکہ مخلوق پر ظلم واستبداد، قہر خداوندی کا موجب اور رحمت باری سے محرومی کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ [2] سے واضح ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۹۹۶ [2] صحیح بخاری، رقم الحدیث:۶۸۲۸

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۰

مکتوب الیہ

حضرت ابن میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہما

موضوعات

دائمی ذکر طریقتِ نقشبندیہ میں ہی ممکن ہے

طریقتِ نقشبندیہ کا طریقۂ ذکر، اسمِ اللہ کا ذکر بے کیف کرنا چاہیے

شیخ کے صرف شجرۂ طریقت اور تبرکات سے وصل نصیب نہیں ہوتا

خوابِ کی شرعی حیثیت

مکتوب ۔ ۱۹۰

متن دوامِ ذکر در طریقۂ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم در ابتداء میسر می گردد و بطریق اندراج النہایہ فی البدایہ حاصل می شود پس اختیار ایں طریقہ علیہ مر طالب را اولیٰ وانسب باشد بلکہ واجب ولازم پس بر تو باد کہ قبلۂ توجہ را از ہمہ سو گردانیدہ بکلیت بجنابِ عالی اکابر ایں طریقہ علیہ اقبال نمائے وہمتی از باطنِ شریف ایشاں خواہی

ترجمہ: حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ میں دوام ذکر ابتداء میں ہی اندراج النہایہ فی البدایہ کے طریق پر حاصل ہو جاتا ہے پس طالب کے لئے اس طریقہ عالیہ کو اختیار کرنا بہت ہی بہتر ومناسب بلکہ واجب اور لازم ہے لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ قبلہ توجہ کو تمام اطراف سے ہٹا کر کلیۃً اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی جناب کی طرف مرکوز کر دیں اور ان کے باطن شریف سے ہمت وتوجہ طلب کریں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز طریقت نقشبندیہ کے ذکر کی افضلیت بیان فرما رہے ہیں۔ درحقیقت حق تعالیٰ کا ذکر ایسی نعمت کبریٰ اور دولت قصویٰ ہے جس کی کثرت کی بدولت بندۂ مؤمن دارین کی سعادتوں اور کونین کی عظمتوں سے مالامال ہوجاتا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے جمیع سلاسل طریقت کے پیر ماذون اور جملہ نسبتوں کے امین ہونے کے باوجود مشائخ نقشبندیہ کے اختیار فرمودہ ذکر کی فضیلت وفوقیت کا قول کیا ہے، کیونکہ دائمی ذکر بطریق اندراج النہایہ فی البدایہ طریقت نقشبندیہ میں ہی ممکن ہے۔ اس لئے طالبان طریقت پر واجب اور لازم ہے کہ وہ طریقت نقشبندیہ کو اختیار کریں تاکہ دوام ذکر کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوسکیں۔

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ طریقت نقشبندیہ میں دائمی ذکر نقشبندیوں کے مرشد اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری و ساری ہوا جیسا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ [1] یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ دائمی ذکر قلب سے ہی ممکن ہے جو کلام وطعام وغیرہا کے دوران بھی جاری رہتا ہے، منقطع نہیں ہوتا۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۹۸

شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

كَانَ يَذْكُرُ اللهَ ...... الخ ...... لَا يُتَصَوَّرُ هٰذَا الذِّكْرُ اِلَّا بِالْقَلْبِ فَاِنَّ الذِّكْرَ اللِّسَانِيَّ لَا يُتَصَوَّرُ فِيْ كُلِّ اَحْيَانٍ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا يَخْلُوْا اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَائِمًا اَوْ يَقْظَانَ فَالنَّائِمُ يَكُوْنُ غَافِلًا عَنْ ذِكْرِ اللِّسَانِ وَ كَذَالِكَ الْيَقْظَانُ اِذَا كَانَ فِي الْقَاذُوْرَاتِ فَذِكْرُ اللِّسَانِ هٰهُنَا مَكْرُوْهٌ بِخَلَافِ الذِّكْرِ الْقَلْبِيِّ فَاِنَّ تَعَلُّقَ الْقَلْبِ بِجَنَابِ الْبَارِيْ فِي النَّوْمِ وَ الْيَقْظَةِ سَوَاءٌ ...... وَ لِذَا قَالَ شَيْخُنَا الْمُجَدِّدُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَلْحَالَةُ الْمَنَامَةُ فَوْقَ حَالَةِ الْيَقْظَةِ لِعَدْمِ تَعَلُّقِ الْبَاطِنِ بِالظَّاهِرِ وَحَالَةُ السُّكْرَاتِ فَوْقَ حَالَةِ الْمَنَامِ وَحَالَةُ الْبَرْزَخِ فَوْقَ حَالَةِ السُّكْرَاتِ وَحَالَةُ الْعَرْصَاتِ فَوْقَ حَالَةِ الْبَرْزَخِ وَحَالَةُ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَوْقَ حَالَةِ اَهْلِ الْعَرْصَاتِ لِاَنَّهُمْ يَرَوْنَ اللهَ عَيَانًا [1]

یعنی كَانَ يَذْكُرُ اللهَ ...... الخ ...... ذکر قلبی کے بغیر محصور نہیں ہوسکتا اور ذکر لسانی ہمہ وقت متصور نہیں ہوسکتا، کیونکہ انسان دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا، عالم خواب میں ہوگا یا عالم بیداری میں، عالم خواب میں ذکر لسانی سے غافل ہوتا ہے ایسے ہی بیت الخلاء کے اندر عالم بیداری میں ذکر لسانی سے غافل ہوتا ہے کیونکہ ذکر قلبی کے برعکس وہاں ذکر باللسان مکروہ ہے۔ جبکہ عالم خواب اور عالم بیداری میں دونوں حالتوں میں قلب کا تعلق باللہ مساوی ہوتا ہے اسی لئے ہمارے شیخ سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں باطن کے ظاہر کے ساتھ عدم تعلق کی بنا پر حالت

---

[1] انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ: ۲۶

نیند، حالت بیداری سے فوق ہے، حالت سکرات، عالم خواب سے فوق ہے اور عالم برزخ، حالت سکرات سے بالا ہے عرصۂ قیامت کی حالت، حالت برزخ سے بالا ہے اور اہل جنت کی حالت، حالت عرصات سے بڑھ کر ہے۔

کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو عیاناً دیکھیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ [1] لفظ زیادہ کی حدیث میں رویت باری تعالیٰ سے تفسیر کی گئی ہے اور ان تمام اشیاء کا تعلق قلبی ذوق سے ہے نہ کہ ایسے شخص کیلئے جو محض ظاہری استقامت رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ [2] سے عیاں ہے اور حدیث شریف میں ہے خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ [3]...... بہترین ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو بھوک کیلئے کافی ہو اور دوسرے مقام پر ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے لَفَضْلُ الذِّکْرِ الْخَفِیِّ الَّذِیْ لَایَسْمَعُہٗ الْحَفَظَۃُ سَبْعُوْنَ ضِعْفاً [4] یعنی ایسا ذکر خفی جسے ملائکہ حفظہ بھی نہ سن سکیں ستر درجے افضل ہے اور روز قیامت اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب و کتاب کیلئے جمع فرمائے گا تو ملائکہ حفظہ اعمال نامے لے کر حاضر ہونگے اللہ تعالیٰ ملائکہ کو مخاطب ہو کر فرمائے گا اس بندہ مؤمن کے اعمال میں سے کوئی چیز بچ تو نہیں گئی ملائکہ عرض گذار ہونگے ہم نے اپنی دانست اور یادداشت کے مطابق اس کے ہر عمل کو شمار بھی کرلیا ہے اور لکھ بھی لیا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس بندہ مؤمن سے مخاطب ہو کر فرمائے گا اِنَّ لَکَ عِنْدِیْ حَسَنَۃٌ لَا تَعْلَمُہٗ وَاَنَا اَجْزِیْکَ بِہٖ وَھُوَ الذِّکْرُ الْخَفِیُّ میرے پاس تیری ایک ایسی نیکی بھی ہے جسے تو بھی نہیں جانتا اور میں تجھے اس کی جزا دیتا ہوں اور وہ نیکی ذکر خفی ہے اس حدیث کو حضرت امام سیوطی نے بدور سافرہ میں اور حضرت

---

[1] یونس ۱۰:۲۶ [2] الشعراء ۲۶:۸۹ [3] مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۳۹۷

[4] مرکاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ جلد دوم: ۳۷۷

ابو یعلی موصلی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔[۱]

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ بعض طالبان طریقت جمیع سلاسل طریقت کے جامع، مشائخ نقشبندیہ کی خدمت میں دیگر سلاسل طریقت میں بیعت ہونے پر اصرار کرتے ہیں، ایسے سالکین کو دیگر سلاسل میں بیعت کرنے کے باوجود نقشبندی ذکر ہی القاء وتلقین کرنا چاہیے تاکہ اسے بھی نقشبندی فقیر کے ہاتھ پر شرف بیعت کی بدولت دائمی ذکر نصیب ہو سکے۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز اور حضرت سیدنا خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہُ العزیز نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہُ العزیز کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہو کر نسبت نقشبندیہ اور دائمی ذکر کی ہی خیرات مانگی تھی۔

بینہ نمبر۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ نقشبندی صوفیاء کو اپنے شیخ کامل مکمل کی طرف کلیۃً متوجہ وملتفت رہنا چاہیے تاکہ ان کی توجہات قدسیہ کی بدولت دائمی ذکر میسر ہو سکے۔ بقول شاعر

اے خواجہ بکوئے اہل دل منزل کن
در پہلوئے اہل دل دلے حاصل کن
خواہی کہ بہ بینی جمال محبوب ازل
آئینہ تو دل است رو در دل کن

---

[۱] انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ: ۲۶

متن باید کہ متوجہ قلب صنوبری گردی کہ آن مضغہ ہمچو حجرہ ایست مر قلب حقیقی را و اسم مبارک اللہ را بر آن قلب بگزرانی و درین وقت بقصد ہیچ عضوے را حرکت ندہی و بکلیت متوجہ قلب نشینی و در متخیلہ صورتِ قلب را جا ندہی و بآن ملتفت نباشی چہ مقصود توجہ بقلب است نہ تصویرِ صورت آن

ترجمہ: آپ کو چاہیے کہ دوران ذکر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہوں کہ وہ مضغہٗ گوشت ، قلب حقیقی کیلئے حجرہ کی مانند ہے اور اسم مبارک ''اللہ'' کو اس قلب پر گذاریں اور اس وقت قصداً کسی عضو کو حرکت نہ دیں اور کلیۃً قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں اور قوت متخیلہ میں صورت قلب کو جگہ نہ دیں اور نہ ہی اس کی طرف ملتفت ہوں کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ صورتِ قلب کا تصور کرنا۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے طریقت نقشبندیہ کے ذکر کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ سالکین کو دوران ذکر قلب صنوبری (مضغۂ گوشت) وغیرہا کسی عضو کو قصداً حرکت نہیں دینا چاہیے اور نہ ہی قلب صنوبری کی صورت کا خیال کرنا چاہیے، بلکہ محض قلب کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور اسی پر اسم مبارک اللہ، اللہ کا

خیال گذارنا چاہیے جو بالآخر شیخ کی توجہات قدسیہ اور کثرتِ ذکر کی بنا پر قلب حقیقی (لطیفۂ قلب) میں سرایت کر کے طردِ کسلت اور رفعِ غفلت کا باعث ہوتا ہے۔ **فھو المقصود**

یہ ایسا عجیب طریقہ ہے کہ سالک پر سوئے ہوئے بھی غفلت طاری نہیں ہوتی بلکہ وصال کے بعد بھی صوفی یادِ خدا سے لمحہ بھر کیلئے بھی غافل نہیں ہوتا۔

بینہ نمبر۱:

واضح رہے کہ ابتدائے سلوک میں ذکر دوام اسم ذات یعنی استحضارِ اسم ذات ہوتا ہے جو منتہائے سلوک میں استحضار ذات پر منتج ہوتا ہے، اسی کو **دوام حضور مع اللہ** کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ خاقانی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ یک دم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا

جے محبوب پیارا اک دن وسے نال اساڈے
جاناں میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے

بینہ نمبر۲:

یہ امر متحضر رہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اشخاص وافراد کے لحاظ سے نہیں بلکہ سبق کے اعتبار سے سب سے اوسع واعلیٰ ہے۔

بینہ نمبر۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ مشائخ نقشبندیہ پہلے روز ہی مریدوں کے قلوب

میں لفظ اللہ نقش کر دیتے ہیں ۔امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ العزیز کو جب کسی درویش نے آوی میں آگ دہکانے کے دوران برتنوں پر اسم اللہ نقش کرتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کے حضور یوں عرض گذار ہوا

یا شہِ نقشبند نقشِ مرا بہ بند
نقش چناں بہ بند کہ گویند نقشبند

متن ومعنی لفظ مبارک اللہ را بے چونی وبے چگونگی ملاحظہ نمائی و ہیچ صفت را بآن منضم نسازی و بحاضر وناظر نیز ملحوظ نکنی تا از ذروۂ حضرتِ ذات تعالیٰ وتقدس بحضیضِ صفات فرود نیائی واز انجا بشہودِ وحدت در کثرت نیفتی

ترجمہ: لفظ مبارک ''اللہ'' کے معنی کو بے مثل و بے کیف ملاحظہ کریں اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کریں اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کو بھی ملحوظ نہ رکھیں تا کہ حضرتِ ذات تعالیٰ وتقدس کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ اتریں اور وہاں سے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز دوران ذکر اسم مبارک اللہ کو بے

چون اور بے چگون ملحوظ خاطر رکھنے کی تعلیم فرما رہے ہیں، کیونکہ جب سالک، حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات بحت کو ملحوظ رکھتا ہے اور اس کی ذات بے مثل و بے کیف کا تصور کرتا ہے تو اسے ذات تعالیٰ تک رسائی نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اگر دوران ذکر صفات کی طرف ملتفت ہوتا ہے تو جس صفت کی طرف متوجہ ہوگا اسی صفت تک رسائی میسر ہوگی۔ لہٰذا اسی صفت پر قناعت کر بیٹھنے کی وجہ سے ذات تک رسائی سے محروم رہے گا جو دوں ہمت اور کم ظرف ہونے کی علامت ہے، کیونکہ مقصود ذات ہے، صفات نہیں۔ اسی لیے خواجگان نقشبندیہ پہلے روز ہی صفات کی بجائے اسم ذات کا سبق دیتے ہیں تاکہ سالکین چون و چگون کائنات اور صفات کی طرف التفات ہی نہ کریں۔ چونکہ اشیائے کائنات، صفات و اسماء و افعال کے ظلال ہیں اس لئے ذات کو چھوڑ کر صفات کی طرف متوجہ ہونے والے سالکین، کائنات کی شکلوں، صورتوں، رنگینیوں اور کثرتوں میں گم ہو کر اپنی منزل کھوٹی کر بیٹھتے ہیں اور واصل باللہ ہونے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

بلینہ:

واضح رہے کہ اگر دوران ذکر بے تکلف صورتِ شیخ نمودار ہو جائے تو سالکین کو اسے بھی قلب کی طرف لے جا کر قلب کی طرف ہی متوجہ رہنا چاہیے تاکہ اس کی توجہ منتشر نہ ہو بلکہ قلب پر ہی مرکوز رہے کیونکہ شیخ بالذات مقصود نہیں بلکہ شیخ، مقصود حقیقی تک پہنچنے کا وسیلۂ جلیلہ ہے۔

متن میدانی کہ پیر کیست پیر آنکس است کہ از و طریقِ وصول بجنابِ قدس خداوندی جل شانہٗ استفادہ نمائی و مددہا واعانت ہا درین طریق یابی مجرد کلاہ ودامنی وشجرہ کہ عُرف شدہ است از حقیقت پیری ومریدی خارج است وداخلِ رسوم وعادات مگر آنکہ جامہ تبرکؔ از شیخ کامل ومکمل بدست آری وباعتقاد واخلاص باد زندگانی نمائی احتمال ثمرات و نتائج دریں صورت نیز قوی است

ترجمہ: آپ جانتے ہیں کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ شخصیت ہے کہ جس سے آپ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کی بارگاہ قدس تک پہنچنے کا طریقہ سیکھیں اور راہ طریقت میں اس سے امداد واعانت حاصل کریں صرف ٹوپی، چادر اور شجرہ جو مروّج ہوگیا ہے پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے اور رسوم وعادات میں داخل ہے۔ مگر وہ متبرک کپڑا جو شیخ کامل ومکمل سے دستیاب ہو، اس اعتقاد واخلاص کے ساتھ پہن کر زندگی بسر کریں تو اس صورت میں بھی ثمرات ونتائج کا قوی احتمال ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ

شیخ کون ہوتا ہے۔ بندۂ مؤمن کا مقصود حقیقی حق تعالیٰ ہے اور اس تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ شیخ کامل و مکمل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ [۱] سے عیاں ہے۔ اس لئے طالب مولیٰ کو کسی ایسے دانائے راہ مرد کی تلاش کرنا چاہیے جس سے شرف بیعت اور اخذ نسبت کے بعد اس کی توجہات قدسیہ اور تصرفاتِ باطنیہ، طالب کو حریم قدس جل سلطانہٗ تک پہنچا دیں۔ محض کسی شیخ کے شجرہ طریقت، چادر اور ٹوپی وغیرہ سے مقصود حقیقی حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ سب رسومات و عادات ہیں جن کا حقیقت مشیخیت سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ اہل اللہ کے ملبوسات و تبرکات باعثِ خیر و برکت ضرور ہوتے ہیں جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔

متن بدانی کہ منامات و واقعات شایانِ اعتماد و اعتبار نیست اگر کسی خود را در خواب یا در واقعہ بادشاہ دید یا قطب وقت یافت فی الحقیقت نہ چنین است بیرون خواب و واقعہ اگر بادشاہ شود یا قطب گردد مسلّم است پس از احوال و مواجید ہر چہ در بیداری و افاقت ظاہر شود گنجائش اعتماد دارد و الا فلا

ترجمہ: آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ خواب اور واقعات اعتماد و اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب یا واقعہ میں بادشاہ دیکھے یا قطب وقت پائے وہ

---

[۱] المائدہ ۵:۳۵

حقیقت میں ایسانہیں ہے اگر خواب اور واقعہ سے باہر بادشاہ ہو جائے یا قطب بن جائے تو مسلّم ہے۔اس لئے احوال ومواجید میں سے بیداری اور عالم ہوش میں اگر کچھ ظاہر ہو تو اعتماد کی گنجائش رکھتا ہے، ورنہ نہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سالکین طریقت کی ایک غلط فہمی کا ازالہ فرما رہے ہیں کہ دوران سلوک سنت وشریعت اور ذکر وفکر کی پابندی کی وجہ سے ایسے واقعات اور خوابیں آتی ہیں جن میں وہ اپنے آپ کو اعلیٰ مراتب پر فائز پاتا ہے، اس لئے وہ بزعم خویش خود کو اپنے مرشد ومربی سے بے نیاز سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور اس زعم باطل میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اب مجھے مزید کسی تربیت اور ریاضت ومجاہدہ کی ضرورت نہیں، یوں وہ منزل مقصود تک رسائی سے محروم رہ جاتا ہے۔

اس لئے اس قسم کے خواب اور واقعات لائق اعتبار نہیں، البتہ عالم بیداری میں کسی سالک کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آ جائے تو قابل اعتماد ہوتا ہے کیونکہ اچھے خواب سالکین طریقت کی بلند روحانی استعداد کی خبر دیتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واقعات اور منامات کے متعلق قدرے معلومات فراہم کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق

واقعات

واقعات جمع ہے واقعہ کی جو حادثہ، حال، کارزار، جنگ، عرصۂ قیامت وغیرہا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ اصطلاح صوفیاء میں واقعہ اس امر کو کہا جاتا ہے جو سالک کے قلب میں واقع ہو، خواہ بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کے عالم

میں......لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت سالک کے حواس ظاہری معطل ہوں۔ یاد رہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم واقعات کے مشاہدے میں نیند کے محتاج نہیں ہوتے کیونکہ وہ مشغولیتِ اذکار اور محویتِ مراقبات کی وجہ سے مسدودالحواس ہو جاتے ہیں۔ ان کے ظاہری حواس دنیا کی طرف سے بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس خالق کی طرف کھل جاتے ہیں پھر پردۂ غیب سے ان پر القاء والہام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ذالکَ فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء

منامات

منامات جمع ہے منام کی جو نوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی نیند ہے۔ فاضل اجل علامہ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نوم کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

اَلنَّوْمُ حَالَةٌ طَبِيْعَةٌ تَتَعَطَّلُ مَعَهَا الْقُوٰى بِسَبَبِ تَرَقِّىِ الْبُخَارَاتِ اِلَى الدِّمَاغِ[1] یعنی نوم ایسی طبعی حالت کو کہا جاتا ہے جس میں دماغ کی طرف بخارات اٹھنے کی وجہ سے قوائے جسمانی معطل ہو جاتے ہیں۔

۞......علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ خواب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

اَلرُّؤْيَا مَايُرٰى فِى الْمَنَامِ[2] جو چیز عالم نیند میں دکھائی جائے اسے خواب کہا جاتا ہے۔

۞......عارفِ باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ خواب کی تعریف کرتے ہوئے ارقام پذیر ہیں اَلرُّؤْيَا هِىَ مُطَالَعَةُ النَّفْسِ فِى الصُّوَرِ الْمُنْطَبِعَةِ فِى الْحِسِّ الْمُشْتَرَكِ مِنْ اُفُقِ الْمُتَخَيَّلَةِ عِنْدَ غَفْلَتِهَا وَ فَرَاغِهَا عَنْ مُطَالَعَةِ الْمَحْسُوْسَاتِ فِى النَّوْمِ اَوِالْاِغْمَاءِ اَوْنَحْوِ ذَالِكَ[3] یعنی نفس

---

[1] کتاب التعریفات: ۱۰۹ [2] المفردات: ۲۰۹ [3] تفسیر مظہری جلد پنجم: ۱۳۷

انسان جب نیند یا بے ہوشی یا استغراق وغیرہا کی حالت میں جسم ظاہری کی تدبیر سے فارغ وغافل ہوجاتا ہے تو اسے قوت خیالیہ کے افق سے حس مشترک میں منعکس صورتیں دکھائی دیتی ہیں جسے خواب کہا جاتا ہے۔

خواب کی اقسام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں

اَلرُّؤْیَا ثَلَاثٌ فَالرُّؤْیَا الْحَسَنَةُ بُشْرٰی مِنَ اللّٰہِ وَالرُّؤْیَا یُحَدِّثُ بِھَا الرَّجُلُ نَفْسَہٗ (حَدِیْثُ النَّفْسِ) وَالرُّؤْیَا تَحْزِیْنٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ (تَخْوِیْفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ) [1]

یعنی خواب کی تین قسمیں ہیں۔اول ......اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتا ہے......دوم......آدمی اپنے آپ سے گفتگو کرتا ہے (اسے حدیث نفس اور منتشر الخیالی کہا جاتا ہے)۔سوم......شیطان کی طرف سے ڈرانا ہے۔

قسم اول

صاحب تفسیر مظہری علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ خواب کی اقسام ثلاثہ یوں رقم طراز ہیں

وَاَمَّا الَّتِیْ ھِیَ صَحِیْحَةٌ فَھِیَ اِلْھَامٌ وَاَعْلَامٌ مِّنَ اللّٰہِ لِعَبْدِہٖ عَلٰی شَیْءٍ مِمَّا فِیْ خَزَائِنِ الْغَیْبِ اَوْعَلٰی شَیْءٍ مِنْ مَکْنُوْنَاتِ صِفَاتِہٖ وَاَحْوَالِہٖ وَدَرَجَاتِ الْقُرْبِ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی تَکُوْنَ لَہٗ بَشَارَةٌ [2]

---

[1] مستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۸۱۷۴ [2] تفسیر مظہری جلد پنجم: ۱۳۷

یعنی نیک خواب وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کیلئے غیبی خزانوں میں سے کسی چیز پر الہام واطلاع ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کیلئے پوشیدہ صفات، خفیہ احوال اور درجات قرب پر آگاہی واطلاع کرنا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ چیز بندۂ مومن کیلئے بشارت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ كَلَامٌ يُكَلِّمُ بِهِ الْعَبْدَ رَبُّهٗ فِي الْمَنَامِ [1] یعنی بندۂ مؤمن کا خواب کلام ہوتا ہے جو اپنے رب سے خواب میں کرتا ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوات کے خواب اسی قبیل سے ہوتے ہیں کیونکہ وہ شیطانی اثرات اور وہمی معارضات سے معصوم ہوتے ہیں اور نیند ان کی مبارک آنکھوں تک محدود رہتی ہے اور ان کے قلوب جاگتے ہیں۔ بنابریں وہ الہامی حقائق کو خیالی اختراعات سے متمیز کر لیتے ہیں۔

نیز آپ اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم کے خوابوں کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں

رُؤْيَا الصُّلَحَاءِ اَعْنِي الْاَوْلِيَاءَ الَّذِيْنَ زَكُّوْا اَنْفُسَهُمْ بِالرِّيَاضَاتِ وَاَزَالُوْا عَنْهَا الْكُدُوْرَاتِ الْجِبِلِّيَّةَ وَتَنَزَّهُوْا عَنْ ظُلُمَاتِ الذُّنُوْبِ وَالْاٰثَامِ وَتَجَلّٰى بَوَاطِنُهُمْ بِاقْتِبَاسِ اَنْوَارِ النُّبُوَّةِ صَالِحَةٌ صَادِقَةٌ .... فَرُؤْيَا الْاَوْلِيَاءِ شَبِيْهَةٌ بِالْوَحْيِ وَلِذَالِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ [2] یعنی اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ریاضات شاقہ کے ذریعے اپنے نفوس کا تزکیہ، جبلی کدورات کا ازالہ اور گناہوں کی تاریکیوں سے اپنے آپ کو پاک کیا ہوتا ہے اور انوار نبوت کے اقتباس سے اپنے بطون کو منور کیا ہوتا ہے اس لئے ان کے خواب صالح اور صادق

---

[1] فتح الباری جز ۱۹: ۴۴۸ [2] تفسیر المظہری

ہوتے ہیں۔ اسی بنأپر اولیاء کرام کے خواب وحی کے مشابہہ ہوتے ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوات کے خواب وحی قطعی ہوتے ہیں اسی لئے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے جیسا کہ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ [1] سے عیاں ہے۔

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے خواب وحی کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے صادق ہوتے ہیں مگر نادرۃً معاملہ برعکس بھی ہو جاتا ہے جس کی وجوہات درج ذیل ہوسکتی ہیں۔

۱......مشتبہہ لقمہ کھانے کی وجہ سے کدورت لاحق ہو جاتی ہے۔

۲......زائدازضرورت کھالینے سے کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔

۳......ارتکاب معصیت (گناہ صغیرہ) کی وجہ سے کدورت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اہل اللہ معصوم نہیں ہوتے۔

۴......عامۃ الناس کے ساتھ مخالطت کی وجہ سے آئینہ قلب مکدر ہو جاتا ہے۔

قسم ثانی

خواب کی دوسری قسم حدیث نفس ہے

مَاتَرَاہُ النَّفْسُ مِنْ صُوَرِ الْاَشْیَاءِ الَّتِیْ رَأَتْھَا فِی الْیَقْظَۃِ اَوْ تَفَکَّرَ وَاخْتَرَعَھَا الْمُتَخَیِّلَۃُ مِنْ غَیْرِ اَصْلٍ لَھَا فِی الْوَاقِعِ وَتُسَمّٰی تِلْکَ الرُّؤْیَا حَدِیْثُ النَّفْسِ [2] یعنی انسان خواب میں ان چیزوں کی صورتیں دیکھتا ہے جو اس

---

[1] الصافات ۳۷:۱۰۲ [2] المظہری جلد پنجم:۱۳۷

نے عالم بیداری میں دیکھی ہوتی ہیں یا وہ تفکر وتدبر کے دوران خلاف اصل صورتیں اختراع کرتا ہے جن کی واقع میں کوئی اصل نہیں ہوتی۔ اس رؤیا کو حدیث نفس سے موسوم کیا جاتا ہے۔

قسم ثالث

مَا اَلْقَاهُ الشَّيْطَانُ فِيْ خَيَالِهٖ وَتَمَثَّلَ لَهٗ تَخْوِيْفًا اَوْ مُلَاعَبَةً فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَتُسَمّٰى تِلْكَ الرُّؤْيَا اَلرُّؤْيَا السُّوْءُ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطَانِ وَالْحُلْمُ[1] یعنی جو شیطان، انسان کے خیال میں القاء کرتا ہے اور اسے ڈرانے یا اس کا دل بہلانے کیلئے مثالی صورت میں متمثل ہو کر آتا ہے کیونکہ شیطان خون کی مانند جسم انسانی میں گردش کرتا ہے۔ ایسے خواب کو رؤیا سوء، تخویف الشیطان اور حلم کہا جاتا ہے۔

خواب کے اعتبار سے انسانوں کے درجات

خواب دیکھنے کے اعتبار سے انسانوں کے تین درجات ہیں۔ جن کی تفصیلات کیلئے حضرت علامہ مظہری اور حضرت علامہ عسقلانی علیہما الرحمہ کی بیان فرمودہ تصریحات بتغییر یسیر پیش خدمت ہیں۔

انبیائے کرام علیہم الصلوات کے خواب وحی ہونے کے لحاظ سے قطعی اور صادق ہوتے ہیں البتہ بعض خواب قابل وضاحت اور لائق تعبیر ہوتے ہیں۔

اہل اللہ کے خواب اجزائے نبوت ہونے کی بنا پر زیادہ تر صادق ہوتے ہیں اس لئے ان کے بعض خوابوں کی تعبیر کی ضرورت بھی نہیں ہوتی جبکہ عامۃ الناس کے

---

[1] المظہری جلد پنجم: ۱۳۷

خواب خیالات فاسدہ اورنفسانی کدورات وغیرہا کی بناپراکثر فاسداوراضغاث احلام ہوتے ہیں، البتہ بعض صادق بھی ہوتے ہیں اس لئے ان کی بھی تین اقسام ہیں۔

۱......مستورین: اس قسم کے لوگوں کے خواب صادق اوراضغاث احلام دونوں برابرہوتے ہیں۔

۲......فساق: ان کے خواب صادق کم اوراضغاث احلام زیادہ ہوتے ہیں۔

۳......کفار: ان کے خواب بہت کم صادق ہوتے ہیں جس طرح سیدنا یوسف علیہ السلام کے قیدی ساتھیوں کے خواب اورشاہ مصر کا خواب۔ مختصر یہ کہ جس طرح کافر بہت کم صادق ہوتے ہیں اسی طرح ان کے خوابوں کا صادق ہونا بھی نادر الوقوع ہوتا ہے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۱

مکتوب الیہ

حضرت میرزا عبدالرحیم خانِ خاناں رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

متابعت انبیاء ہی باعثِ وصل ہے

جملہ امور شرعیہ میں سہولت رکھی گئی ہے

مکتوب - ۱۹۱

متن سعادت ابدی ونجاتِ سرمدی مربوط بمتابعتِ انبیاء است صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَتَسْلِیْمَاتُہٗ سُبْحَانَہٗ عَلٰی اَجْمَعِهِمْ عُمُوْمًا وَعَلٰی اَفْضَلِهِمْ خصوصًا اگر فرضًا ہزار سال عبادت کردہ شود وریاضاتِ شاقہ ومجاہداتِ شدیدہ بجاآوردہ اگر بنورِ متابعت ایں بزرگواراں منور نگردد. بجوئے نمی خرند و بخوابِ نیم روزے کہ سراسر غفلت وتعطیل است کہ بامرِ ایں برگزیدگان واقع شود برابر نمی اندازند ومثل سَرَابٍ بِقِیْعَةٍ می شمرند

ترجمہ: سعادتِ ابدی اور نجات سرمدی انبیائے کرام (ان تمام پر عموماً اور ان کے افضل پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کے صلوات وتسلیمات ہوں) کی متابعت کے ساتھ مربوط

ہے بفرضِ محال اگر کوئی شخص ہزار برس عبادت کرے اور ریاضات شاقہ اور مجاہداتِ شدیدہ بجالائے لیکن ان بزرگوں (انبیائے کرام علیہم الصلوات) کے نور متابعت سے منور نہ ہوا سے جَو سے بھی نہیں خریدتے اور قیلولہ جو سراسر غفلت و تعطل ہے جو ان برگزیدہ شخصیات کے حکم کے مطابق کیا جائے تو اس وقت کے مجاہدات اس قیلولہ کے برابر نہیں ہوسکتے (بلکہ) وہ چٹیل میدان کی مثل شمار ہونگے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز انبیائے کرام علیہم الصلوات کی بالعموم اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بالخصوص متابعت کی تلقین فرما رہے ہیں۔

دراصل انبیائے کرام علیہم الصلوات حق تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ بندے ہیں کہ جن کی ذُواتِ مقدسہ کو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی رشد وہدایت اور وعظ ونصیحت کیلئے نمونہ بنایا ہے اس لیے ان سے صادر ہونے والے جملہ اعمال و افکار اور عبادات واطوار بندوں کیلئے باعث رشد وہدایت اور ذریعہ نجات و برکت ہیں۔ جبکہ بندوں کے اپنے ذاتی وضع کردہ افکار ومجاہدات اور عبادات وریاضات انوار و برکات سے یکسر محروم ہوتے ہیں اس لئے ان پر عمل پیرا ہو کر انسان واصل باللہ نہیں ہوسکتے۔ بس انبیائے کرام علیہم الصلوات کے پیروکار ہی دینوی خیر واصلاح اور اُخروی نجات وفلاح سے مالا مال ہوسکتے ہیں۔

بلینہ:

واضح رہے کہ جولوگ تکلیفات شرعیہ میں اس قدر سہولتوں اور رعایتوں کے عمل پیرانہیں ہوتے وہ امراض قلبیہ اور علل معنویہ میں مبتلا ہیں۔ان کے قلوب حقیقت تصدیق اوران کے نفوس حقیقت ایمان سے محروم ہیں کہ جن پر عبادات شرعیہ اور احکامات دینیہ گراں اورشاق گذرتے ہیں۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

جزوی فضیلت اور اس کی تفصیلات

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کے جوابات

مکتوب ۔ ۱۹۲

متن بدان اَرشَدَکَ اللّٰہُ تعَالیٰ لَا نُسَلِّمُ ارشدک که این عبارت مستلزمِ تفضیل است با آنکه لفظ ہم نیز واقع شده است وَلَوْ سُلِّمَ گوئیم که این سخن وسخنان دیگر که دران عرضداشت واقع شده است از جمله واقعات است که به پیرِ خود نوشته ومقرر این طائفه است که ہر چه از وقائع رو میدہد صحیح باشد یاسقیم بے تحاشی به پیرِ خود اظہار می نمایند چه در غیر صحیح نیز احتمالِ تاویل وتعبیر است پس از اظہار آن چاره نبود

ترجمہ: اے بھائی! اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اس عبارت سے (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر) فضیلت لازم آتی ہے جب کہ لفظ

''ہم'' بھی اس میں واقع ہوا ہے اور اگر تسلیم کرلیا جائے تو یہ بات اور اس جیسی دوسری باتیں جو اس عرضداشت میں تحریر ہوئی ہیں وہ ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیر بزرگوار کو لکھے گئے اور اس گروہ صوفیہ کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ جو کچھ واقعات میں سے ظاہر ہوتا ہے صحیح ہو یا غلط بلا تکلف اپنے پیر کی خدمت میں اظہار کرتے رہیں کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل وتعبیر کا احتمال ہے بس اس کے اظہار کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں ایک استفسار کا جواب دیا گیا ہے جس میں مکتوب الیہ نے دفتر اول مکتوب :۱۱ کی وضاحت طلب کی تھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ عروجی سیر کے دوران جب میرا گذر مقام محبوبیت سے ہوا تو ''خود را ہم بانعکاسِ آں مقام رنگین ومنقش یافت'' اس فقیر نے مقام محبوبیت کے انعکاس سے اپنے آپ کو رنگین ومنقش پایا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے قدرے بلند تھا۔[1]

اس مکتوب کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے چند اُمور سامنے آتے ہیں

اس جملہ میں ''ہم'' کا لفظ استعمال فرمایا گیا جس کا اردو میں ترجمہ ''بھی'' ہے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ میں اس مقام محبوبیت میں متمکن ہوا یا اس میں داخل ہوا۔

یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو اس مقام سے رنگین ومنقش پایا بلکہ یہ فرمایا کہ اس مقام کے انعکاس (پرتو) سے اپنے آپ کو رنگین پایا جیسے اگر کوئی چیز آفتاب کے عکس سے روشن ہو جائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ چیز آفتاب ہوگئی ہے۔

---

[1] دفتر اول مکتوب: ۱۱

جس سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر آپ کی فضیلت و برتری کا وہم از خود مرتفع ہو جاتا ہے۔ نیز وصولِ مقام میں اور پرتوِ مقام سے رنگین ہونے میں کتنا فرق ہے، اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

آپ ایک دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں

شخصے کہ خود را از حضرت صدیق رضی اللہ عنہ افضل داند امر او از دو حال خالی نیست زندیق محض است یا جاہل صرف ...... کسیکہ حضرت امیر را افضل از حضرت صدیق گوید از جرگۂ اہلسنت می برآید فکیف کہ خود را افضل داند[۱]

جو شخص اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھے اس کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو وہ زندیق محض ہے یا جاہل مطلق ...... صرف وہ شخص جو حضرت امیر (علی رضی اللہ عنہ) کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتا ہے وہ اہل سنت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھے۔

برسبیل تنزل اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ اس قسم کے احوال ومشاہدات میں سے ہے جن کا صوفیائے طریقت کے مسلّم قاعدہ کے مطابق صحیح ہوں یا غلط من وعن اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کرنا مریدین پر لازم ہوتا ہے تاکہ شیخ اس واقعہ کی مناسب تعبیر فرما کر سالک کو بذریعہ توجہات وتصرفات راہِ سلوک کی تکمیل کرواسکے۔

صوفیائے محققین کے نزدیک عارفین کے دو مقام ہوتے ہیں

مقام استقرار مقام عبور

عارف کا مبدأ فیض (اسم مربی) اس کا مقام استقرار کہلاتا ہے۔ جہاں اسے قرار وتمکن اور اقامت نصیب ہوتا ہے اور جہاں سالک کو قرار وتمکن نہ ہو بلکہ وہاں

---

[۱] دفتر اول مکتوب: ۲۰۲

سے صرف اس کا مُرور و گذر ہو، اسے مقام عبور کہا جاتا ہے جو سالک کا محض حال و مشاہدہ ہے، دلیل فضیلت نہیں بلکہ صاحب مقام استقرار، صاحب مقام عبور سے افضل ہے کیونکہ وہ وہاں فائز المرام ہے۔

بینہ:

واضح رہے کہ اس مکتوب شریف میں اسی مکتوب گرامی کی وضاحت فرمائی گئی ہے جس کی بعض عبارات کو غلط مفہوم کا لبادہ پہنا کر کچھ بدنہاد اور شر پسند عناصر نے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے خلاف جہانگیر بادشاہ کو بھڑکایا تھا، نتیجتاً اس نے آپ کو قلعہ گوالیار میں محبوس کر دیا تھا۔

علاوہ ازیں علماء وقت کو بھی دھوکہ دیا گیا تھا جو بلا تحقیق آپ قدس سرہٗ العزیز کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے مگر حقیقت حال آشکارا ہونے پر بعض نے توبہ و معذرت کر لی تھی۔

(مزید تفصیلات کے لئے البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۱ ملاحظہ فرمائیں)

متن حَلِّ دیگر آنکہ تجویز نمودہ اند کہ اگر در جزئی از جزئیات غیر نبی را بر نبی فضل متحقِق شود باکے نیست بلکہ واقع است

ترجمہ: علماء اس کا دوسرا حل بھی تجویز کرتے ہیں کہ اگر جزئیات میں سے کسی جزئی میں غیر نبی کو نبی (علیہ السلام) پر فضیلت متحقق ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ

ایسا واقع ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ولی کی حضرت نبی علیہ السلام پر جزوی فضیلت کا تذکرہ فرمارہے ہیں دراصل جب کوئی سالک راہ طریقت کسی شیخ کامل مکمل کے زیرنگرانی شریعت محمدیہ اور سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی تعمیل، اوامر کا اکتساب اور نواہی سے اجتناب کرتا ہے تو محض عنایتِ ایزدی سے اس پر فضل و فتوحات کے ابواب کھلتے ہیں اور اسے بلندترین مدارج ومنازل اور کمالات نصیب ہوتے ہیں۔

ان روحانی عروجات وکمالات کے دوران اگر کسی صاحبِ استعداد سالک کو کسی نبی علیہ السلام کے مقام سے بلند عروج وکمال نصیب ہوجائے تو اس قسم کی جزوی فضیلت ممکن بلکہ واقع ہے چونکہ اس بندۂ مومن سالک کو یہ کمال ومرتبہ اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی متابعت بجالانے سے حاصل ہوا ہے اس لئے اس نبی علیہ السلام کو اس کمال سے پورا پورا حظ واجر ملے گا جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات **مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا** [1] اور **مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ** [2] سے عیاں ہے۔ لیکن وہ ولی (سالک) اس کمال کے حصول میں گو مقدم اور پیش رو ہے مگر امتی کو متبع اور خادم وطفیلی ہوکر اسے یہ مرتبہ نصیب ہوا ہے جہاں اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہمسری اور برابری کا شائبہ بھی نہیں کیونکہ ہمسری کا دعویٰ کفر ہے۔[3] بلکہ اسے انبیاء

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۹۱ [2] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۵۰۹

[3] مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب: ۸۷

و اصدقاء اور شہداء وصلحاء کی معیت میسر ہوگی جیسا کہ آیہ کریمہ مَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ [1] سے واضح ہے۔

سراج الملۃ والدین علامہ دوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدء الامالی میں رقمطراز ہیں

وَ لَمْ یَفْضُلْ وَلِیٌّ قَطُّ دَھْرًا
نَبِیًّا اَوْ رَسُوْلًا فِیْ انْتِحَالٖ

یعنی کسی زمانے میں کوئی ولی کسی نبی یا رسول (علیہ السلام) سے افضل نہیں ہوا۔

حجۃ الاسلام حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدۃ الطحاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

لَا نُفَضِّلُ وَاحِدًا مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ عَلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ وَنَقُوْلُ نَبِیٌّ وَاحِدٌ اَفْضَلُ مِنْ جَمِیْعِ الْاَوْلِیَآءِ یعنی ہم اولیائے کرام میں سے کسی ولی کو انبیائے عظام علیہم الصلوات میں سے کسی نبی پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ایک نبی علیہ السلام بھی جمیع اولیاء سے افضل ہے۔

امام اہلسنت علامہ ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں

قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ اَنَّ النَّبِیَّ اَفْضَلُ وَاِنْ کَانَتْ دَرَجَتُہٗ اَدْوَنَ مِنْ دَرَجَاتِ النُّبُوَّۃِ [2]

اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ولی سے افضل ہے اگرچہ درجات نبوت میں اس کا درجہ ادنیٰ ہو۔

قدوۃ الکاملین سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

یک نفس انبیاء فاضل تراز ہمہ روزگار اولیاء [3]

---

[1] النساء۴: ۶۹ [2] التمہید: ۷۵ [3] کشف المحجوب: ۲۵۸

حضرت نبی علیہ السلام کا ایک سانس مبارک ولی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی سے فاضل تر ہے۔

چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ولی کی نبی علیہ السلام پر جزوی فضیلت کے متعلق رقمطراز ہیں ملاحظہ ہو!

بلے فضلِ کُلی بر کل مخصوص بآن سرورست علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام امّا کمالے باشد کہ راجع، بفضلِ جزئی بود رواست کہ مخصوص بہ بعضے انبیائے کرام وملائکہ عظام باشد علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات وہیچ قصورے در فضل کلی او نہ کند علیہ وعلیٰ الہٖ الصلوٰۃ والسلام در احادیثِ صحاح آمدہ است کہ بعضے از کمالات در افرادِ امتان باشد کہ انبیاء رغبطۂ آن نمایند علیہم الصلوات والتسلیمات وحال آنکہ فضلِ کلی مر انبیاء راست بر جمیع افراد امتان ونیز در حدیث آمدہ است کہ شہداء فی سبیل اللہ بہ چند چیز بر انبیاء مزیّت دارند شہداء را احتیاج بغسل نیست وانبیاء را غسل باید داد وبر شہداء نماز جنازہ نیامدہ است چنانچہ مذہب امام شافعی ست وبر انبیاء نماز جنازہ باید کرد ودر قرآن فرمودہ کہ شہداء را اموات نہ پندارید کہ اَحیاء اند وانبیاء را موتیٰ فرمودہ این ہمہ فضائل جزئیہ اند قصورے در فضل کلی انبیاء ندارند [1]

یعنی ہاں کل پر کلی فضیلت آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے لیکن وہ کمال جو جزوی فضیلت کی طرف راجع ہے جائز ہے کہ وہ بعض انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہوں اور ان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کلی میں کوئی قصور واقع نہ ہو۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ امتیوں کے افراد میں بعض کمالات ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۱۲۲

انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات بھی رشک کرتے ہیں۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ لَاُنَاسًا مَاهُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُهَدَآءَ یَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّهَدَاءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِمَکَانِهِمْ مِنَ اللهِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللهِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ عَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ [1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو انبیاء وشہداء نہیں لیکن روز قیامت بارگاہ الوہیت میں ان کے مقامات عالیہ کو ملاحظہ فرما کر انبیائے کرام اور شہداء عظام علیہم الصلوات ان پر رشک فرمائیں گے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمیں بتایئے کہ وہ کون ہیں؟ ...... فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو رحم کے رشتوں اور مالی لین دین کے علاوہ فقط رضائے الٰہی کیلئے باہم محبت کریں گے۔ قسم بخدا انکے چہرے نورانی ہونگے اور ان کے اوپر نور ہوگا وہ نہیں ڈریں گے جب لوگوں کو خوف ہوگا، وہ غم نہیں کھائیں گے جبکہ لوگ غمگین ہونگے پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ [2]

حالانکہ انبیائے کرام علیہم الصلوات کو امتوں کے تمام افراد پر کلی فضیلت حاصل ہے نیز حدیث میں آیا ہے کہ شہداء فی سبیل اللہ چند چیزوں میں انبیائے کرام علیہم الصلوات پر فضیلت ومزیت رکھتے ہیں ذَکَرَ الْقُرْطَبِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِهٖ رُوِیَ

---

[1] سنن ابی داود، رقم الحدیث: ۳۰۶۰ [2] یونس ۱۰:۶۲

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اَکْرَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی الشَّھِیْدَ بِخَمْسِ کَرَامَاتٍ لَمْ یُکْرِمْ بِھَا اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا اَنَا اَحَدُھَا..... اِنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ قَبَضَ اَرْوَاحَھُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ وَھُوَ الَّذِیْ سَیَقْبِضُ رُوْحِیْ وَاَمَّا الشُّھَدَاءُ فَاللّٰہُ ھُوَ الَّذِیْ یَقْبِضُ اَرْوَاحَھُمْ بِقُدْرَتِہٖ کَیْفَ یَشَاءُ وَلَا یُسَلِّطُ عَلٰی اَرْوَاحِھِمْ مَلَکَ الْمَوْتِ وَالثَّانِیْ .... اِنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ قَدْ غُسِّلُوْا بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَنَا اُغَسَّلُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالشُّھَدَاءُ لَا یُغَسَّلُوْنَ وَلَا حَاجَةَ لَھُمْ اِلٰی مَاءِ الدُّنْیَا وَالثَّالِثُ..... اِنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ قَدْ کُفِّنُوْا وَاَنَا اُکَفَّنُ وَالشُّھَدَاءُ لَا یُکَفَّنُوْنَ بَلْ یُدْفَنُوْنَ فِیْ ثِیَابِھِمْ وَالرَّابِعُ ..... اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمَّا مَاتُوْا سُمُّوْا اَمْوَاتًا وَاِذَا مِتُّ یُقَالُ قَدْ مَاتَ وَالشُّھَدَاءُ لَا یُسَمُّوْنَ مَوْتٰی وَالْخَامِسُ .... اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ تُعْطٰی لَھُمُ الشَّفَاعَةُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَشَفَاعَتِیْ اَیْضًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَمَّا الشُّھَدَاءُ فَاِنَّھُمْ یَشْفَعُوْنَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ فِیْمَنْ یَشْفَعُوْنَ [1]

شہداء کو غسل کا احتیاج نہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوات کو غسل دینا چاہئے ...... شہداء کیلئے نماز جنازہ نہیں ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور انبیاء کرام کی نماز جنازہ ادا کرنی چاہئے ...... اور قرآن مجید میں فرمایا کہ شہداء کو مردہ نہ جانو کہ وہ زندہ ہیں (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ) [2] اور انبیائے کرام علیہم الصلوات کو موتٰی فرمایا (اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ) [3] یہ سب جزوی فضائل ہیں جو انبیائے کرام علیہم الصلوات کے فضل کلی میں کوئی قصور (کمی) پیدا نہیں کرتے۔

---

[1] تفسیر القرطبی: ۴/ ۲۷۶ [2] آل عمران ۳: ۱۶۹ [3] الزمر ۳۹: ۳۰

ایک مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یوں رقمطراز ہیں ملاحظہ ہو!

ہیچ ولی از اولیائے این امت کہ خیرُ الامم است باوجودِ افضلیتِ پیغمبر خویش بمرتبہ ہیچ نبی از انبیاء نرسد اگرچہ او را بواسطہ متابعت پیغمبر خویش از مقام مابہ الافضلیت نصیبے حاصل شود فضل کلی انبیاء را است اولیاء طفیلی اند[1] یعنی یہ امت جو خیر الامم ہے کے اولیاء میں سے کوئی ولی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے باوجود نبیوں علیہم الصلوات میں سے کسی نبی علیہ السلام کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اگرچہ اسے (ولی کو) اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی وساطت سے وہ مابہ الافضلیت مقام حاصل ہوا ہے پھر بھی کلی فضیلت انبیاء علیہم الصلوات کو ہی ہے اولیاء علیہم الرحمۃ والرضوان طفیلی ہیں۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز کا اس سلسلہ میں ایک سوال کا جواب ملاحظہ ہو!

سوال: آنکہ مقرر و مبیّن ست کہ فضلِ کلی مر انبیاء را است علیہم الصلوٰۃ والسلام بر جمیع افرادِ امت و در حدیث صحیح آمدہ است کہ بعضے کمالات در بعضے افرادِ اُمت ست کہ مزیت بر انبیاء دارد کَالشُّهَدَآءِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ احتیاج بغسل ندارند و بلفظ موتیٰ نخواندہ و انبیاء بغسل محتاج اند و لفظ موتیٰ خواندہ

جواب: این فضل راجع بفضلِ جزئی ست کہ دراں محذور نیست ہر حائک و حجّام بصنعت بر عالمِ ذی فنون فضل دارد و فضلِ کلی مر انبیاء و عالم راست[2] یعنی یہ امر مسلم اور واضح ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوات کو تمام افراد امت پر کلی فضیلت حاصل ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بعض کمالات بعض افراد امت میں ایسے ہیں جو انبیائے کرام علیہم الصلوات پر فضیلت و مزیت رکھتے ہیں جیسا کہ شہداء فی سبیل

---

1. مکتوبات شریفہ دفتر اول مکتوب: ۲۸۷ 2. مکتوبات معصومیہ دفتر سوئم مکتوب: ۲۴

اللہ غسل کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ لفظ موتیٰ سے نہیں پکارے جاتے اور انبیائے کرام علیہم الصلوات (بعداز وصال مبارک) غسل کے محتاج ہین اور ان کے لئے لفظ موتی بولا جاتا ہے......اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت، جزوی فضیلت کی طرف راجع ہے کہ اس میں کوئی استحالہ نہیں ہر جولاہا اور حجام اپنے ہنر و پیشہ کے اعتبار سے صاحب فنون عالم پر فضیلت رکھتا ہے اور کلی فضیلت انبیائے کرام علیہم الصلوات اور عالم کیلئے ہی ہے۔

سوال: نبی ہر چند افضل است از ولی امالازم ہست کہ ہر چہ ولی می داند از معارف نبی رانیز معلوم باشد یانہ، وایضاً ہر معارفے کہ نبی راباشد لازم ہست کہ مرسل راباشد یانہ ...... الخ

جواب: فضل کلی مرانبیاراست علیہم الصلوات والتسلیمات بر اولیا، ہیچ ولی بمرتبہ ہیچ نبی نرسد لیکن در فضل جزئی مناقشہ نیست اگر بعضے از مزایا و معارف خاص بہ ولی باشد موجب فضل کلی نبود مجوز است بلکہ واقع است ہرگاہ در ولی و نبی فضل جزوی واقع باشد اگر نبی نسبت برسول بہ بعضے از مزایا و معارف مخصوص بود بطریق اولی جائز باشد ہر چند فضل کلی مرسل را بود چنانچہ قصہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر راعلیٰ نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام خود نوشتہ اند [۱] یعنی کلی فضیلت تو انبیائے کرام علیہم الصلوات کو اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم پر حاصل ہے اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا لیکن جزوی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے۔ اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کیلئے خاص ہوں تو وہ کلی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے، یہ جائز بلکہ واقع ہے۔ جب ولی اور نبی علیہ السلام میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول (علیہ السلام) کی بہ نسبت مخصوص ہو تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا

---

[۱] مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب: ۳۶

اگر چہ کلی فضیلت رسول کیلئے ہی ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علی نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات کا قصہ ہے۔

نبیرۂ امام ربانی علامہ عبدالاحد وحدت فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فضیلت جزئی کے متعلق ارقام پذیر ہیں

قَالَ فِی الْجَوَاهِرِ الْمَنْظُوْمَةِ شَرْحِ فِقْهِ الْاَکْبَرِ لِلْاِمَامِ الْاَعْظَمِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ رَجُلٌ عَنْ أَبِیْ حَنِیْفَةَ هَلْ یَجُوْزُ اَنْ یَعْلَمَ النَّبِیُّ مِنَ الْعُلُوْمِ وَالْمَعَارِفِ مَالَا یَعْلَمُهُ الرُّسُلُ وَهَلْ یَحْصُلُ لِلْوَلِیِّ مِنَ الْمَزَایَا وَالْمَعَارِفِ مَالَا یَحْصُلُ لِلنَّبِیِّ فَأَجَابَ عَنْهُ رِضْوَانُ اللهِ عَلَیْهِ أَلْفَضْلُ ثَابِتٌ لِلْمُرْسَلِ عَلَى الْأَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَالْاَنْبِیَاءُ عَلٰی مَنْ سِوَاهُمْ وَلَایَصِلُ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِیَاءِ مَرْتَبَةَ أَحَدٍ مِّنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَلَایَصِلُ أَحَدٌ مِّنَ الْأَوْلِیَاءِ مَرْتَبَةَ أَحَدِ الْأَنْبِیَاءِ وَلٰکِنْ لَا مُنَاقَشَةَ فِی الْفَضْلِ الْجُزْئِیِّ انتھٰی

مِنْهَا قَالَ الْآمِدِیُّ فِی الْبَدَائِعِ یَجُوْزُ فَضْلُ الْجُزْءِ لِلْوَلِیِّ عَلَى النَّبِیِّ

مِنْهَا قَالَ اَبُو السَّعِیْدِ فِیْ تَفْسِیْرِهٖ یَجُوْزُ فَضْلُ الْمَفْضُوْلِ عَلَى الْاَفْضَلِ جُزْئِیًّا

مِنْهَا قَالَ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ فِیْ تَفْسِیْرِهِ الْمَذْکُوْرِ وَکَفٰی بِهِمُ الشُّهَدَاءُ شَرْفًا أَنْ لَّمْ یَجِیْءَ اِطْلَاقُ الْأَمْوَاتِ عَلَیْهِمْ وَقَدْ جَاءَ ذَالِکَ الْاِطْلَاقُ عَلَى الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ

مِنْهَا مَاأَشَارَ اِلَیْهِ الْمُحَقِّقُ الدَّوَانِیُّ فِیْ شَرْحِ الْعَقَائِدِ مِنْ جَوَازِ

فَضْلٍ لِلْمَفْضُوْلِ عَلَى الْفَاضِلِ بِالْفَضْلِ الْجُزِيِّ

مِنْهَا مَا وَقَعَ فِيْ حَوَاشِي التَّجْرِيْدِ نَقْلًا عَنِ الصِّدِّيْقِ الْأَكْبَرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ حَقِّ الْإِمَامِ الْمَهْدِيِّ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ هُوَ يَفْضُلُ بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ أَيْ فَضْلاً جُزْئِيًّا وَأَمَّا اِدِّعَاءُ لُزُوْمِ الْفَضْلِ الْكُلِّيِّ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ فَمَرْدُوْدٌ بَاطِلٌ لَا يَتَصَدّٰى لَهٗ اِلَّا جَاهِلٌ [1]

یعنی جواہر المنظومہ شرح الفقہ الاکبر للامام الاعظم رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا کوئی نبی علیہ السلام ان علوم و معارف کو جان سکتا ہے جن کا رسل عظام کو علم نہ ہوا اور کیا کسی ولی کو وہ علوم و معارف حاصل ہو سکتے ہیں جو کسی نبی علیہ السلام کو حاصل نہ ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا فضیلت تو رسل عظام کو انبیائے کرام علیہم الصلوات پر ثابت ہے اور انبیائے کرام کو غیر انبیاء پر۔ انبیائے کرام میں سے کوئی نبی بھی کسی مرسل کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اولیائے کرام میں سے کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے لیکن فضیلت جزئی میں کوئی بحث نہیں ہے۔

حضرت علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ بدائع میں فرماتے ہیں کہ ولی کی نبی علیہ السلام پر جزوی فضیلت جائز ہے۔

حضرت ابوسعید اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ مفضول کی افضل پر جزوی فضیلت جائز ہوتی ہے۔

تفسیر مذکورہ میں ایک اور مقام پر ارقام پذیر ہیں کہ شہداء کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ ان پر اموات کا اطلاق نہیں ہوا (وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ

---

[1] الجنات الثمانیہ: ۸۸، ۸۹

اللّٰہِ اَمْوَاتٌ)[1] حالانکہ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات پر میت کا اطلاق ہوا ہے (اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ)[2]

حضرت محقق دوانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ مفضول کی فاضل پر جزوی فضیلت جائز ہے۔

حواشی تجرید میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کو بعض انبیائے کرام علیہم الصلوات پر جزوی فضیلت حاصل ہے۔ رہا یہ امر کہ فضیلت کلی کے لزوم کا دعویٰ کرنا وہ مردود اور باطل ہے ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اس کے درپے تو کوئی جاہل ہی ہوگا۔

بینہ:

واضح رہے کہ غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز کے قول خُضْنَا فِیْ بَحْرٍ لَمْ یَقِفْ عَلٰی سَاحِلِهِ الْاَنْبِیَاءُ (ہم نے اس بحر میں غوطہ لگایا جس کے کنارے پر انبیائے کرام علیہم الصلوات بھی کھڑے نہیں ہوئے) سے بھی فضیلت جزوی ہی مفہوم ہوتی ہے لیکن مقولہ اَلْکُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ کے مصداق کلی فضیلت انبیائے کرام علیہم الصلوات کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ کتب عقائد میں ہے لَایَبْلُغُ وَلِیٌّ دَرَجَةَ الْاَنْبِیَآءِ قَطُّ[3] کوئی ولی نبی کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

---

[1] البقرہ۲:۱۵۴ [2] الزمر۳۹:۳۰ [3] عقائد نسفی

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۳

مکتوب الیہ

سیادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

تمام اقوال وافعال اور اصول وفروع میں علماء اہل سنت کی متابعت لازم ہے ، اہل سنت ہی ناجی جماعت ہے

متکلمین اہلِ سنت کے بیان کردہ اعتقادات کی سرِمو مخالفت باعث ہلاکت ہے ، کفار کی شکست باعث عزت ہوتی ہے

کفار کے لئے دعائے ضرر جائز ہے

مکتُوب ۔۱۹۳

متن نخستین ضروریات بر ارباب تکلیف تصحیح عقائد است بروفق آراء صواب نمائی این بزرگواران است وفرقۂ ناجیہ ہم ایشان واتباع ایشان اند وایشانند کہ بر طریق آن سرور واصحابہ آن سرور صلوات اللہ تسلیماتہ علیہ وعلیہم اجمعین وازعلوم کہ از کتاب وسنت مستفاد ند ہمان معتبر اند کہ این بزرگواران از کتاب و سنت اخذ کردہ اند فہمیدہ زیرا کہ ہر مبتدع وضال عقائد فاسدۂ خود را بزعم فاسد خود از کتاب و سنت اخذ میکند پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازینہا معتبر نباشد

ترجمہ: مکلفینِ شریعت پر سب سے پہلے ضروری (امر) ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شَکَرَاللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ کی آراء کے موافق عقائد کی تصحیح ہے کیونکہ

اخروی نجات ان بزرگوں کی مطلوب تک پہنچانے والی صائب آراء کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ناجی گروہ یہی بزرگ اور ان کے متبعین ہیں اور یہی لوگ ہیں جو آں سرور اور آپ کے اصحاب (صلوات اللہ وتسلیمات علیہ وعلیہم اجمعین) کے طریقہ پر ہیں کتاب وسنت سے مستفید وہی علوم معتبر ہیں جو ان بزرگوں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے اور سمجھے ہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے فاسد خیال کے ساتھ کتاب وسنت سے ہی اخذ کرتا ہے لہٰذا کتاب وسنت سے مفہوم شدہ ہر معنی قابل اعتبار نہیں ہوتا۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز شریعت مطہرہ کے مکلفین اور طریقت صوفیاء کے سالکین کو نصیحت فرمار ہے ہیں کہ جملہ ضروریاتِ شریعت وطریقت میں سے اعتقادِ صحیح بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور وہ علمائے اہل سنت و جماعت کی کتاب وسنت کی روشنی میں بیان فرمودہ اقوال وافعال اور اصول وفروع میں متابعت وملازمت ہے کیونکہ انہوں نے یہ مفاہیم ومعانی، آثارِ صحابہ اور اقوالِ سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) سے اخذ کیے ہیں، اس لیے نجات ابدی اور فلاح سرمدی اہلسنت وجماعت کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

شیخ الاسلام امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کنز الاصول میں رقم طراز ہیں

اَلْعِلْمُ نَوْعَانِ عِلْمُ التَّوْحِيْدِ وَالصِّفَاتِ وَعِلْمُ الشَّرَائِعِ وَالْاَحْكَامِ وَاَصْلٌ فِي النَّوْعِ الْاَوَّلِ هُوَ التَّمَسُّكُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَمُجَانَبَةُ الْهَوٰى وَالْبِدْعَةِ وَلُزُوْمِ طَرِيْقِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَمَضٰى عَلَيْهِ الصَّالِحُوْنَ وَهُوَ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ اَدْرَكْنَا

مَشَائِخنَا وَكَانَ عَلٰى ذَالِكَ سَلَفُنَا اَعْنِيْ اَبَا حَنِيْفَةَ وَاَبَا يُوْسُفَ وَمُحَمَّدَ وَعَامَةَ اَصْحَابِهِمْ رَحِمَهُمُ اللهُ [1]

یعنی علم کی دو قسمیں ہیں

توحید وصفات کا علم　　　　شرائع واحکام کا علم

اصل علم نوعِ اول میں ہی منحصر ہے اور وہ کتاب وسنت کا تمسک اور نفسانی خواہشات وبدعات سے اجتناب ہے اور اہل سنت وجماعت کے طریقہ پر ملازمت ہے۔ اہل سنت وجماعت وہ طریقہ ہے جس پر صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین تھے اور اسی طریقہ پر ہم نے اپنے مشائخ واسلاف یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد (رحمۃ اللہ علیہم) اور ان کے دیگر اصحاب کو پایا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک مقام پر یوں ارقام پذیر ہیں

بمقتضائے آرائے صائبہ اہل سنت وجماعت کہ فرقہ ناجیہ اند ونجات بے اتباع این بزرگواراں متصور نیست واگر سر مو مخالفت است خطر درخطر است ایں سخن بکشف صحیح والھام صریح نیز بہ یقین پیوستہ است احتمال تخلف ندارد [2]

یعنی اہل سنت وجماعت کی درست آراء کے مطابق عقائد کا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہی ناجی گروہ ہے ان بزرگوں کی متابعت کے بغیر نجات متصور نہیں ہے اگر بال برابر بھی ان کی مخالفت ہوئی تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات کشفِ صحیح اور الہامِ صریح سے بھی یقین کے ساتھ پیوستہ ہوگئی ہے جس میں خطاء کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ قطب ربانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

يَجِبُ عَلَيْهِ ذَالِكَ لِئَلَّا يَضِلَّ فِيْ نَفْسِهٖ وَيُضِلَّ غَيْرَهٗ [3]

یعنی بندۂ مومن پر واجب ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت کے ساتھ متمسک رہے

---

[1] المتون المعتبرہ:۹　[2] دفتر اول مکتوب:۵۹　[3] میزان کبریٰ جلد اول:۲۲

تا کہ نہ خود گمراہ ہو اور نہ دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے۔

متن در مسئلہ از مسائلِ اعتقادیہ ضروریہ خلل رفت از دولتِ نجاتِ اخروی محروم است و اگر در عملیات مساہلہ رود و یحتمل کہ بے توبہ ہم درگزرانند واگر مواخذہ ہم کنند آخر کار نجات است پس عمدۂ کار تصحیح عقائد است

ترجمہ: اگر مسائل اعتقادیہ ضروریہ میں سے کسی مسئلہ میں خلل واقع ہوگیا تو اُخروی نجات کی دولت سے محرومی ہے اور اگر اکتسابِ اعمال میں سستی ہوگئی تو ممکن ہے کہ توبہ کے بغیر بھی معاف کردیں اور اگر مؤاخذہ بھی کیا گیا، آخر کار نجات ہو ہی جائے گی لہٰذا عمدہ کام عقائد کی تصحیح ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز عقائد ضروریہ کی اہمیت بیان فرما رہے ہیں کہ متکلمین اہل سنت و جماعت کے بیان فرمودہ اعتقادات سے اگر سرِمو مخالفت بھی پائی گئی تو اُخروی نجات کا معاملہ مخدوش ہو جائے گا ہاں! اگر اکتسابِ اعمال میں غفلت ہوگئی تو ارحم الراحمین اور غنیٔ مطلق کی بارگاہ قدس سے نجات کی امید ہے یونہی احوال و مواجید بھی عقائد اہل سنت کے ساتھ معارضہ کی مجال نہیں رکھتے کیونکہ یہ سب اعمال واذکار کا ثمرہ ہوتے ہیں۔ قدوۃ الاخیار حضرت خواجہ عبید اللہ

احرار قدس سرہٗ الغفار ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر تمام احوال و مواجید را بما بدھند و حقیقت مارا بعقائدِ اہل سنت و جماعت متحلی نسازند جز خرابی ہیچ نمی دانیم و اگر تمام خرابی ہارا بر ما جمع کنند و حقیقتِ مارا بعقائد اہل سنت و جماعت بنوازند باکے نداریم

متن دریں وقت کشتن کافر لعین گوبند وال بسیار خوب واقع شد و باعثِ شکستِ عظیم بر ہنود مردود گشت بہر نیت کہ کشتہ باشند و بہر غرض کہ ہلاک کردہ خواری کفار خود نقدِ وقتِ اہل اسلام است این فقیر پیش ازاں کہ ایں کافر را بکشند در خواب دیدہ بود کہ بادشاہ وقت کلۂ سرِ شرک را شکستہ والحق کہ آن گبر رئیس اہل شرک بود و امام اہل کفر خذلھم اللہ سبحانہٗ

ترجمہ: اس وقت کافر لعین گوبند وال کا قتل بہت خوب واقع ہوا اور ہنود مردود کی عظیم شکست کا باعث ہوا جس نیت سے بھی مارا گیا اور جس غرض سے بھی ہلاک ہوا کفار کی رسوائی اہل اسلام کے لئے عزت کا موجب ہے اس فقیر نے کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ نے شرک کے سردار کا خیمہ توڑ دیا ہے

واقعی وہ اہل شرک کا بہت بڑا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا اللہ سبحانہ انہیں رسوا کرے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ہنود مردود کے مذہبی رہنما کے قتل پر خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں اور اسے مشرکوں کی شکست عظیم قرار دیا ہے درحقیقت آپ کی تحریک احیائے دین اور آپ کے معاون ارکانِ سلطنت ''جرگہ ٔ مدان دولت اسلام'' کامیابی سے ہمکنار ہو رہے تھے اور دین اسلام کو پھر سے انگڑائی لینے کا موقعہ مل رہا تھا اور مطلق العنان بادشاہ اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر بادشاہ اسلام کی طرف مائل ہو رہا تھا اس لئے اس نے غیرتِ ایمانی اور حمیتِ اسلامی کی بناء پر متعصب ہندو لیڈر رگروارجن کو قتل کروا دیا کیونکہ فساد اور بغاوت کرنے والے غیر مسلموں کو عموماً، ان کے رہنماؤں کو خصوصاً تہِ تیغ کرنے اور ان کی کمین گاہوں کو مسمار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

فَاضۡرِبُوۡا فَوۡقَ الۡاَعۡنَاقِ وَاضۡرِبُوۡا مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٍ [1]

یعنی کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے جوڑ جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡكُفۡرِ [2]

یعنی کفر کے سرغنوں سے لڑو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے خرانٹ اور خبیث طبع بوڑھوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے

اُقۡتُلُوۡا شُيُوۡخَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ [3]

---

[1] الانفال ۸:۱۲   [2] التوبہ ۹:۱۲   [3] ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۲۹۶

یونہی مسجد ضرار جلائی اورگرائی گئی کیونکہ وہ مسلمانوں کے خلاف سازباز اور تفرقہ اندازی کا مرکز تھی جیسا کہ سورہ توبہ میں مذکور ہے۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ زیر نظر متن کی تصحیح میں معرب مکتوبات حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو تسامح ہوا ہے۔ انہوں نے فارسی وعربی قاعدہ کے مطابق یوں سمجھا ہے" کافر لعین گوبند و آلِ اُو " حالانکہ انہوں نے حاشیہ پر گرو گوبند کو محی الاسلام اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہم عصر لکھا ہے اور سلطان اورنگ زیب، جہانگیر بادشاہ کے پوتے ہیں ان کا عہد سلطنت حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے وصال مبارک کے بعد کا ہے۔

جبکہ علامہ امرتسری رحمہ اللہ کے تصحیح فرمودہ متن سے پہلے کی اشاعتوں میں یہ جملہ یوں مرقوم ہے۔

دریں وقت کشتنِ کافرِ لعین گویند وال بسیار خوب [1]

اس سلسلہ میں عصر حاضر کے عظیم محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی مدظلہٗ ارقام پذیر ہیں

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے کسی سکھ گرو کا نام نہیں لکھا بلکہ سکھوں کے مذہبی مرکز گویند وال کو ہدف تنقید بنایا ہے کہ اس مرکز گویند وال میں رہنے والے کافر کے قتل کا واقعہ بہت خوب ہے، گویند وال سکھوں کا فکری و مذہبی مرکز تھا وہاں ان کے اہم گردوارے موجود ہیں۔ گرو امرداس (۱۵۵۲......۱۵۷۴ء) کا گردوارہ بھی یہیں ہے اور ان کی مذہبی کتاب گرنتھ بھی اسی مقام پر زیر نگرانی گرو ارجن (۱۵۸۱......۱۶۰۴ء) مرتب ہوئی تھی گویا گویند وال سکھوں کا مذہبی و فکری مرکز

---

[1] مکتوبات شریفہ مطبوعہ مطبع مرتضوی دہلی: ۱۸۹۰ء

تھا اسی لئے احمد شاہ درانی نے ایک حملے کے دوران اسے جلا کر خاکستر کر دیا تھا گویا حضرت مجدد الف ثانی کا اشارہ سکھوں کے پانچویں گرو ارجن کے قتل سے متعلق ہے جو ۱۶۰۴ء کو ہوا، گرو گوبند سنگھ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[۱]

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی فوجوں کو منتشر و مغلوب کرنے کیلئے جہاں لشکر سپاہ کی تنظیم و تجہیز فرمائی ہے وہاں بارگاہ ایزدی میں فتح و نصرت کیلئے لشکر دعا کا بھی اہتمام فرمایا ہے تاکہ **وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ**[۲] کا مفہوم بھی عیاں ہو جائے اور کفار کی تخریب و تفریق کیلئے دعائے مضرت بھی فرمائی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی ہیبت و رعب سے مرعوب بھی ہو جائیں جیسا کہ کتب سیر میں مذکور ہے

اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وِفَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَخَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ وَخُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ یعنی اے اللہ کفار کی جمعیت کو منتشر کر دے، ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال دے، ان کے گھروں کو برباد کر دے اور ان کی ایسی گرفت فرما جیسے غالب طاقتور گرفت کرتا ہے۔

متن بہر حال از حقیقتِ مسائل شرعیہ اطلاع دادن ضروریست ایں واقع نشود عہدہ بر ذمۂ علماء و

---

[۱] مقدمہ البینات شرح مکتوبات: ۷۰، مقامات مظہری: ۴۶ [۲] الانفال ۸: ۱۰

مقربانِ حضرتِ بادشاہ است چہ سعادت کہ دریں گفتگو جمعی باآزار رسند انبیاء علیہم الصلوات والتحیات در تبلیغ احکامِ شرعیہ چہ آزارہا کہ نکشیدہ اند و چہ محنت ہاکہ ندیدہ

ترجمہ: بہرحال مسائل شرعیہ کی حقیقت کی اطلاع دینا ضروری ہے جب تک اطلاع نہ دی گئی حضرت بادشاہ کے مقربین اور علماء اس ذمہ داری سے عہدہ برآنہیں ہونگے۔ کتنی بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو کے پہنچانے میں ایک گروہ اذیتیں برداشت کرے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتحیات نے احکام شرعیہ کی تبلیغ میں کونسی تکلیفیں برداشت نہ کیں اور کونسی مصیبتیں انہیں پیش نہ آئیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز تاکید فرمارہے ہیں کہ غیر شرعی رسومات، ناشائستہ حرکات، عوامی مشکلات اور نامساعد حالات سے حاکم وقت کو مطلع کرنا باشعور اور صائب الرائے علماء و وزراء کی ذمہ داری ہے تاکہ بادشاہ ان کی اصلاح و تلافی کیلئے مناسب اقدام کرسکے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۴

مکتوب الیہ

حضرت شیخ صدرِ جہاں رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

علماءِ سوء بدترین مخلوق ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔آپ مضافات قنوج کے رہنے والے تھے۔شیخ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم کیا۔آپ شریف الطبع ، دین کا درد رکھنے والے زبردست عالم دین تھے۔کچھ عرصہ ممالک محروسہ کے مفتی بھی رہے۔دورِ اکبری میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔ توران کے سفیر بھی رہے، بعدازاں منصب صدارت پر سرفراز ہوئے۔آپ نے ایک سوبیس برس عمر پائی اور ۱۰۲۷ھ میں اپنے وطن میں وفات پائی۔آپ کے نام دو مکتوب ملتے ہیں مکتوب: ۱۹۵ بھی آپ کے نام تحریر کیا گیا۔

مکتوب ۔۱۹۴

متن معلوم شریف است کہ در قرن سابق ہر فسادے کہ پیدا شد از شومیِ علماءِ سُوء بظہور آمد دریں باب تتبعِ تمام مرعی داشتہ از علماء دیندار انتخاب نمودہ اقدام خواہند فرمود علماءِ سُوء لُصوصِ دین اند مطلبِ ایشان حُبِ جاہ و ریاست و منزلت نزدِ خلق است وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنْ فِتْنَتِہِمْ

ترجمہ: آپ کو معلوم ہے کہ سابقہ دور میں جو فساد پیدا ہوا وہ علمائے سوء کی بدبختی کی وجہ سے ظاہر ہوا اس سلسلہ میں پوری چھان بین کو مدنظر رکھ کر دیندار علماء کا انتخاب کر کے پیش قدمی فرمائیں! علمائے سوء، دین کے چور ہیں ان کا مطلب جاہ و ریاست کی محبت اور مخلوق کے ہاں قدر و منزلت ہے اللہ سبحانہٗ ان کے فتنہ سے پناہ میں رکھے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز علمائے سوء کی مذمت بیان فرما رہے ہیں اور برصغیر میں پیدا ہونے والے فتنوں کا ذمہ دار انہیں ہی ٹھہرا رہے ہیں جن کو آپ نے نہایت جرأت وحکمت وغیرت اسلامی کے ساتھ بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ آپ کی تجدیدی کاوشیں بارآور ہوئیں۔ جہانگیر بادشاہ اکبر سے مختلف ثابت ہوا۔ آپ نے بارہ مطالبات کیے تھے جنہیں جہانگیر نے قبول کرلیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تعلیمات اسلامیہ اور احکام شرعیہ سے آگاہی کیلئے جید علماء کا مطالبہ کیا تھا۔ آپ مکتوب الیہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چونکہ دور اکبری میں جاہ پسند اور دنیا دار علمائے سوء کی وجہ سے ہندوستان میں دین اسلام کا حلیہ بگڑا تھا اس لئے نہایت چھان بین کے بعد متقی، متدین اور متشرع علماء کا انتخاب کرنا چاہیے بلکہ ایک مکتوب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں ''ایک ہی دیندار، عالم آخرت اس کام کیلئے کافی ہے'' کیونکہ بدترین مخلوق برے علماء ہیں اور بہترین مخلوق اچھے علماء ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے **اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ** [1]

---

[1] سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۳۷۸

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ صدرِ جہاں رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

انسان اپنے محسن کے اخلاق و اطوار اپنا لیتا ہے

مکتوب ۔ ۱۹۵

متن احسان سلاطین چونکہ نسبت بکافۂ خلائق حاصل است بضرورت دلہائے خلائق بحکم جُبِلَتِ الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھِمْ بجانب محسنان مائل است پس ناچار بواسطہ این ارتباط حبی اخلاق و اوضاع بادشاہان بعموم خلائق علٰی تفاوتِ دَرَجَاتِ الْاِحْسَانِ ساریست از خیر و شر و صلاح وفساد مانا کہ ازینجا گفتہ اند اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ

ترجمہ: چونکہ سلاطین کا احسان تمام مخلوق کو حاصل ہوتا ہے مخلوق کے دل جُبِلَتِ الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھِمْ (مخلوق اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے) اپنے محسنوں کی طرف مائل ہوتے ہیں لہٰذا ناچار اس حبی ربط کی وجہ سے بادشاہوں کے اخلاق واطوار خواہ خیر وشر ہوں یا صلاح وفساد احسان کے درجوں کے تفاوت کے مطابق مخلوق میں جاری وساری ہوجاتے ہیں ۔ شاید اسی لئے کہتے ہیں

رعایا اپنے بادشاہوں کے طور طریقے پر ہوتی ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ انسانی جبلت میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ اپنے محسن خواہ صالح ہو یا طالع، کے عادات واطوار کو اپنا لیتی ہے، یوں اس کی شخصی زندگی کی تعمیر وتخریب میں اس کے محسن کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ چونکہ بادشاہِ وقت رعایا کی فلاح وبہبود وغیرہا کیلئے اصلاحات نافذ کرتا ہے جس سے لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں، اس لئے لوگ بحیثیت قوم اجتماعی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ سابقہ حکمران جلال الدین اکبر چونکہ خود ملحد وبے دین تھا اس لئے اس کے گمراہ گر اخلاق واطوار رعایا میں سرایت کر گئے، نتیجتاً رعایا الحاد وبے دینی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئی لیکن اس کا جانشین جہانگیر بادشاہ اکبر سے مختلف واقع ہوا، ہماری تجدیدی کاوشیں کارگر ثابت ہوئیں ہیں، دین اسلام نے انگڑائی لی ہے، بادشاہِ وقت اسلام کی طرف مائل ہوا ہے اس لئے اعلیٰ عہدوں پر فائز وزراء وعلماء پر لازم ہے کہ وہ فرصتِ اول میں اسے اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ مبادہ وہ پھر غیر شرعی خرافات کی طرف مائل ہو جائے اور مسلمان پھر اسی اضطراب والتہاب میں مبتلاء ہو جائیں۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۶

مکتوب الیہ

حضرت شیخ منصور عرب رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

راہِ سلوک سات قدم ہے ، تجلیٔ ذاتی کے دو معانی

راہِ سلوک اجمالاً دو قدم ہے ، فنائے اتم کی اقسام

مکتُوب - ۱۹۶

متن ایں راہ کہ مادر صددِ قطعِ آنیم ہمگی ہفت گام است دو گام بعالمِ خلق تعلق دارد و پنجگام بعالمِ امر بگامِ اول کہ سالک در عالمِ امر می زند تجلیٔ افعال رومی دہد و بگام دوم تجلیِ صفات و بگام سیوم شروع در تجلیات ذاتیہ می اُفتد

ترجمہ: یہ راہ کہ ہم جس کو طے کرنے کے در پے ہیں سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور پانچ قدم عالم امر سے۔ قدم اول، جو سالک عالم امر میں رکھتا ہے اس میں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے قدم میں تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ رونما ہوتی ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے راہ سلوک کو سات قدم کہا ہے۔ عالم خلق کے دو قدم سے لطیفہ نفس اور عناصر اربعہ مراد ہیں

اور عالم امر کے پانچ قدم سے قلب، روح، سرّ، خفی اور اخفیٰ لطائف خمسہ مراد ہیں۔ طریقت نقشبندیہ مجددیہ میں طئی سلوک عالم امر کے لطائف سے شروع کرتے ہیں جبکہ دیگر سلاسل مقدسہ میں عالم خلق سے شروع کرتے ہیں۔ جب سالک کا لطیفۂ قلب ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزاد اور گناہوں کی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اس میں انوار و تجلیات کے ظہور کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ حق تعالیٰ کی افعالی تجلیات کا مظہر بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

رو تو زنگار از رخ خود پاک کن
بعد ازاں آن نور را ادراک کن

حضرت بیدل رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

فیض خواہی در وداع الفت زنگار کوش
چوں صفات آئینات گیرد جہان دیگری

بینہ نمبر ا

واضح رہے کہ جب عالم امر کے لطائف میں فنائیت حاصل ہو جائے تو ولایت صغریٰ نصیب ہوتی ہے اور ان لطائف کا عروج آسمانوں تک ہوتا ہے اور جب لطائف عالم خلق (قالبیہ و نفس) کو بذریعہ سلطان الاذکار وغیرہا فنائیت حاصل ہوتی ہے تو اسے ولایت کبریٰ کہتے ہیں ان لطائف کا عروج عرش سے اوپر تک ہوتا ہے۔ ولایتِ صغریٰ میں فیضانِ ولایت نصیب ہوتا ہے جبکہ ولایتِ کبریٰ میں فیضان نبوت میسر ہوتا ہے۔

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ لطیفہ قلب پر تجلیات افعالیہ، لطیفہ روح پر تجلیات صفاتیہ اور لطیفہ سرّ پر تجلیات ذاتیہ شیونیہ کا ورود ہوتا ہے۔ لطیفۂ خفی میں تجلیات صفات سلبیہ کا فیض نصیب ہوتا ہے جو اعتبارات کی طرف راجع ہیں جبکہ تجلیِ شان جامع ذاتِ بحتِ احدیت کا فیض، لطیفہ اخفیٰ میں میسر ہوتا ہے۔

بینہ نمبر۳:

یادر ہے کہ تجلی ذاتی کا اطلاق دو قسم پر آتا ہے

اول ...... بمعنی عام دوم ...... بمعنی خاص

تجلی ذاتی بمعنائے عام وہ تجلی ہوتی ہے جو صفاتِ ثمانیہ زائدہ سے بلندتر ہوتی ہے جیسے تجلی شیونات واعتبارات۔

تجلی ذاتی بمعنائے خاص وہ تجلی ہوتی ہے جو تجلیٔ شیونات واعتبارات سے بھی بلندتر ہوتی ہے اور وہ ذات بحت حق تعالیٰ کے ساتھ مربوط ہوتی ہے۔ اس مکتوب شریف میں تجلی ذاتی سے مراد تجلی ذاتی بمعنائے عام مراد ہے۔

بینہ نمبر۴:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جو سالک لطیفہ سرّ میں فنائیت سے مشرف ہوجاتا ہے اسے خلافت مقیدہ سے نواز کر بیعت کی اجازت مرحمت فرمادی جاتی ہے تاکہ دوسروں کو ذکر وفکر کی تلقین وتعلیم کے دوران اس کی خود بھی تکمیل ہوجائے اور وہ مرتبہ بقا تک رسائی حاصل کرلے جبکہ خلیفہ مطلق بقا اور تزکیۂ نفس سے مشرف ہوچکا ہوتا ہے۔

متن این راہ دو خُطوہ است مراد ازاں عالم خلق و عالم امر داشتہ اند عَلٰی سَبِیْلِ الْاِجْمَالِ وَ تَیْسِیْرًا لِلْاَمْرِ عَلٰی نَظْرِ الطُّلَّابِ بہر گامی ازیں گامہائی ہفت گانہ از خود دور می افتد و بحق سبحانہٗ نزدیک

ترجمہ: یہ راہ دوم قدم ہے اس سے مراد اجمالی طور پر عالم خلق اور عالم امر لیتے ہیں تا کہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے ۔ ان سات قدموں میں سے ہر قدم پر سالک خود سے دور اور حق سبحانہٗ سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے راہ سلوک کو اجمالاً دو قدم قرار دیا ہے تا کہ سالکین نہایت جوش و جذبہ کے ساتھ سلوک طے کرنے کیلئے کمر ہمت باندھ لیں اور سنت و شریعت پر کاربند اور اوراد و وظائف کے پابند ہو جائیں تا کہ وہ دوران سلوک، نفسانی خواہشات اور بشری نقائص سے دور ہو جائیں اور انہیں حق تعالیٰ کا قرب بلا کیف حاصل ہو جائے ۔ بقول شاعر

بہ نشیں بہ گدایاں در دوست کہ ہر کس
بنشست بایں طائفہ شاہی شد و برخواست

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ ایسا مرشد گرامی جو کمالات نبوت میں رسوخ کامل رکھتا ہو وہ اپنے مریدین کو مراتبِ ظلال طے کروائے بغیر کمالاتِ اصلیہ تک پہنچا سکتا ہے، جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے فرزند ارجمند عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز کو مراتب ظلال طے کروائے بغیر یکبارگی کمالاتِ اصلیہ تک پہنچا دیا تھا۔ یونہی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ العزیز کے متعلق منقول ہے کہ آپ صرف ایک ہفتہ میں مریدین کو فنائے قلب سے مشرف فرما دیتے تھے اور جو مرید ایک ماہ آپ کی خدمت بابرکت میں رہتا تھا اسے فنائے نفس نصیب ہو جاتی تھی۔

بینہ نمبر ۲:

یاد رہے کہ عالم خلق اور عالم امر کے لطائفِ عشرہ طے کرنے کے بعد فنائیتِ تامہ حاصل ہوتی ہے جس پر بقائے اکمل مترتب ہوتی ہے۔ بقا میں سالکین کے اندر انعکاساتِ عالم وجوب کی قبولیت کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اس لئے جس قدر فنا میں رسوخ وملکہ زیادہ ہوگا اسی قدر بقا کامل تر ہوگی اور یہی فنا و بقا ولایت خاصہ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے حصول کا باعث ہوتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

بینہ نمبر ۳:

اہل طریقت کے نزدیک فنائے اتم کی دو قسمیں ہیں

اول...... وہ فنائے اتم جو لطیفہ کو ہی حاصل ہوتی ہے

دوم...... وہ فنائے اتم جو عارف کو نصیب ہوتی ہے

یہاں اس مکتوب میں فنائے اتم سے مراد فنائے اول نہیں بلکہ فنائے دوم ہے کیونکہ یہ معارف، انتہائی معارف میں سے ہیں۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۹۷

مکتوب الیہ

حضرت پہلوان محمود رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

دنیا اور اہلِ دنیا کی مذمت

ترکِ دنیا اربابِ جمعیت کی صحبت کے بغیر دشوار ہے

مکتوب ۔ ۱۹۷

متن سعادت مند کسے است کہ دلش از دُنیا سرد شدہ باشد و بحرارتِ محبتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ گرم محبتِ دنیا سرِ گناہاں است و ترکِ آن سَرِ جمیعِ عباداتِ چہ دنیا مغضوبہ حق است سبحانہٗ

ترجمہ: سعادت مند وہ شخص ہے کہ جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور محبتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حرارت سے گرم ہو گیا ہو دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا چھوڑنا جمیع عبادات کا سرچشمہ ہے کیونکہ دنیا حق سبحانہٗ کی مغضوبہ ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز دنیا اور اہل دنیا کی مذمت بیان فرما رہے ہیں کیونکہ دنیوی مال ومنال، شاہی جاہ وجلال، اور عارضی عزت وشہرت وغیرہا یادِ حق سے غافل کردیتے ہیں۔ یادِ خدا سے غافل کردینے والی اشیاء قابل اعراض

اور لائقِ اجتناب ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی عَنۡ ذِکۡرِنَا [1] سے عیاں ہے۔ اہل اللہ فرماتے ہیں کہ جو چیز بھی یاد خدا سے غافل کردے وہی دنیا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہٗ و فرزند و زن

دنیا اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ ہونے کی وجہ سے لائق ملامت اور اہل دنیا قابلِ لعنت ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلدُّنۡیَا مَلۡعُوۡنَةٌ وَمَلۡعُوۡنٌ مَا فِیۡهَا اِلَّا ذِکۡرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ [2] سے عیاں ہے۔

مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا

اھلِ دنیا چہ کہین و چہ مہین
لعنۃُ اللہ علیھم اجمعین

جبکہ نواہی سے اجتناب، اوامر کا اکتساب اور اعمال صالحہ بجا لانے والے ذاکرین ایسے ازلی سعادت مند ہوتے ہیں جن کے قلوب دنیوی نجاستوں سے پاک اور محبت الٰہیہ سے آباد ہوتے ہیں۔ سنت و شریعت کی پابندی اور سلطان الاذکار کرنے کی بدولت ان کے جسم کا بال بال یاد الٰہی سے سرشار ہوتا ہے

ذراتِ وجودم ہمہ را دوست گرفت
باقی نماند برمن جز پوست

ان کے انفاس قدسیہ اور توجہات عالیہ کی بوباس فضاؤں کو لطیف اور زمین کو شریف بنا دیتی ہے اس لیے اہل اللہ کے ملبوسات متبرک اور مقامات مقدس ہوتے ہیں۔

---

[1] النجم ۵۳:۲۹ [2] سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۲۴۴، ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۱۰۲

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ ترک دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی رغبت ترک ہو جائے اور ترکِ رغبت اسی وقت متحقق ہوتا ہے جب اس کا ہونا نہ ہونا مساوی ہو جائے۔ اس کا حصول اربابِ جمعیت کی صحبت کے بغیر دشوار ہے۔

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ جب کوئی سالک کسی اہل جمعیت شیخ کامل مکمل کے زیر تربیت عروجی مدارج اور نزولی مراتب طے کرتا ہے تو وہ رفعِ غفلت کی بنا پر ذکر سے گذر کر مذکور کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتا ہے اور بقول شاعر اس کی کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے۔

وہ اسے یاد کرے جس نے بھلایا ہو کبھی
ہم نے اسے بھلایا نہ کبھی یاد کیا

حضور مع اللہ بلا غیبوبۃ کے مرتبہ پر فائز المرام عارف کو اگر کسی عمل خیر کی دعوت دی جائے تو حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ کے مقولہ کے مطابق وہ عمل خیر اس عارف کیلئے مشاہدہ میں رکاوٹ بنتا ہے کیونکہ وہ مذکور کے جلوؤں میں محو ہوتا ہے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۸

مکتوب الیہ

حضرت میرزا عبد الرحیم خانِ خاناں رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

سکر یہ علوم و معارف کے مطالعہ سے احتراز کرنا چاہئے

تواضع اور استغناء فقر کے لوازمات میں سے ہیں

مکتوب - ۱۹۸

متن فتوحاتِ مکیہ مفتاحِ فتوحاتِ مدنیہ باد

ترجمہ: فتوحاتِ مکیہ، فتوحاتِ مدینہ کی کلید ہو۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ ایسی کتب جن کے علوم و معارف، مکشوفات والہامات، شریعت مطہرہ سے بظاہر متصادم ہوں، کے مطالعہ سے احتراز کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ توحید وجودی کے احوال ومواجید پر مشتمل ہوتے ہیں۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات نے توحید وجودی کی تعلیم وتبلیغ نہیں فرمائی......

چونکہ یہ صوفیائے کرام کے الہامات ہیں اور الہام ظنی ہوتا ہے جبکہ انبیائے کرام علیہم الصلوات کے علوم وحی ہوتے ہیں اور وحی قطعی ہوتی ہے اس لئے فتوحات مکیہ کی بجائے فتوحاتِ مدنیہ (احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات) کا مطالعہ کرنا چاہیے اور سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی متابعت کا التزام کرنا چاہیے، جو حق تعالیٰ کی رضا ومحبوبیت کا باعث ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ [1]

---

[1] آل عمران ۳:۳۱

سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ العزیز کی معروف تصانیف لطیفہ ہیں جو وحدت الوجود کے علوم و معارف پر مشتمل ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عربی قدس سرہٗ العزیز مقربینِ بارگاہ میں سے ہیں اس لئے ان کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھنا چاہیے البتہ ان کے بیان کردہ معارف عجیبہ سے احتراز کرنا چاہیے یہی احوط و اسلم رستہ ہے۔

ما را با نص کار است نہ بفص فتوحاتِ مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است [1]

متن مخدوما فقراء را باَغنیاء آشنائی کردن دریں زمان بسیار متعسّر است اگر فقراء بگفتن یا نوشتن راہِ تواضع و حسنِ خُلق کہ از لوازمِ فقر است پیش میگیرند کوتہ اندیشاں از سُوءِ ظنِ خود می انگارند کہ طامع و محتاج اند لاجرم درین ظن خَسِرَ الدُّنیَا وَ الْاٰخِرَۃُ می گردند واز کمالاتِ ایں بزرگواراں محروم می مانند و اگر فقراء

---

[1] دفتر اول مکتوب: ۱۰۰

باستغناء حرف می زنند قاصر نظراں از بد خلقیِ خود قیاس می کنند کہ متکبر و بد خُلق اند نمی دانند کہ استغناء نیز از لوازمِ فقر است کہ جمعِ ضدین اینجا از استحالہ بر آمدہ است

ترجمہ: میرے مخدوم! فقیروں کا امیروں کے ساتھ دوستی کرنا اس دور میں بہت مشکل ہے اگر فقراء گفتگو یا تحریر میں تواضع اور حسنِ خلق کی روش سے پیش آئیں جو فقر کے لوازمات میں سے ہے تو کوتاہ اندیش اپنی بدگمانی سے خیال کرتے ہیں کہ وہ لالچی اور محتاج ہیں یقیناً اس بدگمانی کی وجہ سے دنیا و آخرت کے خسارہ میں پڑ جائیں گے اور ان بزرگوں کے کمالات سے محروم رہ جائیں گے اور اگر فقراء استغناء برتیں تو کم نظر اپنی بد خلقی پر قیاس کرتے ہوئے انہیں متکبر اور بد خلق سمجھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ استغناء بھی فقر کے لوازمات میں سے ہے کیونکہ جمعِ ضدین اس مقام پر حل ہو جاتے ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز تواضع اور استغناء کو فقر کے لوازمات قرار دے رہے ہیں۔ دراصل علمائے راسخین اور عرفائے کاملین حق تعالیٰ کے اخلاق وصفات سے متخلق و متصف ہوتے ہیں اس لئے وہ صفات الٰہیہ کے مظہر ہوتے ہیں۔ بنابریں لوگوں کی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کیلئے کبھی جمالی انداز میں تواضع و محبت سے پیش آتے ہیں اور کبھی اُمراء و عمائدینِ سلطنت کے تکبر و تبختر کو روندنے کیلئے

جلالی انداز میں استغناء سے پیش آتے ہیں۔

نہیں فقر و سلطنت میں کچھ امتیاز ایسا
وہ سپاہ کی تیغ بازی یہ نگاہ کی تیغ بازی

اس لئے جوکوتاہ بین اورحرماں نصیب اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے اہل اللہ پر حریص ومتکبر ہونے کے فتوے داغتے ہیں وہ اہل اللہ سے بدگمان ہوکر دنیوی خسران اوراُخروی حرمان کا شکار ہوجاتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ [1] سے عیاں ہے بقول شاعر

از قیاسش خندہ آمد خلق را
کوچہ خود پنداشت صاحب دلق را
کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

بینہ نمبر۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارقام پذیر ہیں کہ حضرت شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کا قول عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ ارباب فکر ونظر کے نزدیک محال ہے اس لئے آپ استغناء کا اظہار کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ ولایت کے اطوار، نظر و خرد سے بالا ہیں اس لئے عقلاء کی تنقید کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

بینہ نمبر۲:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ اعتبارات وشیونات، تقدیسات وتنزیہات کا مستجمع ہے۔

---

[1] الحجرات ۴۹: ۱۲

بنا بریں اس کی صفات متغائر ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ **هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ** [1] سے عیاں ہے۔ جب بندۂ مومن اس کی صفاتِ متغائرہ سے متصف و متخلق ہوتا ہے تب ہی اس پر جمع اضداد کے مقولہ کی حقیقت کھلتی ہے۔ بقول اقبال مرحوم

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

---

[1] الحدید ۵۷:۳

دفتر اوّل مکتوب ۱۹۹

مکتوب الیہ

حضرت ملّا محمّد امین کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

تزکیۂ نفس اور معرفتِ الٰہیہ
اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے

مکتُوب - ۱۹۹

متن اظہارِ طلب وِردے از اوراد نمودہ بودند بنَاءً عَلٰی ذَالِكَ اخوی ارشدی مولانا محمد صدیق را فرستادہ شد تا بذکرے ازیں طریقہ علیّہ مشغول سازد و بآنچہ امر فرماید در امتثال آن سعی بلیغ خواہند نمود امید است کہ مُثمرِ نتائج گردد چوں مجرّد نوشتن کفایت نمی کرد و تعلق بحضورِ صحبت داشت بنابراں تصدیع اخوی مشار الیہ را دادہ شد

ترجمہ: آپ نے اوراد میں سے کسی ورد کی طلب کا اظہار کیا تھا اس لئے سعادت مند بھائی مولانا محمد صدیق کو بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ آپ کو طریقہ عالیہ کے ذکر میں مشغول کردیں وہ جو کچھ حکم دیں اس کی تعمیل میں بھرپور کوشش کریں امید ہے کہ نتیجہ خیز ثابت ہوگا چونکہ محض لکھنا کفایت نہیں کرتا بلکہ حضورِ صحبت سے تعلق رکھتا ہے اس لئے مشار الیہ بھائی کو تکلیف دی گئی ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اہل اللہ کی صحبت و مجالست کی تلقین فرما رہے ہیں کیونکہ محض اوراد و وظائف سے برکات اور مطالعۂ کتب سے علوم تو حاصل ہو جاتے ہیں مگر تزکیہ نفس اور معرفتِ خداوندی جل سلطانہٗ اہل اللہ کی صحبت پر ہی موقوف ہے بلکہ دورانِ سلوک ہر سبق کیلئے شیخ کی توجہ ضروری ہوتی ہے۔ بقول شاعر

اے عالم دانا کہ بدیں علم غروری
نزدیکِ بمطلوب نۂ بلکہ تو دوری
تاخانۂ دل را نہ کنی مخزنِ توحید
حق را نشناسی تو بدیں کنز و قدوری

دفترِ اوّل مکتوب ۲۰

مکتوب الیہ

حضرت ملا شکیبی اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

شیخِ کامل کے بغیر طیِّ سلوک باعثِ ضلالت ہے

شیخِ ناقص کی صحبت زہر قاتل ہے

راہ نا مسلوک جذب کا رستہ ہے

مکتُوب ۔ ۲۰۰

متن ہر کہ از ایشاں باتمیز بود یعنی قوتِ جذب نداشت واستیلائے محبت درحقِ وَے مفقود بود چون راہ نداشت اعداءِ دین او را از راہ بردند و ہلاکش ساختند و بموتِ ابدی گرفتارش گردانیدند

ترجمہ: ان میں سے جو باتمیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہیں رکھتا تھا اور غلبہءمحبت اس کے حق میں مفقود تھا چونکہ راہبر نہیں رکھتا تھا اس لئے دشمنانِ دین نے اسے رستہ سے بہکا دیا، ہلاک کر دیا اور ابدی موت میں گرفتار کر دیا۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز یہ نصیحت فرمار ہے ہیں کہ راہ سلوک کو شیخ کامل مکمل کے بغیر طے کرنا باعث ضلالت وگمراہی ہے کیونکہ دورانِ سلوک رحمانی خطرات، شیطانی تلبیسات اور انوار و الوان کے درمیان امتیاز کرنا کسی راہ بین اور راہ دان شیخ طریقت کا ہی کام ہے جیسا کہ آیات کریمہ

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ [1] وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ [2] اور وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا [3] سے واضح ہے۔ بقول دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

جب مرشد کامل کی دستگیری نصیب ہو جائے تو اس کی صحبت وارشاد کے جملہ آداب وشرائط کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ''مردہ بدست غسال'' کے مصداق اپنے آپ کواس کے حوالے کر دینا چاہیے اور ہر قسم کے اعتراض وانکار سے کلیۃً اجتناب کرنا چاہیے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ [4] سے عیاں ہے۔ بقول شاعر

چوں گرفتی پیر را تسلیم شو
ہم چو موسیٰ زیرِ حکم خضر رو

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ سنت وشریعت کا باغی اور راہ طریقت سے نابلد شیخ، ناقص ہوتا ہے اس کی مثال نیم حکیم جیسی ہوتی ہے جو وصول الی اللہ کی راہ میں حائل اور سالکین کی طلب وشوق میں فتور کا باعث ہوتا ہے اس کی صحبت زہر قاتل اور اس سے طریقہ اخذ کرنا اپنی استعداد وصلاحیت کو ضائع کرنا ہوتا ہے وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتا ہے۔

---

[1] الاعراف ۷:۱۶ [2] الحجر ۱۵:۳۹ [3] الکہف ۱۸:۱۷ [4] الکہف ۱۸:۷۰

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دست نباید داد دست

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ وصول الی اللہ کیلئے تین بنیادی ارکان واساسی امور ہیں جو سالکین کے پیش نظر رہنے چاہئیں

۱...... فضلِ خدا ۲...... شیخ کامل مکمل

۳...... حق تعالیٰ کا عطا فرمودہ علم وشعور اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

(شیخ کامل کی علامات البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۶۱ میں ملاحظہ فرمائیں)

متن مخدوما اکابر طریقۂ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہمیں راہِ نا مسلوک را اختیار کردہ اند وآن راہِ نامعہود در طریقہ این بزرگواراں راہِ معہود گشتہ است وعالم، عالم را ازیں راہ بتوجہ وتصرف بمطلب می رسانند ایں طریق را وصول لازم است اگر مُراعاتِ آدابِ پیرِ مقتدا نمودہ آید چہ دریں طریق پیر وجواں در وصول برابر اند ونساء وصبیان متساوی

ترجمہ: میرے مخدوم! طریقہ نقشبندیہ کے اکابرین قدس اللہ اسرارہم نے اسی راہِ نامسلوک کو اختیار فرمایا ہے اور وہ غیر مقررہ طریقہ ان بزرگوں کے طریقہ میں مقررہ رستہ ہو گیا ہے اور انہوں نے جہانوں کے جہان اس رستہ سے توجہ اور تصرف کے ذریعے مقصود تک پہنچا دیئے ہیں۔ اس طریقے میں وصول لازم ہے بشرطیکہ شیخ مقتداء کے آداب کی رعایت کی جائے اس طریقے میں بوڑھے، جوان، خواتین اور بچے وصل میں برابر ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے وصول الی اللہ کے دو رستوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اول......راہِ مسلوک دوم......راہِ نامسلوک

راہ مسلوک کو سلوک کا رستہ کہا جاتا ہے اور راہِ نامسلوک کو جذب کا رستہ کہتے ہیں اکثر متقدمین اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے راہِ اول کے ذریعے سلوک طے کیا۔ اس رستہ میں عالم خلق کے لطائف سے سلوک شروع کرواتے ہیں۔ پہلے نفس کا تزکیہ کرواتے ہیں آخر میں تصفیہ قلب کی دولت قصویٰ عطا فرما دیتے ہیں۔ ریاضات شاقہ، مجاہداتِ شدیدہ اور ترکِ حیوانات وغیرہا کی بنا پر اس کا دورانیہ کافی طویل ہوتا ہے۔

جبکہ راہِ دوم میں ترتیب و تفصیل نہیں بلکہ غلبہ ءمحبت اور جذبہ درکار ہوتا ہے۔ اس میں عالم امر کے لطائف سے سلوک شروع کرواتے ہیں۔ سنت و شریعت کا پابند بنا کر توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے واصل باللہ کر دیتے ہیں۔ انہی راہ نامسلوک والوں کو نقشبندی بزرگ کہا جاتا ہے۔ امام الطریقہ، غوث الخلیقہ حضرت شاہِ نقشبند قدس سرہُ العزیز نے بارگاہ قدس جل سلطانہ' میں دو خصوصی دعائیں کی تھیں جو

مستجاب ہوئیں۔

ا...... ذکر قلبی خفی ۲...... ایسا رستہ جو بہر حال موصل ہو

از حق سبحانہ وتعالیٰ طریقے خواستہ ام کہ البتہ موصل باشد

جانشینِ شاہ نقشبند حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ العزیز نے خوب فرمایا

گر نشکستے دلِ دربان راز

قفلِ جہاں را ہمہ بکشادمے

کسی عربی دان شاعر نے اس کی تعریف یوں کی ہے

لَومَا خَشِیتُ مَلَالَ قَلْبِ الْخَازِنِ

لَفَتَحتُ اَقْفَالَ الْعَوَالِمِ کُلَّهَا

دفتر اوّل مکتوب ۲۰۱

مکتوب الیہ

حضرت کوچک بیگ حصاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

تفصیلی علوم و اشیاء چند حروف و ظروف میں مندرج ہو سکتے ہیں

مکتوب ۔۲۰۱

متن ظاہراً آن شخص از روئے علم و سماع و مطالعۂ کتب گفتہ باشد کہ از کبارِ متقدمین امثالِ این سخناں سر برزدہ اند حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرمودہ اند کہ جمیع علوم در باءِ بسملہ مندرج است بلکہ در نقطۂ آن باء

ترجمہ: ظاہری طور پر اس شخص نے علم و سماع اور مطالعہ کتب کے بارے میں کہا ہوگا کیونکہ متقدمین اکابر سے اس قسم کی باتیں صادر ہوئی ہیں حضرت امیر (علی) کرم اللہ تعالیٰ وجہ' فرماتے ہیں کہ جمیع علوم بسم اللہ کی باء میں درج ہیں بلکہ اس باء کے نقطہ میں۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک استفسار کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں کہ تفصیلی علوم و معارف وغیرہا کو اجمالاً چند حروف و

ظروف ونکات میں اندراج کیا جا سکتا ہے۔ جیسے بیج میں پودے کے تنے، شاخیں، پھل اور پھول پنہاں ہوتے ہیں۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ تاجدار اجمیر شریف نے اناساگر کے تالاب کے سارے پانی کو کرامۃً لوٹے میں سمودیا۔[1]

---

1 سیر الاخیار:۲۸۲

دفترِ اوّل مکتوب ۲۰۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میرزا فتح اللہ حکیم رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

مشائخِ نقشبندیہ بہت غیور ہوتے ہیں، اپنے شیخ سے عقیدت میں فرق باعثِ گمراہی و رسوائی ہے

مشائخِ نقشبندیہ کا طریقہ دعوتِ اسماء نہیں بلکہ مسمّٰی ہے

افضلیّت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اہلِ سنت کا اجماع ہے

تقلید مذموم باعث ہلاکت ہے

مکتوب ۔ ۲۰۲

متن روزی سخنے از غیرت مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم مذکور می شد دراں اثناء مذکور شدکہ حال آنجماعہ خواہد شدکہ خودرا درسلکِ ارادتِ ایں اکابر داخل ساختہ اند ویا درضمن اینہا خودرا درآوردہ اند وایشانان قبول فرمودہ و درثانی الحال بے جہت وبے موجب قطع این بزرگواران نمودہ اند وبظن وتخمین متشبّثِ اَذیال دیگراں گشتہ

ترجمہ: ایک روز مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی غیرت کے متعلق گفتگو ہورہی تھی اسی اثناء میں یہ ذکر ہوا کہ اس جماعت کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو ان اکابرین کی ارادت کی لڑی میں داخل کرتے ہیں یا ان کے ضمن میں اپنے آپ کو لاتے ہیں اور ان اکابر نے انہیں قبول فرمالیا اور بعدازاں کسی وجہ وسبب کے ان بزرگوں سے قطع تعلق کرلیا اور اپنے خیال وگمان سے دوسروں کے دامن کو جا پکڑا۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی غیرت کا تذکرہ فرمارہے ہیں کہ جب کوئی سالک کسی نقشبندی شیخ کے زیرتربیت یا زیرِ ضمنیت ہو اور وہ شیخ گرامی اس کی روحانی آبیاری اور باطنی تربیت میں گہری دلچسپی بھی لے رہا ہو پھر مرید بغیر کسی وجہ کے قطع تعلق کر کے کسی اور سلسلہ میں داخل ہو جائے تو اس کی منزل کھوٹی اور روحانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اہل اللہ والدین کی طرح غیرت مند ہوتے ہیں۔ خصوصاً خواجگانِ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم نسبتِ صدیقی کے حامل ہونے کی وجہ سے فیوض و برکات کے بحرِ ذخار ہوتے ہیں اس لئے یہ گوارا نہیں کرتے کہ ان کا کوئی فقیر بحرِ بیکراں کو چھوڑ کر ندی نالوں کی طرف متوجہ ہو۔ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہُ الساری نے ایسی غیرت سکھائی کہ ان کے مرید نے ڈوبتے ہوئے بھی اپنی جان بچانے کی خاطر سیدنا خضر علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ نقشبندیوں کا راندہ کسی در سے فیض نہیں پا سکتا، وہ عمر بھر یونہی در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرے گا یہ نقشبندی غیرت کا فیصلہ ہے۔ البتہ کسی دوسرے سلسلے کا مرید کسی معقول وجہ سے عقیدت توڑ کر نقشبندیوں کی غلامی کا قلادہ زیبِ گلو کر لے تو فیض و برکت سے محروم نہیں رہے گا کیونکہ نقشبندی ملح المشائخ ہوتے ہیں اور ان کا طریقہ سلسلۃ الذہب ہے۔

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ سلسلہ نقشبندیہ میں سابق مشائخ کرام، نیچے والوں کو براہِ راست قبور مقدسہ سے فیض دیتے ہیں اس لئے ان میں حصولِ فیض، بطریقِ اویسیت کا غلبہ ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں اکثر شجرہ اویسیہ پڑھا جاتا ہے۔

بینہ نمبر۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ شیخ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے سے جمیع اکابرین سلسلہ کی نسبت حاصل ہوجاتی ہے اور شیخ کی ناراضگی سے سلسلہ کے تمام بزرگ ناراض ہوجاتے ہیں اور اپنے شیخ سے عقیدت میں فرق باعثِ گمراہی اور موجبِ رسوائی ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

بینہ نمبر۴:

یاد رہے کہ غیرتِ مذموم، لائقِ ملامت ہے جبکہ غیرتِ محمود، قابلِ مدحت ہے، جو اربابِ تزکیۂ نفوس اور اصحابِ تصفیۂ قلوب کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

متن طریقِ ماطریقِ دعوت اسماء نیست اکابر این طریقت استہلاک در مسمّائے این اسماء اختیار فرمودہ انداز ابتداء توجہ ایشان باحدیتِ صرف است از اسم وصفت جز ذات نمی خواہند تعالیٰ وتقدس

ترجمہ: ہمارا طریق دعوتِ اسماء کا طریقہ نہیں ہے۔ اس طریقت کے اکابرین نے ان اسماء سے مسمّٰی میں فنائیت کو اختیار فرمایا ہے۔ ابتداء ہی سے ان کی توجہ احدیتِ صرف کی طرف ہے وہ اسم وصفت سے سوائے ذات تعالیٰ وتقدس کے کچھ نہیں چاہتے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز طریقتِ نقشبندیہ کا اختصاص و امتیاز بیان فرمارہے ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ کا طریقہ دعوتِ اسماء کا نہیں بلکہ مسمّٰی کا ہے۔ نقشبندی سالکین تکرارِ اسماء کے ذریعے اشیائے ممکنات اور تسخیرِ کائنات طلب نہیں کرتے بلکہ ان کا مقصود ومرام ذات حق تعالیٰ ہوتا ہے، بنابریں دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج کردی گئی ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ذکر وتکرار کرنے والے دوقسم کے طبقات ہیں۔

طبقہ اولیٰ ...... کے ذاکرین اسمائے الٰہیہ کا اس لئے ورد کرتے ہیں تاکہ ان اسماء کے خواص حاصل ہوجائیں، چنانچہ اس قسم کے لوگ **یَا صَمَدُ** کا وظیفہ تسخیرِ کائنات کیلئے کرتے ہیں **یَا بَاسِطُ** کا تکرار وسعتِ رزق کیلئے کرتے ہیں۔

طبقہ ثانیہ ...... کے ذاکرین اسماء باری تعالیٰ کا تکرار اس لئے کرتے ہیں تاکہ انہیں ذات بحت جل سلطانہٗ تک رسائی نصیب ہوجائے۔

بینہ نمبر۲:

ہمارے آقائے ولی نعمت زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ خاص آلومہار شریف فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے تسخیرِ کائنات کا وظیفہ نہ مانگو بلکہ ہم سے تسخیرِ ذات جل سلطانہ' کا طریقہ پوچھو۔

بینہ نمبر۳:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ جو شخص ہر قسم کی تعلیمات وتفہیمات اور تنبیہات کے باوجود اپنے غلط موقف وعمل پر مصر رہے۔ ''زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد'' کے مصداق سنی ان سنی کردے وہ قابل رحم والتفات نہیں ہوتا جیسا کہ اَمَّا الرَّاضِیُ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظَرَ مثل مشہور ہے۔

متن اجماع سلف برافضیلتِ حضرت صدیق بر جمیع بشر بعد از انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات منعقدِ گشتہ است احمقی باشد کہ توہّم خرقِ ایں اجماع نماید

ترجمہ: سلف صالحین کا اس امر پر اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد سب سے افضل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ احمق ہے جسے اس اجماع کو توڑنے کا وہم ہو۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات کے بعد افضلیت پر اجماع امت بیان فرمارہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ افضلیت صدیق (رضی اللہ عنہ) پر قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

حضرت علامہ جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ علی ارقام پذیر ہیں

وَالْاِمَامُ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثَبَتَتْ اِمَامَتُہٗ بِالْاِجْمَاعِ ثُمَّ عُمَرُ الْفَارُوْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ عُثْمَانُ ذُوالنُّوْرَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ وَالْاَفْضَلِیَّۃُ بِھٰذَا التَّرْتِیْبِ وَمَعْنَی الْاَفْضَلِیَّۃِ اَنَّہٗ اَکْثَرُ ثَوَابًا عِنْدَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی لَا اَنَّہٗ اَعْلَمُ وَاَشْرَفُ نَسَبًا وَمَا اَشْبَہَ ذَالِکَ [1]

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی امامت اجماع سے ثابت ہوچکی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ بالترتیب امام ہوئے اور افضلیت اسی ترتیب کے مطابق ہے اور افضلیت کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ثواب پانے والے ہیں نہ کہ اس معنی میں کہ وہ سب سے زیادہ عالم اور نسباً اعلیٰ ومعزز ہیں وغیرہا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

اَجْمَعَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ عَلٰی اَنَّ اَفْضَلَ الصِّحَابَۃِ اَبُوْبَکْرٍ

---

[1] العقائد العضدیہ

فَعُمَرُ فَعُثْمَانُ فَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ [۱] اہل سنت و جماعت کا اس امر پر اجماع ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، ان کے بعد عمر، پھر عثمان اور پھر علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) ہیں۔

حضرت علامہ ابوالحسن دوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

وَ لِلصِّدِّیْقِ رُجْحَانٌ جَلِیٌّ
عَلَی الْاَصْحَابِ مِنْ غَیْرِ اِحْتِمَالٖ [۲]

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بغیر کسی شک و احتمال کے افضلیت حاصل ہے۔

حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

اَلْاِمَامُ الْحَقُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْمُعْتَزِلَۃِ وَاَکْثَرُ الْفِرَقِ اَبُوْبَکْرٍ وَعِنْدَ الشِّیْعَۃِ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَلَا عِبْرَۃَ [۳]

یعنی ہم اہل سنت و جماعت، معتزلہ اور اکثر فرقوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، جبکہ شیعہ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

نُثَبِّتُ الْخِلَافَۃَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلًا لِاَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تَفْضِیْلًا لَہٗ وَتَقْدِیْمًا عَلٰی جَمِیْعِ الْاُمَّۃِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ لِعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ لِعَلِیٍّ

---

[۱] شرح فقہ اکبر:۱۱۹ [۲] قصیدہ بدء الامالی [۳] شرح المقاصد جلد دوم:۲۸۶

بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَھُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ وَالْاَئِمَّۃُ الْمَھْدِیُّوْنَ [1]

یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت سے مقدم سمجھتے ہوئے سب سے پہلے خلافت کا اثبات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے کرتے ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے اور پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے اور وہ خلفائے راشدین اور ہدایت یافتہ امام ہیں۔

حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا سبب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

ذَکَرَ الْمُحَقِّقُوْنَ اَنَّ فَضِیْلَۃَ الْمَبْحُوْثِ عَنْھَا فِی الْکَلَامِ ھِیَ کَثْرَۃُ الثَّوَابِ اَیْ عِظَمُ الْجَزَاءِ عَلٰی اَعْمَالِ الْخَیْرِ لَا شَرْفَ النَّسَبِ وَاِلَّا لَزِمَ اَنْ یَّکُوْنَ وَلَدُ النَّبِیِّ اَفْضَلُ مِّنَ النَّبِیِّ الَّذِیْ لَیْسَ اَبُوْہُ نَبِیًّا وَلَا کَثْرَۃُ الطَّاعَاتِ الظَّاھِرَۃِ لِاَنَّ الثَّوَابَ لَیْسَ عَلٰی حَسَبِ مِقْدَارِھَا لِاَنَّ اِنْفَاقَ اَحَدِنَا جَبَلَ اُحُدٍ ذَھَبًا لَا یَبْلُغُ مُدَّ الصَّحَابَۃِ وَلَا نَصِیْفَھُمْ کَمَا فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ وَالسِّرُّ فِیْ ذَالِکَ اَنَّ اَصْلَ الْخَیْرِ ھُوَ الْاِخْلَاصُ فِی الْعَمَلِ وَمُحَبَّۃُ الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ وَدَوَامُ الْحُضُوْرِ مَعَہٗ وَھِیَ اُمُوْرٌ بَاطِنَۃٌ وَلِذَا قَالَ بَکْرُ بْنُ عَبْدِ اللہِ الْمُزْنِیُّ مَا فَضَّلَکُمْ اَبُوْبَکْرٍ بِصَوْمٍ وَصَلٰوۃٍ وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ فِیْ قَلْبِہٖ اِنْتَھٰی فَلَا یَخْفٰی اَنَّ کَثْرَۃَ الثَّوَابِ لَا تُعْلَمُ اِلَّا بِاَخْبَارِ الشَّارِعِ وَلَا مَدْخَلَ فِیْھَا لِلْعَقْلِ وَالْمَنَاقِبِ الظَّاھِرَۃِ [2]

یعنی محققین نے بیان کیا ہے کہ کلام میں مجوث عنہا کی فضیلت کثرت ثواب ہے

---

[1] التعلیقات الاثریہ علی عقیدۃ الطحاویہ: ۱/۵۳ [2] النبراس: ۲۹۹

یعنی اعمال خیر پر جزاء کی زیادتی، نہ کہ نسبی شرف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اس نبی کا بیٹا افضل ہو اس نبی سے کہ جس کا باپ نبی نہیں ہے اور نہ ہی ظاہری اطاعت کی کثرت باعث فضیلت ہے۔ کیونکہ ثواب مقدار کے اعتبار سے نہیں ہے اس لئے کہ ہمارا جبل احد کے برابر سونا خرچ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مُد اور نصف مُد کو بھی نہیں پہنچتا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ نیکی کی اصل عمل میں اخلاص، حق سبحانہ کی صحبت اور دوام حضور مع اللہ ہے اور یہ تمام باطنی امور ہیں اسی لئے بکر بن عبداللہ مزنی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کثرت صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں بلکہ جو چیز ان کے قلب مبارک میں ہے اس وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ کثرت ثواب تو حضرت شارع کے آگاہ فرمانے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور اس میں عقل اور ظاہری مناقب کا کوئی دخل نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

اَفۡضَلُهُمۡ عَلٰی تَرۡتِیۡبِ الۡخِلَافَةِ وَالۡمُرَادُ بِالۡاَفۡضَلِیَّةِ اَکۡثَرُ الثَّوَابِ[1]

یعنی چاروں خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے اعتبار سے ہے اور یہ افضلیت کثرت ثواب کی وجہ سے ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

اَبُوۡبَکۡرِ الصِّدِّیۡقُ اِمَامٌ حَقٌّ بَعۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثۡمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ .... وَلَا نَعۡنِیۡ الۡاَفۡضَلِیَّةَ مِنۡ جَمۡعِ الۡوُجُوۡهِ حَتّٰی یَعُمَّ النَّسَبُ وَالشَّجَاعَةُ وَالۡقُوَّةُ وَالۡعِلۡمُ وَاَمۡثَالُهَا بَلۡ هِیَ عِظَمُ نَفۡعِهٖ فِی الۡاِسۡلَامِ فَاَمِیۡرُ اُمَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ وَزِیۡرَاهُ اَبُوۡبَکۡرٍ وَعُمَرُ بِاِعۡتِبَارِ الۡهِمَّةِ الۡبَالِغَةِ فِیۡ اِشَاعَةِ الۡحَقِّ فَاِنَّ لِلنَّبِیِّ

---

[1] تکمیل الایمان

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَيْنِ وَجْهُ يَاخُذُ عَنِ اللّٰهِ وَجْهٌ يُعْطِي الْخَلْقَ وَلَهُمَا فِي الْعِطَاءِ لِلْخَلْقِ تَالِيْفًا لِلنَّاسِ وَجَمْعًا لَهُمْ وَتَدْبِيْرًا لِلْحَرْبِ يَدٌ طُوْلٰى [1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) ہیں ہماری مراد افضلیت من جمیع الوجوہ نہیں ہے جو نسب، شجاعت، قوت اور علم وغیرہا کو عام ہو بلکہ افضلیت اسلام میں عظیم خدمات کی وجہ سے ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے امیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر اشاعت حق (اسلام) میں ہمت بالغہ کے اعتبار سے حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو جہتیں ہیں ایک جہت سے اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں، دوسری جہت سے مخلوق کو عطا فرماتے ہیں ۔ لوگوں کی جمع و تالیف اور حربی تدبیر کے لئے اعطائے خلق میں ان دونوں حضرات کو ید طولیٰ حاصل ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز تحریر فرماتے ہیں

امام برحق و خلیفۂ مطلق بعد حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت عثمان ذوالنورین است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب است رضی اللہ عنہ و افضلیت ایشاں بترتیب خلافت است افضلیت حضرات شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است چنانچہ نقل کردہ اند آں را اکابر آئمہ کہ یکے از ایشاں امام شافعی است شیخ

---

[1] العقیدۃ الحسنۃ

ابوالحسن اشعری کہ رئیس اہل سنت است فرماید کہ افضلیت شیخین بر باقی امت قطعی است انکار نہ کند افضلیت شیخین را بر باقی صحابہ مگر جاہل یا متعصب حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ می فرماید کہ کسے کہ مرا بر ابی بکر و عمر فضل بدہد مفتری ست او را تازیانہ زنم چنانکہ مفتری را زنند[1] (قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يُفَضِّلُنِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِيْ) [2] یعنی حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق اور خلیفۂ مطلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان خلفاء راشدین کی افضلیت ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہے۔ حضرات شیخین کی افضلیت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت شدہ ہے۔ چنانچہ اسے اکابر آئمہ نے نقل کیا ہے جن میں سے ایک حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ رئیس اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افضلیت شیخین باقی تمام امت پر قطعی ہے دوسرے صحابہ کرام پر افضلیت شیخین کا سوائے جاہل یا متعصب کے اور کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جس طرح مفتری کو (۸۰ کوڑے) لگائے جاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں اپنے آپ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل جاننے والا زندیق یا جاہل مطلق ہے۔ شخصے کہ خود را از حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل داند امر او از دو حال خالی

---

[1] مکتوبات شریفہ دفتر دوم مکتوب: ۶۷ [2] کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۶۱۵۷

نیست زندیق محض است یا جاہل صرف [۱]

قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَبُوْبَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ عُمَرُ [۲] سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ اَكَابِرِ الشِّيْعَةِ اُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنِ بِتَفْضِيْلِ عَلِيٍّ اِيَّاهُمَا عَلٰى نَفْسِهٖ وَ اِلَّا لَمَا فَضَّلْتُهُمَا كَفٰى بِيْ وِزْرًا اَنْ اُحِبَّهٗ ثُمَّ اُخَالِفَهٗ [۳] یعنی اکابرین شیعہ میں سے عبدالرزاق نے کہا میں شیخین (حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو اس لئے افضل کہتا ہوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے آپ سے افضل کہا ہے میرے گناہگار ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ بھی کروں اور پھر ان کے اقوال کی مخالفت بھی کروں۔

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت و جماعت کی علامات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا

مِنْ عَلَامَاتِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَفْضِيْلُ الشَّيْخَيْنِ وَمُحَبَّةُ الْخَتَنَيْنِ [۴] شیخین کریمین کی فضلیت اور دونوں دامادوں (حضرات عثمان وعلی) کی محبت اہل سنت کی علامت ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضلیت دینے والا اہل سنت سے خارج ہے۔

کسیکہ حضرت امیر را افضل از حضرت صدیق گوید از جرگۂ اہل سنت می

---

[۱] مکتوب:۲۰۲ [۲] ابن ماجہ، رقم الحدیث:۱۰۳ [۳] صواق محرقہ:۴۲، مکتوب:۲۶۶، سمط النجوم:۱/۴۱۴ [۴] النبراس:۳۰۲

برآید [۱]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضلیت شیخین اور افضلیت عثمان کا منکر بدعتی، گمراہ اور یزید بدنصیب کا ساتھی ہے۔

بالجملہ افضلیت شیخین یقینی است و افضلیت حضرت عثمان دون اوست اما احوط آن ست کہ منکر افضلیت حضرت عثمان را بلکہ منکر افضلیت شیخین را نیز حکم بکفر نکنیم و مبتدع و ضال دانیم ..... و ایں منکر قرین یزید بے دولت است [۲]

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اتقیٰ، اکرم، اعظم درجۃ، ارحم، افضل الامۃ، اعلم، اعلم بالسنۃ، اشجع جیسے اسم تفضیل کے صیغوں سے ملقب ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور اقوال علماء سے بالترتیب ثابت ہے۔

- ۞ ...... وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى [۳]
- ۞ ...... اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [۴]
- ۞ ...... اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ [۵]
- ۞ ...... اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْبَكْرٍ [۶]
- ۞ ...... اَبُوْ جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ فَقُلْتُ يَا اَفْضَلَ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا فَقَالَ مَهْلًا يَا اَبَا جُحَيْفَةَ اُخْبِرُكَ بِاَفْضَلِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ قُلْتُ نَعَمْ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ [۷]

---

[۱] دفتر اول مکتوب: ۲۰۲ [۲] مکتوب: ۲۶۶ [۳] اللیل ۹۲: ۱۷ [۴] الحجرات ۴۹: ۱۳
[۵] التوبہ ۹: ۲۰ [۶] سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۲۳ [۷] المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۲۰۳۳

- وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمُنَا [۱]
- اَنَّهٗ كَانَ اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ [۲]
- قَالَ عَلِيٌّ وَاَنَّهٗ اَشْجَعُ الصِّحَابَةِ [۳]
- هُوَاَعْلَمُ الصِّحَابَةِ عَلَى الْاِطْلَاقِ [۴]

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ صوفیائے محققین کے نزدیک بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقدیم پر اجماع ہو چکا ہے جیسا صاحب التعرف ارقام پذیر ہیں۔

اَجْمَعَ الصُّوْفِيَةُ عَلٰى تَقْدِيْمِ اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ [۵]

متن عبارتیکہ مردم این توہم راازانجا پیدا کردہ اند باید دید و بحقیقت معاملہ وارسید مجرد تقلید اربابِ حسد نمودن چہ مناسب است باآں کہ مشائخ در غلبۂ سکر چیز ہائے نامناسب گفتہ اند شیخ بطام می گوید لِوَائِیْ اَرْفَعُ

---

۱ صحیح بخاری رقم الحدیث:۴۴۶ ۲ المدخل الی السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث:۳۲

۳ تاریخ الخلفاء:۱/۱۴ ۴ صواعق محرقہ:۳۳ ۵ النبراس:۳۰۳

مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ انجا پے بافضیلت نتواں برد کہ عینِ زندقہ است و در عبارتِ فقیر حاشا وکلا کہ این قسم چیزی مذکور شدہ باشد

ترجمہ: جس عبارت سے لوگ وہم پیدا کر رہے ہیں اسے بغور دیکھنا چاہئے اور معاملہ کی حقیقت تک پہنچنا چاہئے محض حاسدین کی تقلید کرنا کیا مناسب ہے؟ اس لئے کہ مشائخ نے غلبہء سکر میں بہت سی نامناسب چیزیں کہہ دی ہیں شیخ بسطام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرا علم لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند تر ہے ایسی چیزوں سے افضلیت کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے کہ یہ عین زندقہ ہے اور فقیر کی عبارت میں ہرگز اس قسم کی کوئی چیز مذکور نہیں ہوئی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو سمجھا رہے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جھنڈے کو لوائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند تر کہہ دیا پھر بھی ہم ان سے بدگمان ہو کر رشتہءِ ارادت اور ناطہءِ عقیدت منسلک رکھتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شیخ بسطامی کی افضلیت کا قول نہیں کرتے بلکہ اسے سکرِ وقت اور بیانِ حال پر محمول کرتے ہیں۔

فقیر کی عبارت میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت دینے والی کوئی بات نہیں اس لئے حاسدین کی باتوں پر اعتماد کر کے روحانی تعلق منقطع کر لینا مناسب نہیں۔ عبارت کا بغور مطالعہ کر کے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کریں اور

معاندین کی اندھی تقلید سے اجتناب کریں کیونکہ اس قسم کی تقلید مذموم، باعثِ ہلاکت اور لائقِ مذمت ہوتی ہے۔ بقول کسے

خلق را تقلید شاں برباد داد
صد ہزاراں لعنت بر آن تقلید باد

دفترِ اوّل مکتوب ۲۰۳

مکتوب الیہ

حضرت ملا حُسینی نانبائیؒ رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

صحبتِ اولیاء کی برکات ، شقاوتِ اصلی ... شقاوتِ عارضی

سالکین پر طاری ہونے والی کیفیاتِ ثلاثہ

ذکرِ اسمِ ذات اور ذکرِ ذات کے شواہد

مکتُوب ۔۲۰۳

متن بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ محبان ایشاں بایشانند و ایشانند کہ جلیس ایشان از شقاوت محفوظ است

ترجمہ: ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے مطابق فقراء کے محبّ ان کے ساتھ ہیں اور فقراء وہ ہیں کہ ان کا ہم نشین شقاوت سے محفوظ ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز احادیث مبارکہ کی روشنی میں اہل اللہ کی معیت وصحبت کے فوائد وبرکات بیان فرمارہے ہیں۔ دراصل اہل اللہ کو سنت وشریعت کی تعمیل، تصفیہ قلوب اور تزکیۂ نفوس کی تحصیل کی وجہ سے حق تعالیٰ کا قرب ومجالست میسر ہوتا ہے اس لئے مؤمنین کو اہل اللہ کی معیت وکینونت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ [1] سے واضح ہے تاکہ انہیں مغفرت ورحمت نصیب ہوسکے جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّ رَحْمَةَ

---

[1] التوبہ ۹:۱۱۹

اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْن [1] سے عیاں ہے نیز اہل اللہ کی صحبت کی بدولت بندہ مومن شقاوت اصلی اور قساوت قلبی سے محفوظ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ [2] سے آشکارا ہے اہل طریقت نے شقاوت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱...... شقاوت اصلی ۲...... شقاوت عارضی

شقاوتِ عارضی انبیائے عظام علیہم الصلوات، علمائے اعلام اور صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی مجالست وصحبت سے زائل ہو جاتی ہے مگر شقاوتِ اصلی زوال پذیر نہیں ہے اس لئے بندۂ مومن کو اپنے خاتمہ کے متعلق ہر وقت مشوش رہنا چاہیے اور قسام ازل کی بے نیازی سے ڈرتے رہنا چاہیے جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ [3] سے معلوم ہوتا ہے۔ بقول شاعر

بر عمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روزِ ازل
تو چہ دانی قلمِ صنع بہ نامت چہ نوشت

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ اہل اللہ کی محبت ایسی نعمت عظمیٰ اور دولت قصویٰ ہے جو نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات جیسی آلائشوں سے پاک ہوتی ہے۔ چونکہ مشائخ عظام کی محبت محض حق تعالیٰ جل سلطانہٗ کیلئے ہوتی ہے اس لئے ان کی محبت، حق تعالیٰ کی محبت قرار پاتی ہے جو دنیوی فوائد اور اخروی ثمرات پر منتج ہوتی ہے جیسا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [4] سے عیاں ہے جس کا پہلا اصول اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ [5] ہے جو

---

[1] الاعراف ۷: ۵۶ [2] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۹۲۹ [3] العنکبوت ۲۹: ۶

[4] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۷۰۲ [5] شعب الایمان، رقم الحدیث: ۹۱۹۱

صرف یارانِ طریقت میں ہی متحقق ہوتی ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اہل اللہ کے ساتھ نسبت وارادت سے اگر بندہ مومن مرتبہ ولایت پر فائز المرام نہ بھی ہوتو اس کا دنیوی آفات، شیطانی تصرفات اور زمانے کے فتنوں اور حادثوں سے محفوظ ہوجانا ہی کافی ہے۔غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز نے خوب فرمایا

اَنَا مِنْ رِّجَالٍ لَا یَخَافُ جَلِیْسُھُمْ
رَیْبَ الزَّمَانِ وَلَا یَرٰی مَا یَرْھَبُ

اے برادر بے نہایت در گہے است
ہرچہ بروئے می رسی بروئے مائیست

بینہ نمبر ۳:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ جس طرح ملائکہ کرام محافل ذکر کے متلاشی رہتے ہیں، ایسے ہی بندۂ مومن کو بھی مجالس ذکر وفکر کی تلاش میں رہنا چاہیے تاکہ ایمان کی تجدید، قلوب کی تنویر اور نفوس کی تطہیر ہوجائے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

بینہ نمبر ۴:

یہ امر مستحضر رہے کہ سالکینِ طریقت کو اہل اللہ کی مجالست اور توجہات قدسیہ کی بدولت تین قسم کی کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔

۱......محض وجد ۲......وجد اور سکون ۳......سکونِ محض

طریقت نقشبندیہ میں یہ تینوں کیفیات پائی جاتی ہیں، علوی نسبت کی بدولت کیفیتِ وجد سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہُ العزیز کے ذریعے آرہی ہے جبکہ کیفیتِ سکون، نسبت صدیقی کی بدولت سید الطائفہ سیدنا جنید بغدادی قدس سرہُ العزیز کے ذریعے آرہی ہے۔

لیکن نسبت صدیقی کے غلبہ کی وجہ سے حضراتِ نقشبندیہ میں اخفاء وسکون کا ظہور زیادہ ہوتا ہے جو انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گہری مناسبت کی بنا پر ملا ہے آیہ کریمہ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ [1] کی بنا پر حضرات صحابہ کرام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت باادب اور بے حس وحرکت حاضر باش رہتے تھے جیسا کہ حدیث جَلَسْنَا حَوْلَهٗ كَاَنَّ عَلٰی رَؤُسِنَا الطَّيْرُ [2] سے عیاں ہے، جو اقرب الی النصوص، منشاء رسالت علی صاحبہا الصلوات، صحابہ کرام بالعموم اور خلفائے راشدین بالخصوص کے طریقہ کے عین مطابق ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فرمایا ہے۔

بس یہی وجہ ہے کہ حضرات نقشبندیہ وجد وتواجد اور سماع ورقص سے طبعاً احتراز کرتے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ

متن اسمِ مبارکِ اللہ را بمعنی بے چونی و بے چگونی بعد از توجہ بالکلیہ بقلب در دل گزرانند و بمعنی

---

[1] الفتح ۱۸:۴۸ [2] المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: ۴۱۴

حاضر و ناظر تصور نکنند بہیچ صفت ملحوظ ندارند ہمیں اسم مبارک رابعد از توجہ مذکور ہموارہ در دل حاضر دارند

ترجمہ: قلب کی طرف کلیۃً متوجہ ہونے کے بعد اسم مبارک ''اللہ'' کو بے چونی و بے چگونی کے معنی کے ساتھ دل سے گذاریں حاضر و ناظر کا معنی تصور نہ کریں بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں، اسی اسم مبارک کو مذکورہ توجہ کے بعد دل میں حاضر رکھیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز طریقت نقشبندیہ کا طریقۂ ذکر بیان فرمارہے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کا پہلا سبق استحضار اسم ذات بدوں استحضارِ صفات ہے کیونکہ صفات، علمائے متکلمین اہل سنت کے نزدیک نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ یہ سبق امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ العزیز نے اجمالی طور پر سکھایا تھا۔ استحضار صفات (تصور صفات) سے سالک، انوار والوان کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جو متناہی اور محدود ہیں اور ذات باری تعالیٰ غیر متناہی اور لامحدود ہے۔ جبکہ ذکر اللہ سے مقصود حضور مع اللہ ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ذکر اسم ذات اور ذکرِ ذات کو بیان کردیا جائے تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق

ذکر اسم ذات اور ذکر ذات یعنی لفظ اللہ اسم جلالت ہے جو طریقہ نقشبندیہ کا سبق اول اور اسم اعظم ہے جس کے پیہم احصاء وتکرار سے اہل اللہ غافل دلوں اور مردہ جسموں کو زندہ کردیتے ہیں۔ ذکر اسم ذات اور ذکر ذات مبتدعین کے نزدیک بدعت ہے حالانکہ یہ متعدد آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ

آیات مبارکہ وَاذْکُرِاسْمَ رَبِّکَ[1]، بِسْمِ اللهِ ،اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ[2]،قُلِ اللهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ[3] الخ اور ارشادنبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اللہ اللہ[4] سے ثابت ہے۔

---

[1] المزمل ۷۳:۸ [2] العلق ۹۶:۱ [3] الانعام ۶:۹۱ [4] مسلم شریف رقم الحدیث: ۲۱۲

دفترِ اوّل مکتوب ۲۰۴

مکتوب الیہ

حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

اہلُ اللہ کو تہمتوں اور بیماریوں کے ذریعے آزمایا جاتا ہے

مکتوب ۔۲۰۴

متن از سخنانِ پریشانِ اَرباب خُسران محنت نکشند کُلٌّ یَعمَلُ عَلٰی شَا کِلَتِہٖ لائق آن کہ بمکافات ومجازات متعرِض نشوند دروغی رافروغے نیست

ترجمہ: اہل خسران کی پریشان کن باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں ہر کوئی اپنے طریقہ کے مطابق عمل پیرا ہے آپ کے لئے یہی مناسب ہے کہ ان کی پاداش اور بدلہ لینے کے درپے نہ ہوں کیونکہ دروغ کو فروغ نہیں ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کو دنیاداروں کی اذیتوں پر صبر وضبط کی تلقین فرمارہے ہیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ وہ انبیائے عظام علیہم الصلوات، صوفیائے کرام اور علمائے فخام رحمۃ اللہ علیہم کو ابتلاء وامتحان کے ذریعے آزماتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ**

مِّنَ الْخَوْفِ ...... الخ [1] سے آشکارا ہے اس لئے ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ اور طعن و تشنیع کے تیر برسائے جاتے ہیں۔ تہمتوں اور بیماریوں کے ذریعے آزمایا جاتا ہے جو ان کے لئے روحانی ارتقاء اور بلندی درجات کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مقولہ اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْعِلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَالتُّهْمَةِ سے عیاں ہے، اس لئے سالکین کو ان کے ساتھ الجھنے اور ترکی بہ ترکی جواب دینے سے اجتناب کرنا چاہئے، بلکہ ظالموں اور شریروں کا معاملہ اللہ کے حوالے کر کے ان کے ظلم و شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا چاہئے۔ مسبعات عشر، اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ شَرَّهُمْ بِمَا شِئْتَ اور اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ جیسی ادعیہ ماثورہ کو حرز جاں بنانا چاہئے۔ تا کہ سالکین طریقت آسیبی شرارتوں سے محصور اور انسانی اذیتوں محفوظ رہیں۔

---

[1] البقرہ ۲:۱۵۵

دفترِ اوّل مکتوب ۲۰۵

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمّد اشرف کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

اسوۂ حسنہ مراتب عالیہ کے حصول کا موجب ہے

مکتوب - ۲۰۵

متن شَرَّفَكُمُ اللهُ سُبحَانَهٗ بِكَمَالِ المُتَابَعَةِ المُصطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ فَاِنَّهٗ مِلَاكُ الْاَمرِ وَمُنيَةُ الصِّدِّيقِينَ

ترجمہ: اللہ سبحانہ آپ کو متابعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے کمال سے مشرف فرمائے۔ کیونکہ یہ دین اسلام کا مدار اور صدیقوں کی قلبی آرزو ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کو متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے کمال سے شاد کام ہونے کی دعا دے رہے ہیں۔ درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اُسوۂ حسنہ ایسا بے مثال طریقہ ہے جس پر عمل پیرا ہو کر بندۂ مؤمن حق تعالیٰ سبحانہٗ کے ہاں مرتبۂ صدیقیت اور مقام شہادت پر فائز المرام ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ

وَرُسُلِهٖ اُولٰئِکَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَرَبِّهِمْ [1] سے عیاں ہے بلکہ افضل البشر بعدالانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تو وفور شوق میں یہاں تک کہہ دیا یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ سَهْوَ مُحَمَّدٍ [2] جبکہ ترکِ متابعت اور رفعِ عبادت جیسے تصورات سب اوہامِ باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ ہیں۔

دفتر اوّل مکتوب ۲۰۶

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مُلّا عبدالغفور سمرقندی

موضوعات

عبودیت انکسار و افتقار سے عبارت ہے

اہل اللہ دنیوی عزت و شہرت سے ترساں رہتے ہیں

اہلِ سنت کے موافق اعتقاد و اعمال اور طریقتِ نقشبندیہ کے مطابق ذکر ذریعۂ نجات ہے

مکتوب - ۲۰۶

متن اے برادر آدمی را در دنیا از برائے طعامہائے چرب و لذیذ و لباسہائے مزیّن و نفیس نیاوردہ اند و از برائے تمتع و تنعم و لہو و لعب نیافریدہ مقصود از خلقتِ او ذلّ و انکسار و عجز و افتقار اوست کہ حقیقت بندگی است اما ان انکسار و افتقار کہ شریعت مصطفویہ علیٰ صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ بآن اذن فرمودہ چہ ریاضات و مجاہدات اہل باطل کہ موافقت بشریعت غرا اندارد جز خسارت و خذلان نمی آرد و غیر از حسرت و ندامت نمی گمارد

ترجمہ: اے بھائی! آدمی کو دنیا میں مرغن ولذیذ غذاؤں اور خوبصورت ونفیس لباس پہننے کیلئے نہیں لائے، عیش وعشرت اور لہو ولعب کیلئے پیدا نہیں فرمایا اس کی تخلیق کا

مقصد ذلت وانکساری اور عاجزی ومحتاجی ہے جو کہ حقیقت بندگی ہے۔ لیکن وہی انکسار واحتیاج ہو جس کی شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات نے اجازت فرمائی ہے کیونکہ اہل باطل کے ریاضات ومجاہدات جو شریعت غرّا کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے ان سے بجز خسارت وخجالت سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور سوائے حسرت وندامت کے کچھ بھی نہیں ملتا۔

شرح

زیرنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی تلقین فرما رہے ہیں کہ انسانی تخلیق کا مقصد لذیذ مطعومات اور نفیس ملبوسات نہیں ہے بلکہ انسانی آفرینش سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت ومعرفت ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ [1] سے عیاں ہے چونکہ عبادت وعبودیت کی اصل بارگاہ قدس جل سلطانہٗ میں غایت تذلل وعاجزی وانکساری ہے اس لئے وہ سنت وشریعت کے مطابق ہونی چاہیے۔ غیر شرعی چلے، دہے اور سجدہ تحیت وغیرہا کا دین اسلام میں کوئی تصور نہیں بلکہ اس قسم کا انکسار وافتقار بندے کیلئے موجب ذلت وخسارت اور باعث ندامت وحسرت ہوگا۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ بندہ مؤمن کیلئے حقیقۃً ناز ونعمت، لطف ولذت اور عیش وعشرت اُخروی زندگی کیلئے مقدر ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ [2] سے عیاں ہے۔ اہل اللہ دنیوی عسرت ومصیبت کو

---

[1] الذاریات ۵۶:۵۱ [2] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۷۴۱

نہایت وسعت قلبی کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ بقول شاعر

دکھاں دی میں سیج وچھائی دکھاں ہار بنائے
دکھ سلامت یار فریدن جنہاں دکھاں یار ملائے

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل اللہ دنیوی عزت وشہرت و دولت سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے آدمی شیر سے ڈرتا ہے۔ جبکہ دنیادار کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جو دلیلِ ناصبوری اور علامتِ ناشکری ہے۔

متن باید کہ بعد از تحلی وتزین باتیان احکام شرعیہ عملا واعتقادا بروفق آرائے علمائے اہل سنت و جماعت شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ باطن خود را بذکر الٰہی جَلّ سُلطانہٗ معمور دارند وسبقی کہ در طریقہ علیہ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اَسرارہُم اخذ کردہ اند تکرار فرمایند کہ در طریق این بزرگواراں اندراج نہایت در بدایت است ونسبت ایشان فوق ہمہ نسبتہا است کوتہ اندیشان این سخن را باور دارند یا نہ

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالیٰ سَعْیَھُمْ کی آراء کے موافق اپنے اعمال وعقائد کو احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الٰہی جل سلطانہٗ سے معمور رکھیں۔ اور وہ سبق جو اکابرین نقشبندیہ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَسْرَارَھُمْ کے طریقہ عالیہ سے اخذ کیا ہے، کا تکرار کریں کیونکہ ان بزرگوں کے طریقہ کی ابتداء میں انتہاء درج ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے افضل ہے۔ کوتاہ اندیش اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک اہم نصیحت فرما رہے ہیں کہ آئمہ و متکلمین اہلسنت کے بیان فرمودہ معتقدات وتحقیقات کے موافق اعتقاد واعمال بجالانے کے بعد طریقہ نقشبندیہ کے مطابق ذکر قلبی کی کثرت کرنا چاہیے۔

دل چو ماہی و ذکر چوں آب است
زندگیٔ دل ز ذکرِ وہاب است

تاکہ سالک توحید عیانی، وصل عریانی اور حضور مع اللہ بلا غیبوبۃ (نسبت صدیقی) جیسی نعمت عظمیٰ سے شاد کام ہو سکے جو دنیا میں قلبی اطمینان و بہجت اور آخرت میں کامرانی وراحت کا باعث ہوگا۔

دفترِ اوّل مکتوب ۲۰۷

مکتوب الیہ

حضرت مرزا حسام الدّین احمد رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

جسمانی قرب کے ثمرات ، روحانی قرب کی برکات سے زیادہ ہیں ، صحابی کی تعریف

امامِ اعظم صحابی رسول کی زیارت و روایت سے مشرّف ہیں

مکتُوب - ۲۰۷

متن آرے قربِ ابدان رادر قربِ قلوب تاثیر عظیم است لہٰذا ہیچ ولی بمرتبۂ صحابی نرسد ویس قرنی باآن رفعتِ شان کہ بشرفِ صحبتِ خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نرسیدہ بمرتبۂ ادنیٰ صحابی نرسد

ترجمہ: ہاں بدنوں کے قرب کو قربِ قلوب میں عظیم تاثیر ہے اسی لئے کوئی ولی کسی صحابی (رضی اللہ عنہ) کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا، حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے باوصف صحبتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف نہ پا سکے اس لئے کسی ادنیٰ صحابی (رضی اللہ عنہ) کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صحبت کی برکات بیان فرما رہے ہیں کہ جو بندۂ مؤمن اہل اللہ کی عموماً اور حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خصوصاً جس قدر صحبت وزیارت سے فیضیاب ہوا اسی قدر وہ فیوض و برکات سے سیراب ہوا۔ جسمانی قرب اور زیارت بالبصر ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے جس سے وہ کمالات ومقامات نصیب ہوتے ہیں جو روحانی قرب سے میسر نہیں ہوتے۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیر التابعین کے لقب سے ملقب ہونے کے باوجود شرف صحابیت سے محروم رہ گئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صحابی اور تابعی کی تعریفات تحریر کردی جائیں تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق

امام المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كُلُّ مَنْ صَحِبَهٗ سَنَةً اَوْ شَهْرًا اَوْ يَوْمًا اَوْ سَاعَةً اَوْ رَاٰهُ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ لَهٗ مِنَ الصِّحَابَةِ عَلٰى قَدْرِ مَا صَحِبَهٗ [1]

وہ خوش بخت انسان جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف نصیب ہوا ایک برس یا ایک ماہ یا ایک روز یا ایک گھڑی یا اس نے بحالتِ ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہے اسے اسی قدر شرف صحابیت حاصل ہے جس قدر اس نے صحبت اختیار کی۔

حضرت علامہ محمد بن علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ تابعی کی تعریف کرتے ہوئے ارقام پذیر ہیں هُوَ مَنْ لَقِيَ الصِّحَابِيَّ مُؤْمِنًا وَمَاتَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَاِنْ لَمْ يَصْحَبْهُ وَلَمْ يَرْوِ عَنْهُ كَمَا رَجَّحَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ وَغَيْرُهٗ [2]

تابعی وہ خوش نصیب انسان ہے جس نے بحالتِ ایمان صحابی (رضی اللہ

---

[1] الکفایہ فی علم الروایۃ للخطیب بغدادی جلد اول: ۵۱
[2] المنہل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف: ۲۴۹

عنہ) سے ملاقات کا اعزاز پایا ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو اگر چہ نہ ہی ان کی صحبت اختیار کی اور نہ ہی ان سے روایت کی ہو۔ محدث ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسی تعریف کو ترجیح دی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے صحابی رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف بھی ملا اور میں نے ان سے ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات بھی سنا ہے۔

رَأَیْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ قَائِمًا یُصَلِّیْ رَوٰی اَبُوْحَنِیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ [1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور تابعین فخام رضی اللہ عنہم کو شرفِ خیریت اور نارِ جہنم سے محفوظ ہونے کا مژدۂ جانفزا سنایا ہے۔

خَیْرُکُمْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ .... [2]

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ [3]

---

[1] مسند الامام ابی حنیفہ لابی نعیم اصبہانی: ۱۷۶ [2] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۴۸

[3] سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۷۹۳

دفتر اوّل مکتوب ۲۰۸

مکتوب الیہ

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد صادق سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

انبیاء کرام کے مبادی فیوضات صفات الٰہیہ ہیں

مقامِ استقرار ----- مقامِ عروج سے بہت بلند ہے

مکتوب - ۲۰۸

متن آن مقاماتِ انبیاء علیہم الصلوات والبرکات نہایات مقاماتِ عروج ایشاں نیست بلکہ عروج این بزرگواراں بمراتب ازاں مقامات بالارفتہ است چہ آن مقامات عبارت از اسماء الٰہی است جل سلطانہ کہ مبادی تعیناتِ ایشاں است و وسائلِ فیوض از حضرت ذات تعالیٰ وتقدس چہ حضرتِ ذات رابی توسطِ اسماء بعالم ہیچ مناسبتی نیست و غیر از غنا ہیچ نسبتی حاصل نہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ شاہدِ ایں معنی است.......

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم الصلوات والبرکات کے وہ مقامات ان کے مقاماتِ عروج کی نہایت نہیں ہیں بلکہ ان بزرگوں کے عروج ان مقامات کے مراتب سے بلند

تر ہیں کیونکہ وہ مقامات اسماء الٰہی جل سلطانہ سے عبارت ہیں جو ان کے مبادی تعینات ہیں وہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے فیوض کے وسیلے ہیں کیونکہ حضرتِ ذات کو توسطِ اسماء کے بغیر عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اور غنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ اس معنی کی شاہد ہے۔

شرح

زیرِنظر مکتوب گرامی کی فہم وتفہیم کے لئے چند تمہیدی امور پیش خدمت ہیں تا کہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق

حق تعالیٰ سبحانہٗ قدیم ازلی اور واجب الوجود ہے اور بندہ حادث وممکن ہے آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ [1] کے مطابق خالق ومخلوق میں عدم مناسبت کی بناء پر افاضہ واستفاضہ کی راہیں مسدود تھیں جبکہ مخلوق کی تربیت وپرورش بھی مشیتِ ایزدی میں مرقوم تھی۔ ذات تعالیٰ جل سلطانہ کے وراء الوراء ہونے کی بناء پر اس تعالیٰ نے اپنی صفات واسماء کو مخلوق کی طرف متوجہ کر دیا اور ہمارا تعلق ان اسماء وصفات کے ساتھ منسلک کر دیا تا کہ ہم اسماء وصفات کی وساطت سے حق تعالیٰ کے انوار وفیوضات سے مستفیض ہوسکیں، سوانہی اسماء وصفات کو بندوں کے مبادی فیوضات اور مرکز تجلیات بنا دیا۔ بنابریں ہر نبی وولی اور مؤمن وکافر کے مبادی فیوض وہی اسماء وصفات رحمٰن، رحیم، ہادی اور ستار وغفار وغیرہا ہیں اور مؤمنین ان اسماء وصفات کے مظہر ہیں جبکہ کفار ناہنجار اسم مضل کے مظہر ہیں۔ المختصر انہی اسماء وصفات کے ظلال سے بندوں کو فیض پہنچتا ہے۔

انبیائے عظام علیہم الصلوات اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے

---

[1] العنکبوت ۲۹:۶

مبادِی فیوض میں نمایاں فرق ہے ۔انبیائے عظام کے مبادی فیوضات اصول وصفات الٰہیہ ہیں جبکہ اولیائے کرام کے مبادِی فیوض ان اصول وصفات کے ظلال ہیں۔

انہی اسماء وصفات کی وساطت سے انبیائے عظام اور اولیاء کرام عروجات سے مشرف ہوتے ہیں اور ذات حق سبحانہ' تک وصلِ بلا کیف سے شادکام ہوتے ہیں اور اس طرح عالم وجوب کے ساتھ فی الجملہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

عام اولیائے کرام کا عروج تو ظلال تک ہی ہوتا ہے بعض عرفاء اپنے مبداء فیض سے بھی اوپر گذر جاتے ہیں اور محبوب اولیائے کرام کو ذات حق تعالیٰ تک بلا کیف وصل نصیب ہوتا ہے اور وہ انبیائے کرام کے مبادی فیوضات سے بھی آگے گذر جاتے ہیں۔

صوفیائے طریقت کے نزدیک ایک مقام استقرار ہے اور ایک مقام عروج وعبور ہے ۔مقام استقرار سے مقام عروج وعبور بہت بلند ہوتا ہے جیسے ایک منزل میں رہنے والا گاہے گاہے محل کی دیگر منازل بالا میں بھی چلا جاتا ہے مگر اس کی جائے قیام وہی منزل ہے جہاں وہ مقیم ہوتا ہے۔

مذکورہ مبادیات سے معلوم ہوا کہ عروجِ عارف، انبیائے عظام کے مبادِی فیوض سے افضلیت کا سبب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عارف کا مقامِ استقرار ظلالِ صفات ہے اور انبیائے کرام کا مقامِ استقرار صفاتِ الٰہیہ ہیں ۔ان کے عروجات لَایَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ،اس لئے وہ عروجاتِ اولیاء سے بلندتر ہیں۔

دفتر اوّل مکتوب ۲۰۹

مکتوب الیہ

حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

حقیقتِ احمدیہ کا ادراک ناممکن ہے

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مثلیت کے لئے نہیں بلکہ یہ تاکیدِ بشریت ہے

علماءِ راسخین ہی انبیاء کے نائب ہوتے ہیں

حقیقتِ محمدیہ کی نیابت کے مستحق حضرت امام ربانی قرار پائے

عروجی اعتبار سے حقیقتِ محمدیہ حقیقتِ کعبہ سے فوق ہے

مکتوب - ۲۰۹

متن باید دانست کہ حقیقتِ شخصی عبارت از تعینِ وجوبی است کہ تعینِ امکانی آن شخص ظلِ آن تعین است و آن تعین وجوبی اسمی است از اسمائی الٰہی جلّ سلطانہ، کَالْعَلِیْمِ وَالْقَدِیْرِ وَالْمُرِیْدِ وَالْمُتَکَلِّمِ وَاَمْثَالِھَا و آن اسم الٰہی جلّ سلطانہ ربِّ آن شخص است .....

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ کسی شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے عبارت ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین وجوبی کا ظل ہے اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہیہ جلّ سلطانہ میں سے ایک اسم ہے جیسے علیم، قدیر، مرید اور متکلم وغیرہا اور وہ اسم الٰہی جل سلطانہ اس شخص کا مربی ہوتا ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی نہایت دقیق اور مشکل ترین ہے جس کے سمجھنے کیلئے علم

ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی آگاہی بھی ضروری ہے اس لئے فہم وتفہیم کی خاطر چند مقدمات پیش خدمت ہیں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

مقدمہ اول

ہر شخص اپنی قلتِ استعداد کی وجہ سے ذاتِ حق تعالیٰ سے براہِ راست فیضیاب نہیں ہوسکتا بلکہ اسمائے باری تعالیٰ کے ذریعے مستفیض ہوتا ہے جیسے بندہ مرحوم، بندہ مرزوق، بندہ مقدور اسمائے الٰہیہ، اسم رحیم، اسم رازق اور اسم قادر کے ذریعے سیراب ہوتا ہے وہ اسم اس شخص کا رب، مربی حقیقت، مبدأ فیض اور مبدأ تعین کہلاتا ہے۔ چونکہ اسماء الٰہیہ کا تعلق عالم وجوب سے ہے اس لئے اسے تعین وجوبی کہا جاتا ہے۔

ہر شخص کے مبدأ تعین کی دو قسمیں ہیں

تعین وجوبی اور تعین امکانی

تعین وجوبی کو حقیقت وجوبی اور تعین امکانی کو حقیقت امکانی بھی کہتے ہیں تعین وجوبی کے ظل اور انعکاس کو تعین امکانی کہا جاتا ہے عالم بالا میں عروجی سیر کرنے والے سالکین، تعین امکانی کو تعین وجوبی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ وجوب نہیں بلکہ وجوب کا ظلال وانعکاس ہوتا ہے۔ تعینِ وجوبی میں سیر کرنے والے صوفیاء بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

انسان کی حقیقتِ امکانی سے اس کا عالم خلق اور عالم امر مراد ہے اور اس کی حقیقتِ وجوبی سے وہ مرتبہ مراد ہے جو اس شخص کے فیضانِ وجود اور فیضان کمالات کا واسطہ ہے۔

مقدمہ دوئم

لغت میں لفظ حقیقت سے مراد ذاتِ شئی یا کسی لفظ یا عبارت کا بنیادی مفہوم ہے۔ اصطلاح میں کسی شئی کی اصلیت، کنہ، جوہر اور باطنی پہلو مراد ہے جبکہ اہل طریقت کے نزدیک حقیقت سے مراد کسی شئی کا مبدأ تعین ہے جہاں سے وہ شئی فیضیاب ہوتی اور تربیت پاتی ہے۔

مقدمہ سوئم

حق تعالیٰ سبحانہ' کی عادتِ جاریہ ہے کہ دنیا میں زمانے کے اطوار وادوار میں ہزار برس کے بعد انقلاب وتغیر رونما ہوتا رہا ہے اس لئے تقریباً ہزار برس کے بعد اولوالعزم رسل عظام علیہم الصلوات تشریف لاتے رہے تا آنکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کا تاج زیب سر کیے جلوہ گر ہوئے۔ اسی اصول قدرت کے مطابق حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ہزارہ دوم میں تغیر وتبدل ناگزیر تھا۔ ہزارۂ سوم کے عقلی وشرعی اور شہودی وکشفی شواہد نہیں ملتے اس کے بعد قیام قیامت ہی ہوگا۔ ہزارۂ اول کے اختتام پر حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا ظہور ہوا، گو آپ نے اس کی صراحت نہیں فرمائی مگر آپ کے مکتوبات شریفہ اور تصانیف لطیفہ سے اشارۃً یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ آپ خلافت نبوت اور نیابت رسالت کے طور پر مسند دعوت وتبلیغ اور منصبِ ارشاد وتجدید پر متمکن ہوئے اس لئے علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین نے آپ کو مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا ہے۔ جبکہ قربِ قیامت کی تجدید واصلاح کے لئے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور وارثِ کمالات محمدیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کی بشارت سنائی گئی۔

مقدمہ چہارم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی تخلیق کا مبدأ فیض، صفت العلم ہے اور آپ کے عالم خلق کی مربی شان العلم ہے۔ اسی شان العلم کو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا مرتبہ شان العلم سے بلند تر ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم امر کی مربی اور واسطہء فیوض کمالات ہے۔ یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ فیض تخلیق الگ ہے، حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا واسطہء فیوضِ کمالات جدا ہے اور حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا معاملہ وشان علیحدہ ہے جبکہ دیگر انسانوں کے فیضِ وجود اور فیضِ کمالات کا مبدأ ایک ہی ہے۔

واضح رہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے علم وعرفان کی حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات پر جا کر ختم ہوگئی اور اس کی حد رفعت کے متعلق بھی لب کشا نہ ہوئے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حقیقت محمدیہ سے آگے حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں حقیقت احمدیہ شان العلم سے بھی بالاتر ہے جس کا ادراک ناممکن ہے اور حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات اور حقیقت کعبہ دونوں ایک ہی ہے۔

مقدمہ پنجم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہء نبوت تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے ساتھ تعلق رکھتا تھا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ [1] سے معلوم ہوتا ہے

---

[1] روح المعانی، جلد پنجم: ۳۰۲

اور یہ آپ کا تعین وجوبی تھا کیونکہ عالم خلق کی تخلیق نہ ہونے کی بناء پر تعین امکانی ابھی منصۂ شہود پر جلوہ گر نہ ہوا تھا۔ عالم امر میں انبیائے عظام، ملائکہ کرام اور اہل ایمان موجود تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات عالم امر کے سارے نظام کی معلم و مربی تھی۔ اس لئے جمیع ملائکہ کرام علیہم السلام نے تسبیحات واسباق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سیکھے تھے۔ بنا بریں جملہ فرشتے آپ کے امتی اور تلمیذ ہیں جیسا کہ روایت میں ہے يُسَبِّحُ ذَالِكَ النُّوْرُ وَتَسْبِيْحُ الْمَلَائِكَةِ بِتَسْبِيْحِهٖ بقول شاعر

گر نہ خورشیدِ جمالِ یار گشتے راہ نموں
از شبِ تاریک غفلت کس نبردے راہ بروں

مقدمہ ششم

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ جیسی صفات کے ساتھ متصف ہونے کی بناء پر عالم بالا کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا تعلق بھی عالم بالا کے ساتھ ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَنَا اَحْمَدُ فِي السَّمَاءِ وَمُحَمَّدٌ فِي الْاَرْضِ [1] سے معلوم ہوتا ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دیس عالم بالا کی زبان میں وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ [2] کہا اور جب حقیقتِ احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات عبودیت کے دو طوقوں سے ملبوس ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوئی تو اسے حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے موسوم کیا گیا جو آپ کا مرتبہ نزول تھا اور حقیقتِ احمدیہ آپ کا مرتبۂ عروج تھا۔ جب آپ پر حقیقت محمدیہ کا غلبہ ہوتا تھا تو آپ سے بشری

---

[1] مواہب اللدنیہ [2] الصف ۶۱:۶

تقاضوں کا ظہور ہوتا تھا جیسے خورد ونوش، نشست و برخاست وغیرہا اور جب پر آپ حقیقت احمدیہ کا غلبہ ہوتا تو آپ سے ملکی تقاضوں کا ظہور ہوتا تھا جیسے صیام وصال اور عدمِ سایہ وغیرہا۔

مقدمہ ہفتم

حقیقتِ محمدیہ میں طوق عبودیت کے غلبہ کے باعث آپ کو اظہار بشریت کا حکم تھا جیسا کہ آیہ کریمہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ [1] الخ سے عیاں ہے۔ مِثْلُكُمْ مثلیت، کیلئے نہیں بلکہ بشریت کی تاکید کیلئے ہے تاکہ بشریت وانسانیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانوس ہوکر ایمان وہدایت ومعرفت حاصل کر سکے۔ المختصر ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ [1] میں حقیت احمدیہ کا مقام نبوت ہے اور قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ [2] میں حقیقتِ محمدیہ کا مقام نبوت ہے، حدیث میں حقیقتِ احمدیہ کی نبوت کی طرف اشارہ ہے اور آیت میں حقیقتِ محمدیہ کی نبوت کی طرف اشارہ ہے۔

متن **چون شریعتِ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات از نسخ وتبدیل محفوظ است علمائے امت او را حکمِ انبیاء دادہ کارِ تقویتِ شریعت وتائیدِ ملت را بایشاں تفویض فرمودہ مع ذالک یک پیغامبر**

---

[1] الکہف ١٨: ١١٠ [2] روح المعانی جلد پنجم: ٣٠٢ [3] الکہف ١٨: ١١٠

ترجمہ: چونکہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعت نسخ و تبدیلی سے محفوظ ہے آپ کی امت کے علماء کو انبیاء علیہم الصلوات کا حکم دے کر تقویت شریعت اور تائید ملت کے کام کو انہیں تفویض فرما دیا۔ یونہی ایک اولوالعزم پیغمبر کو ان کا متبع بنا کر آپ کی شریعت کو ترویج بخشی۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اگرچہ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات منسوخ ہونے سے محفوظ ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت مبارک کے ہزار برس بعد تجدیدِ شریعت، تائیدِ ملت اور تخریبِ بدعت کا کام علمائے راسخین اور مجددین کرام رحمۃ اللہ علیہم کو سونپا گیا تاکہ وہ انبیائے کرام علیہم الصلوات کی نیابت و خلافت میں ترویج شریعت اور احیائے سنت کا فریضہ سرانجام دیں جیسا کہ احادیث مبارکہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ [۱] اور اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِأَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا [۲] سے عیاں ہے تاکہ شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات ہر قسم کی بدعات و خرافات سے پاک ہو جائے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ اس مکتوب گرامی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حاسدین و معاندین نے حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز پر دعوائے نبوت کا الزام لگا دیا جس کا جواب آپ نے خود ہی متن بالا میں بیان فرما دیا اس کی قدرے تفصیل کچھ یوں ہے۔

---

[۱] تفسیر الکبیر جزء:۸/۳۰۲ [۲] سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۲۷۰

بتقاضائے حکمتِ ربانی حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات جو عالم خلق کی طرف متوجہ و مربی تھی اسے عالم بالا کی طرف متوجہ کرلیا گیا تو امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی عمر خیریت اختتام پذیر ہونے کی وجہ سے ہمہ گیر زوال شروع ہوگیا۔ صوفیائے خام، علمائے سوء، امرائے سلطنت اور عمائدین مملکت آزاد خیالی کے زعم میں مبتلا ہوکر ہنود و یہود وغیرہا کی رسومات و عادات کے پابند ہوگئے، جلال الدین اکبر کے وضع کردہ دین الٰہی نے دین اسلام کی اصلی صورت و حقیقت کو بدعات وخرافات کے دبیز پردوں میں چھپادیا......

اندریں حالات ضرورت تھی کسی ایسے مرد وحید اور فرد فرید کی جو حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی نیابت و خلافت پر متمکن ہو اور اپنی حکمت بالغہ، دعواتِ صالحہ، تصرفاتِ باطنیہ اور توجہات قدسیہ سے ایسا ہمہ گیر انقلاب برپا کردے جو محدثات ومنکرات کا خاتمہ کرکے، دین اسلام کی صحیح صورت اور خدوخال نمایاں کردے۔ فلہٰذا یہ عظیم فریضہ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے سرانجام دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک ہزارۂ دوم میں جتنی بھی اسلامی تحریکیں اٹھیں گی عقائد اسلامیہ کی تصحیح، اعمال صالحہ کی تعمیل، ملت کی تعمیر و تشکیل پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے روحانی تصرفات وتاثیرات اور باطنی توجہات وبرکات کارفرما ہونگی۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

متن بدانند کہ بعد از ہزار سال از ارتحالِ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والسلام اولیاء امتِ او کہ بظہور آیند ہر چند اقل باشد اکمل بوند تا تقویتِ این شریعت بروجہِ اتم نمایند

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والسلام کی رحلت کے ہزار برس بعد آپ کی امت کے اولیاء جن کا ظہور ہوگا اگر چہ بہت قلیل ہوں گے لیکن کامل ہوں گے تا کہ اس شریعت کی تقویت بدرجہ اتم کر سکیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز رحلتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے ہزار برس بعد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والے اولیاء کرام کی اکملیت کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے قارئین اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ ولی اکمل جس نے دین اسلام کے فروغ واحیاء کے لئے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں وہ سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہُ العزیز کی شخصیت ہے۔
بقول شاعر

نبی نیست لیکن برنگِ نبی
بجوشد ز کوشش ہزاراں ولی

آپ کے مرشد ومربی خواجہ بے رنگ حضرت باقی باللہ احراری قدس سرہٗ

العزیز نے آپ کے متعلق خوب کہا

میاں شیخ احمد آفتابی است کہ مثل ماہزاراں ستارگان در ضمن ایشاں گم است واز کمل اولیاء متقدمین خال خالے مثل ایشاں گزشتہ باشند[1]

یعنی میاں شیخ احمد سرہندی ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے انوار میں گم ہیں اور کاملین اولیائے متقدمین میں ان جیسا خال خال ہوا ہوگا۔

متن **باجملہ کمالاتِ اولیائے ایں طبقہ شبیہ بکمالاتِ اصحاب کرام است ہر چند بعد از انبیاء فضل مراصحاب کرام راست علیہم الصلوٰۃ والسلام اما جائی آن دارد کہ از کمالِ تشابہ یکے را بر دیگرے فضل نتواں داد**

ترجمہ: المختصر اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات صحابہ کرام کے کمالات کے مشابہ ہیں اگرچہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام کو فضیلت حاصل ہے۔ مگر یہ ایسا مقام ہے جسے کمال مشابہت کی وجہ سے ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

شرح

سطور بالا میں اولیائے آخرین کے کمالات کا کمالاتِ صحابہ کے ساتھ مشابہت

---

[1] حضرت مجدد اور ان کے ناقدین: ۲۹

کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر مال و منال اور اوطان واولاد وغیرہا کو قربان کر کے دین اسلام کی چہار دانگِ عالم میں بالادستی قائم کردی ایسے ہی قرب قیامت تشریف لانے والے علمائے راسخین اور اولیائے کاملین بھی کفر کا قلع قمع کر کے دین اسلام کو روئے زمین پر غالب کر دیں گے۔ دونوں فریقوں میں کمالِ مشابہت کی بناپر ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَا یُدْرٰی اَوَّلُہٗ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُہٗ[1] سے عیاں ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین وآخرین دونوں فریقوں کے احوال سے آگاہی حاصل تھی اس لئے لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) نہیں فرمایا بلکہ لَا یُدْرٰی کہا لوگوں کو معلوم نہیں اور خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ[2] کہہ کر فریق اول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خیریت وفضیلت کو بیان فرمادیا۔ رہے تابعین عظام اور تبع تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم تو ان کی خیریت بھی ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ سے ثابت ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں فریق آخرین سے ان کی خیریت اہل اللہ کے ظہور کثرت اور بدعتیوں، فاسقوں اور فاجروں کی قلت کے اعتبار سے ہے اور ایسا ہونا فریق آخرین کے بعض اولیاء اللہ کا تابعین اور تبع تابعین سے افضل ہونے کے ہرگز منافی نہیں ہے جیسے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمودہ تطبیق بین الاحادیث کی تائید درج ذیل ارشاد نبوی

---

[1] سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۷۹۵ [2] روح المعانی جزء: ۷/۴۵۱

علیٰ صاحبہا الصلوات سے بھی ہوتی ہے۔

فِيْهِنَّ مِثْلُ اَجْرِ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالَ لَا بَلْ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ [1]

یعنی فسادِ امت کے وقت کارِ خیر بجالانے والوں کے لئے پچاس آدمیوں کے عمل جتنا ثواب ہے صحابہ کرام عرض گذار ہوئے یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ان کے پچاس آدمیوں کے عمل جتنا ثواب ہوگا فرمایا تمہارے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف البینات شرح مکتوبات جلد ثانی مکتوب:۶۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

متن حقیقتِ کعبہ ربانی مسجودِ حقیقت محمدی گشت چہ حقیقتِ کعبہ ربانی بعینہا حقیقتِ احمدی است کہ حقیقت محمدی فی الحقیقۃ ظلِ اوست پس ناچار مسجودِ حقیقت محمدی باشد

ترجمہ: حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت محمدی کی مسجود ہوگئی کیونکہ حقیقت کعبہ ربانی بعینہ حقیقت احمدی ہے درحقیقت، حقیقت محمدی اس کا ظل ہے پس لازماً وہ حقیقت محمدی کی مسجود ہوگی۔

---

[1] کنز العمال، رقم الحدیث:۵۵۳۱

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حقیقتِ احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کو حقیقت کعبہ کا عین قرار دے کر اسے حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوات کا مسجود فرما رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حقیقت کعبہ، حقیقت محمدیہ اور حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی افضلیت ومفضولیت اور مسجودیت کا اجمالاً تذکرہ کر دیا جائے تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حقیقتِ کعبہ کے متعلق ارقام پذیر ہیں

حقیقتِ کعبہ عبارت از ذاتِ بیچون واجب الوجود است کہ گردے از ظہور وطلب بوے راہ نیافتہ است وشایان مسجودیت ومعبودیت ست ایں حقیقت راجل سلطانہا اگر مسجودِ حقیقت محمدی گویند چہ محذور لازم آید وافضلیت آں چہ قصور دارد [1]

حقیقتِ کعبہ، ذاتِ بیچون واجب الوجود سے عبارت ہے جہاں ظہور اور طلب کی گرد بھی راہ نہیں پاسکتی اور وہ مسجودیت ومعبودیت کے لائق ہے اس حقیقت جلّ سلطانہا کو اگر حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مسجود کہیں تو اس میں کیا استحالہ لازم آتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت میں کیا قصور واقع ہوتا ہے

ایک مقام پر مسجود کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

صورت کعبۂ ربانی مسجود الیہا است مر صورِ خلائق را چہ بشر وچہ ملک حقیقتِ آن نیز مسجود الیہا است مر حقائق آں صور را لاجرم آں حقیقت فوقِ جمیعِ حقائق آمدہ است وکمالات متعلقہ آں فوقِ کمالاتِ متعلقہ سائرِ حقائق گشتہ

---

[1] دفتر سوم مکتوب: ۱۲۴

گویا ایں حقیقت برزخ است درمیانِ حقائق کونی و حقائق الٰہی جل سلطانہ [1]

جیسے صورتِ کعبہ ربانی مخلوق کی صورتوں کے لئے خواہ وہ بشر ہوں یا فرشتے مسجود الیہا ہے ایسے ہی حقیقتِ کعبہ بھی ان صورتوں کے حقائق کے لئے مسجود الیہا ہے لازماً وہ حقیقت تمام حقیقتوں پر فوقیت رکھتی ہے اور حقیقت کعبہ کے متعلقہ کمالات، تمام حقیقتوں کے متعلقہ کمالات سے فوق ہوئے گویا یہ حقیقت کعبہ، حقائق کونیہ اور حقائق الٰہیہ کے درمیان برزخ ہے۔

حقیقت کعبہ اگرچہ حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے فوق ہے مگر فضیلت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے کیونکہ اگرچہ کعبہ میں ظہورِ تنزیہہ صرف ہے مگر کعبہ مرتبہء ظہور تنزیہہ صرف سے بالا عروج نہیں رکھتا لیکن عروجاتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات ظہور تنزیہہ صرف سے بالاتر ہیں جس طرح زید کا آئینہ میں عکس و ظہور عینِ ذات نہیں بلکہ تمثالِ زید ہے جو عین سے کم تر ہے ایسے ہی ظہور تنزیہہ (حقیقت کعبہ) مرتبہء ذات حق جل سلطانہ سے پائیں تر ہے جبکہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات ذاتِ حق جل سلطانہٗ کی طرف عروج لامتناہی سے شادکام ہے اس اعتبار سے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات حقیقت کعبہ سے فوق ہے۔

حقیقت کعبہ اگرچہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے نسبتاً برتر ہے مگر حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے پائین تر ہے۔ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں جس مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حقیقت کعبہ کو ذات بیچوں، واجب الوجود کہا ہے وہاں ذات بیچوں واجب الوجود سے ذات بحت مراد نہیں بلکہ وہاں حقیقت کعبہ سے مظہر معبودیت اور شانِ مسجودیت مراد ہے۔

---

[1] دفتر اول مکتوب: ۲۶۳

حقیقت کعبہ اگر چہ حقیقت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے بالا ہے مگر فضیلت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض حقیقت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات ہی نہیں رکھتے بلکہ آپ حقیقت محمد یہ اور حقیقتِ احمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات دونوں کے جامع ہیں۔ حقیقتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ جسدی اور حقیقت احمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ روحی ہے۔ حقیقت کعبہ اپنے مقام اصلی سے عروج نہیں کرتی جبکہ حقیقتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات بحوائے آیہ کریمہ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى [1] عروج لا متناہی سے مشرف ہے اور حقیقت کعبہ عروجاتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کیلئے زینہء اول ہے۔

مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴ اور سعادت العباد شرح مبدأ ومعاد جلد ثانی منہا: ۴۸ میں ملاحظہ فرمائیں

---

[1] الضحیٰ ۹۳: ۴

دفترِ اوّل مکتوب ۲۱۰

مکتوب الیہ

حضرت ملا شکیبی اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

معجزۂ معراج طیِّ زماں اور طیِّ مکاں کی روشن دلیل ہے

ایمان اسلام اور احسان دین سے عبارت ہیں

مکتُوب ـ ۲۱۰

متن مخدوما مکرّما اِشکالِ ایں حکایت نہ ازاں رہگذر ست کہ دریک ساعت کارِ سنین چگونہ میسّر شود چہ این قسم معاملہ بسیار بوقوع آمدہ است حضرتِ رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ دا شبِ معراج بعد از طیِّ معارجِ عروج وقطع منازلِ وصول کہ بالوفِ سنین میسّر شود چون بوثاق خود رجوع فرمودند دیدند کہ ہنوز حرارتِ بستر خواب زائل نشدہ است وحرکتِ آب کہ در ابریق برائے طہارت جدا کردہ بودند تسکین نیافتہ و جہش ہمان است کہ در نفحات بعد از نقلِ ایں حکایت مذکور است کہ از قبیلِ

بسطِ زمان است

ترجمہ: میرے مخدوم ومکرم! اس حکایت میں اس جہت سے کوئی اشکال راہ نہیں پاتا کہ برسوں کا کام ایک ساعت میں کیسے ہو گیا اس قسم کے معاملات بہت وقوع میں آئے ہیں جیسے حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ معارج عروج طے کرنے اور منازلِ وصول قطع کرنے کے بعد جو ہزاروں برس میں میسر ہوئیں جب کاشانہ نبوت میں مراجعت فرمائی تو دیکھا کہ ابھی تک بستر کی حرارت زائل نہیں ہوئی اور جو پانی طہارت کے لئے آفتابہ میں علیحدہ کیا تھا، رکا نہیں تھا اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کے بعد مذکور ہے کہ یہ بسطِ زمان کے قبیل سے ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے نفحات الانس کی ایک مشکل و مغلق عبارت کا حل بیان فرمایا ہے دراصل جب سالک عالم خلق اور عالم امر کے لطائف عشرہ طے کرنے کے بعد عالم وجوب کی سیر کرتا ہے اور حقیقت کے پروں سے عالم بالا کی طرف طیر کرتا ہے تو اس عارف کی روحانی پرواز کو دیکھ کر ملائکہ بھی ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دانائے راز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

اگر برجِ معنی پرد طیر اُو
فرشتہ فرو ماند از سیرِ او

اس کیفیت میں اس کی بشری کثافت اور جسمانی ثقالت مضمحل ہو جاتی ہے اور

اس پر روحانی تقاضے غالب آجاتے ہیں۔اس قسم کا صاحبِ سلطان الاذکار عارف اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا ، اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا کے مرتبہ جلیلہ پر فائز المرام ہوجاتا ہے۔اسے بشری حاجات خوردونوش وغیرہا کی بھی خاص ضرورت نہیں رہتی بلکہ گاہے گاہے اس کا سایہ بھی گم ہوجاتا ہے۔مولانا روم مستِ بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے عارف کے متعلق کہا تھا

چو فنا در فقر پیرایہ شود

اُو محمد وار بے سایہ شود

یہی ابوالوقت عارف ہوتا ہے جس کے لئے اوقات ومقامات اورزمان ومکان کی طنابیں کرامۃً لپیٹ وسمیٹ کرر کھ دی جاتی ہیں ،اسی کو بسط زماں اورطئی مکاں کہاجاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت شیخ ابن السکینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ زَمَانًا لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ مَعَ قَصْرِہٖ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے بعض بندوں کے لئے بسطِ زمان فرمادیتا ہے اوربعض بندوں کے لئے قصرِزمان فرمادیتا ہے۔کتاب وسنت میں طئی زماں اورطئی مکاں کی مثالیں موجود ہیں اصحاب کہف غار میں تین سونو برس لیٹے رہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِاْئَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا [1] سے عیاں ہے اور جب بیدار ہوئے تو انہیں یوں معلوم ہوا گویا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ گذرا ہے۔جیسا کہ آیہ کریمہ قَالَ قَائِلٌ مِّنْھُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ [2] سے واضح ہے۔

ارشادنبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے

---

[1] الکہف ۱۸:۲۵ [2] الکہف ۱۸:۱۹

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا[1] میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی حتی کہ میں نے مشارق ومغارب کو دیکھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ معراج، طئ زمان ومکان کا عظیم شاہکار ہے۔

بینہ:

واضح رہے کہ اوتاد، فردالافراد اور غوث حضرات سے طئ زمان، طئ مکان اور طئ لسان جیسے واقعات بہت زیادہ رونما ہوتے ہیں۔ ہمارے آقائے ولی نعمت قطب الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد علی قدس سرہُ العزیز اسی مقام پر فائز المرام تھے۔ بقول شاعر

اک پل میں سرِ عرش گزر دیکھی
میں نے درویشوں کی رفتارِ سفر دیکھی

متن اولاً از درستئ اعتقاد چارہ نبود واز تصدیق بآنچہ از دین معلوم شدہ است بطریق ضرورت و تواتُر گذر نہ وثانیاً علم وعمل بآنچہ علمِ فقہ متکفّلِ آنست نیز ضروریست وثالثاً سلوکِ طریقِ صوفیہ ہم درکاراست نہ ازبرائے آن غرض کہ صُوَر واَشکالِ غیبی رامشاہدہ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۱۴۴

نمایند و انوار و الوان را معائنہ فرمایند این خود داخلِ لہو و لعب است ......

ترجمہ: اول: اعتقاد کی درستی کے بغیر چارہ نہیں ہے اور جو ضرورت وتواتر کے طریق پر دین سے معلوم ہوا ہے اس کی تصدیق کے بغیر گذارہ نہیں ہے۔ دوم: وہ علم وعمل بھی ضروری ہے جس کا علم فقہ متکفل ہے سوم: طریق صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے اس غرض سے نہیں کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں، نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں کیونکہ یہ سب لہو ولعب میں داخل ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز عقائد صحیحہ، علوم فقہیہ اور طریقہ صوفیاء کی اہمیت بیان فرمارہے ہیں۔ حدیث شریف میں انہیں ایمان، اسلام اور احسان سے تعبیر فرماکر دین کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی **یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ**[1] سے عیاں ہے۔

درحقیقت طریقہ صوفیاء (احسان) اختیار کرنے کا مقصد انوار والوان اور غیبی صورتوں وشکلوں کا مشاہدہ نہیں ہوتا بلکہ مرتبہ احسان کے حصول کا مقصد عقائد اسلامیہ پر ایقان واذعان کی زیادتی ہوتا ہے تاکہ معاملہ استدلال سے کشف اور اجمال سے تفصیل تک پہنچ جائے اور سالکین طریقت کو مصداقاتِ قضایائے شرعیہ کا شہود نصیب ہوجائے۔

نیز طیٔ سلوک سے مقصود احکام فقہیہ پر عمل کرنا آسان ہوجائے، نفس امارہ کی

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث:۹

عداوت وبغاوت ٹوٹ جائے اور معاملہ گوش سے آغوش، صورت سے حقیقت تک پہنچ جائے، اسی تکلف وتصنع کے لئے طریقت کے جملہ سلاسل وجود میں آئے اسی بناء پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز طریقت کوشریعت کا خادم کہتے ہیں۔

دفتر اوّل مکتوب ۲۱۱

مکتوب الیہ

حضرت ملّا یار محمّد قدیم بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

حضرت مولانا روم کے ایک مقولہ کی وضاحت

ذاتِ حق سبحانہ، صورت سے منزّہ ہے

مکتوب -۲۱۱

متن از مقولۂ مولوی علیہ الرحمہ پرسیدہ بودند کہ گفتہ آن نازنینی کہ درکنار من بودہ حق بودہ است آیا اگر این گفتن جائز است یا نہ بدانند کہ این قسم امور درین راہ بسیار واقع میشود و بزبان می آید این نوع معاملہ تجلی صوریست کہ صاحب معاملہ آن صورت متجلّٰی را حق می انگارد تعالیٰ شانہ سخن ہمان است کہ شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی فرمودہ اند تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبّٰى بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيقَةِ

ترجمہ: آپ نے مولوی علیہ الرحمہ کے مقولہ کی بابت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنین جو میرے پہلو میں تھا وہ حق تھا کیا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ جاننا چاہئے کہ اس قسم کے امور اس رستہ میں بہت واقع ہوتے ہیں اور زبان پر بے اختیار

جاری ہو جاتے ہیں۔اس قسم کا معاملہ تجلی صوری ہے کہ صاحب اس متجلی صورت کو حق تعالیٰ شانہ' گمان کرتا ہے بات وہی ہے جو شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی نے فرمائی اس قسم کے خیالوں سے اطفالِ طریقت کی تربیت کی جاتی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مقولہ ''آں ناز نینے کہ درکنارمن بودہ حق بودہ است'' کی وضاحت فرما رہے ہیں۔دراصل دورانِ سلوک طالبانِ طریقت پر جب تجلیات کا ورود ہوتا ہے تو تجلی صوری کے دوران وہ اشیائے کائنات کی شکلوں اورصورتوں میں تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے اورصورت متجلی کو ذاتِ حق سبحانہ سمجھ لیتا ہے۔حالانکہ ذات اورتمثال میں امتیاز نہ کرسکنے کی وجہ سے اس قسم کے اقوال صادر ہو جاتے ہیں۔شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہُ العزیز کا قول تِلْکَ خَیَالَاتٌ تُرَبّٰی بِھَا اَطْفَالُ الطَّرِیْقَۃِ انہیں سالکین پر صادق آتا ہے۔

تنبیہ:

واضح رہے کہ ارشاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ [1] اور رَأَیْتُ رَبِّیْ عَلٰی صُوْرَۃِ شَابٍ [2] میں صورت سے مراد تمثال ذات ہے عین ذات نہیں کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ' صورت سے منزہ ہے۔ایسے ہی خواب میں دیدارِ ذات کا مشاہدہ کرنے والے تمثال ذات سے شادکام ہوتے ہیں

---

[1] سنن الدارمی، رقم الحدیث:۲۲۰۴، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:۹۳۱

[2] کنز العمال، رقم الحدیث:۱۱۵۲

کیونکہ ذات حق سبحانہٗ عالم مثال (خواب وغیرہا) میں مصور ہونے سے ہے۔

ز اعلیٰ بالا و بالا ز بالا
بلندی ہم نمی گنجد در آنجا

متن اجازتیکہ بشما و دیگران کردہ شدہ است مشروط بشرائط است و منوط است بحصول علم بمرضیِ اوتعالیٰ ہنوز آن وقت نیامدہ است کہ اجازتِ مطلق کردہ شود تا ورودِ آن وقت شرائط را نیک مرعی دارند خبر شرط است

ترجمہ: وہ اجازت جو آپ اور دوسروں کو دی گئی ہے شرائط کے ساتھ مشروط ہے اور اس تعالیٰ کی رضا کا علم حاصل کرنے پر موقوف ہے، ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دے دی جائے، وقت آنے تک شرائط کی خوب رعایت کریں، مطلع کرنا شرط ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ شیخ کامل ومکمل کا بنیادی مقصد سالکین طریقت کو توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے گناہوں کی نجاستوں اور بشری کدورتوں سے پاک

صاف کر کے تصفیہ وتزکیہ کرنا ہوتا ہے۔ انہیں ظلمتوں سے نکال کر راہ نور پر گامزن کر کے ان کے اجسام وارواح کی تطہیر وتنویر مقصود ہوتی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ [1] سے عیاں ہے اور انہیں بارگاہ قدس جل سلطانہ تک پہنچانا ہوتا ہے۔ اس لئے اس مسند عظمیٰ پر وہی شخص متمکن ہوسکتا ہے جس کا اپنا تصفیہ وتزکیہ ہو چکا ہو اور اس کی حریم قدس جل سلطانہ تک رسائی ہو اور وہ دوسروں کو بھی وہاں تک پہنچانے کی صلاحیت واستعداد رکھتا ہو۔

صوفیائے طریقت نے خلافت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

خلافت مقیدہ   خلافت مطلقہ

خلافتِ مقیدہ کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جس کے لطائف کا تصفیہ ہو چکا ہو اور وہ فنا وبقا سے مشرف ہو لیکن ہنوز اس کا تزکیۂ نفس نہ ہوا ہو اس لئے اہل اللہ نے اس کی اجازت وخلافت کو مقید ومشروط رکھا ہے تا کہ پیری مریدی بازیچۂ اطفال نہ بن جائے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اپنے خلیفہ حضرت ملا طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں جو بتغیر یسیر پیش خدمت ہے۔

جب کوئی شخص طلب وارادت کے ساتھ حاضر خدمت ہو تو اسے شیر ببر سمجھنا چاہئے اور ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں استدراج، مطلوب اور خرابی، منظور نہ ہو اگر بالفرض کسی طالب کے آنے پر فرحت وسرور محسوس ہو اسے کفر وشرک جاننا چاہئے اور اس سرور کی تلافی وتدارک، ندامت واستغفار سے کرنا چاہئے بلکہ فرحت وسرور کی جگہ قلب میں خوف وحزن ہونا چاہئے، مرید کے مال میں طمع اور اس سے دنیوی منفعت کی خواہش مرید کی رشد وہدایت میں مانع ہوتی ہے اور پیر کی ہلاکت کا باعث

[1] ابراہیم ۱:۱۴

ہوتی ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر اسے بدوں استخارہ بیعت کی اجازت نہیں ہوتی۔

جبکہ خلیفہ مطلق کا نفس، تزکیہ ہونے کی بناء پر راضیہ مرضیہ ہو چکا ہوتا ہے اور اسے وجودِ موہوبِ حقانی میسر آ چکا ہوتا ہے۔ خواہشات نفسانیہ اور کدورات بشریہ سے پاک ہونے کی وجہ سے مقام رضا پر فائز ہوتا ہے، اس لئے اس کے جملہ امور رضائے الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اور اسے پیری مریدی کی عام اجازت ہوتی ہے۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

دفتر اوّل مکتوب ۲۱۲

مکتوب الیہ

حضرت مُلّا محمّد صِدّیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

صاحبِ تصرف شیخ، مرید کو مراتب عالیہ پر فائز کر سکتا ہے

علوم صدیقیہ ...... علوم علویّہ

تعبیرِ خواب کے آداب

مکتوب ۔۲۱۲

متن پرسیدہ بودند کہ پیرِ صاحبِ تصرف مریدِ مستعدِ را بتصرفِ خود بمراتبی کہ فوق از استعدادِ اوست تواند رسید یا نہ بلے تواند رسانید امّا بآن مراتبِ فوق کہ مناسب استعدادِ اوست نہ بمراتبی کہ مبائن استعدادِ او باشد

ترجمہ: دریافت کیا گیا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے صاحب استعداد مرید کو اس کی استعداد سے بالا مرتبوں میں پہنچا سکتا ہے یا نہیں ہاں پہنچا سکتا ہے لیکن انہیں بالا مرتبوں تک پہنچا سکتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں نہ کہ ان مرتبوں تک جو اس کی استعداد کے مخالف ہوں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک استفسار کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں کہ صاحب استعداد سالک کو صاحب تصرف شیخ اعلیٰ مراتب اور

بالا مدارج تک پہنچا سکتا ہے، یہ محض ممکن الوقوع ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے۔ بشرطیکہ سالک صاحب استعداد ہو کیونکہ باطنی استعداد حق تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ ورنہ استعداد سے عاری سالک پر توجہات چنداں اثر انداز نہیں ہوتیں جیسا کہ شورزمین، بارانِ رحمت کے باوجود گلزار نہیں بنتی۔ رہا ایک مشرب سے اعلیٰ مشرب تک پہنچانا، آپ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے تجربے وتصرف میں تا ہنوز نہیں آیا لیکن بعد ازاں وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى [1] سے حظِ وافر پاتے ہوئے جب آپ اعلیٰ مراتب پر فائز المرام ہوئے تو آپ بذریعہ تصرف صاحبان استعداد سالکین کو ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوات تک پہنچا دیتے۔ جیسا کہ آپ نے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ العزیز کو ولایت موسوی سے نکال کر ولایت محمدی تک پہنچا دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے قبل شاید کسی کو یہ تصرف حاصل نہیں تھا۔

بلینہ:

واضح رہے کہ اولوالعزم انبیاء کرام علیہم الصلوات کی ولایتوں کا عالم وجوب میں مبدأ فیض جدا جدا ہوتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مبدأ فیض صفت الکلام ہے اس لئے اولیائے موسوی المشرب ظلال صفت الکلام سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ جب کوئی عارف ولایت موسوی سے ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوات میں ارتقا فرماتا ہے تو اس کا مبدأ فیض ظلال صفت العلم ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی عارف ظلال صفات سے ترقی کر کے ولایت کبریٰ سے شادکام ہوتا ہے تو اس وقت اس کی مربی صفت ہوتی ہے۔ غرضیکہ جب عارف بشری کدورات اور نفسانی خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ مظہر صفات بن جاتا ہے، بعد ازاں شیونات واعتبارات اس پر

---

[1] الضحیٰ ۹۳:۴

جلوہ گر ہوتے ہیں۔ بالآخر اس کے باطن پر ذاتی تجلیات کا ورود ہوتا ہے اور اس کے ظاہر سے صفاتی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے یوں مراتبِ استعداد، تفاوتِ مدارج کا باعث ہوتے ہیں

ہر کسے را بہر کارے ساختند

متن ایضاً پرسیدہ بودند کہ آن کدام مرتبہ است کہ اخفیٰ کہ الطف لطائفِ انسانی است دراں مرتبہ حکمِ نفسِ امارہ دارد و در دِناءت و خساستِ شبہ او پیدا می کند معلوم اخوی باد کہ اخفیٰ ہر چند الطفِ لطائفِ است امّا داخلِ دائرۂ امکان است و بداغِ حُدوث متسم

ترجمہ: یہ بھی دریافت کیا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے کہ لطیفہ اخفیٰ جو انسان کے لطیف ترین لطائف میں سے ہے نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے اور ذلالت و کمینگی میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کر لیتا ہے میرے بھائی کو معلوم ہو کہ لطیفہ اخفیٰ اگر چہ لطیف ترین لطائف میں سے ہے لیکن دائرہ امکان میں داخل ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ دوران سلوک جب سالک ظلالِ وجوب اور عالمِ وجوب سے بالا مراتب طے کرتا ہوا صفات وشیونات کے تقیدات سے وراء سیر کرتا ہے اور ذات کے ساتھ بے کیف وصل سے شادکام ہوتا ہے پھر اس وصل عریانی کے مرتبہ پر فائز المرام ہوکر جب نچلے مدارج میں لطیفہٗ اخفیٰ کو ملاحظہ کرتا ہے تو اسے کدورات سے معمور اور حدوث سے داغدار پاتا ہے۔ عالم خلق کے اعتبار سے لطیفہٗ اخفیٰ گو سب سے لطیف ترین ہے مگر عالم بالا کے اعتبار سے یہ لطیفہ نفس کی مانند خسیس ورذیل نظر آتا ہے اس لئے نفس اور اخفیٰ توأمین (جڑواں) دکھائی دیتے ہیں۔

متن حضرت آدم را علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دران واقعہ دیدہ بسیار نیک است واصالت دارد آب کہ کنایت از علم است دست دراں کردن حصولِ قدرت است در علم و مشارکتِ حضرت آدم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام درین معنی مؤکّدِ آن حصول است چہ آنحضرت تلمیذِ حضرتِ رحمٰن است وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

ترجمہ: جس واقعہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو زیارت کرنا نقل ہے بہت اچھا ہے اور اصلیت رکھتا ہے پانی سے علم کنایہ ہے اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں مہارت کا حصول ہے اور حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت اس مقصد کے حصول میں تاکید ہے کیونکہ آپ علیہ السلام حضرت رحمٰن جل سلطانہ' کے شاگرد ہیں جیسا کہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا سے ثابت ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کے ایک واقعہ کی تعبیر بیان فرمارہے ہیں جس میں انہوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی زیارت، شفاف پانی اور اس میں ہاتھ ڈالنے کے متعلق استفسار کیا تھا۔ جواباً آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ شفاف پانی سے مراد علم اور اس میں ہاتھ ڈالنے سے مراد علم باطن کی درس وتدریس میں سعیٔ بلیغ کرنا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت سے مراد...... علم اسرار کے حصول کی تاکید وتلقین ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ سبحانہ' کے تلمیذ ارشد ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا [1] سے عیاں ہے۔ لیکن علم باطن سے مراد اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مناسبت رکھنے والا علم ہے۔

اہل طریقت نے مصادر ومنابع کے اعتبار سے علم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

علوم صدیقیہ   علوم علویہ

علوم صدیقیہ، علوم نبوت کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے علوم ومعارف، علوم نبوت سے مناسبت رکھتے ہیں اس لئے کتاب وسنت کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ ترہات وسکریات کا التباس کم تر ہوتا ہے

---

[1] البقرہ ۲: ۳۱

زیادہ تر مستقیم الاحوال اہل اللہ کو نصیب ہوتے ہیں۔ جبکہ علوم علویہ فیضان علوم ولایت سے مقتبس ہوتے ہیں بنابریں ان میں معارف سکریہ کا احتمال وامکان ہوتا ہے۔
وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

بلینہ:

واضح رہے کہ عارف باللہ قاضی ثناء اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعات و منامات کی تعبیر کے دو ذرائع بیان فرمائے ہیں جس کی وجہ سے معبرین کی تعبیر میں خطا کا احتمال نہیں ہوتا۔

تعبیر بذریعہ الہام   تعبیر بذریعہ عقل سلیم

تعبیر بذریعہ الہام اور صالح اور الہام کے لائق شخص کو ہی عطا کی جاتی ہے۔ آیہ کریمہ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ [1] میں اسی تعبیر کا تذکرہ ہوا ہے۔
جبکہ تعبیر بذریعہ عقل سلیم اس بندہ مومن کو نصیب ہوتی ہے جسے رسوخ فی العلم اور تزکیہ نفس حاصل ہو اور وہ راہ سلوک کی پیچیدگیوں کو جانتا ہو۔
حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارقام پذیر ہیں

علم بہ تفصیل احوال و مقامات و معرفت بہ حقیقت مشاہدات و تجلیات و حصول کشوف والہامات وظہور تعبیرات واقعات از لوازم ایں مقام عالی است ودونہا خرط القتاد [2] یعنی احوال ومقامات کا تفصیلی علم مشاہدات وتجلیات کی حقیقت کی معرفت، کشف والہامات کا حصول اور واقعات کی تعبیرات کا ظہور اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔
نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

---

[1] یوسف: ۱۲:۶ [2] دفتر اول مکتوب: ۲۲۴

رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النَّبُوَّةِ وَهِيَ عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ يُحَدَّثْ بِهَا فَإِذَا حُدِّثَ بِهَا سَقَطَتْ وَلَا تُحَدِّثْ بِهَا اِلَّا لَبِيْبًا اَوْ حَبِيْبًا وَفِي رِوَايَةٍ اِلَّا مَنْ تُحِبُّ[1]

یعنی مومن کا خواب نبوت کا چالیسواں جز ہوتا ہے جو پرندہ کے پاؤں کے ساتھ معلق رہتا ہے جب تک اسے بیان نہ کر دیا جائے اور جب اسے بیان کر دیا جاتا ہے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے اس لئے خواب کسی لبیب اور حبیب کے سامنے ہی بیان کرنا چاہیے یا کسی ایسے شخص کے سامنے بیان کرنا چاہیے جو تمہارا خیر خواہ و محبّ ہو۔

دوسری روایت میں ہے

اَلرُّؤْيَا عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ وَلَا تَقُصَّهَا اِلَّا عَلٰى وَادٍّ اَوْ ذِيْ رَأْيٍ[2]

علامہ مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک طائر سے مراد نوشتۂ تقدیر ہے جیسا کہ آیہ کریمہ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ[3] سے معلوم ہوتا ہے اور مومن کا خواب اللہ تعالیٰ کی قضا پر مبنی ہوتا ہے اور اس کیلئے مقدر کردہ تقدیر کے ساتھ معلق ہوتا ہے۔ جب تک وہ خواب کسی کے سامنے بیان نہیں کرتا اور معبر اس کی تعبیر نہیں بتاتا اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے مقدر میں کیا ہے۔ فلہٰذا جب وہ کسی معبر کے سامنے خواب بیان کرتا ہے تو معبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمودہ الہام، قوت رائے یا استنباط کے ذریعے تعبیر کر دیتا ہے تو اس خواب کا مقتضی واضح اور ظہور پذیر ہو جاتا ہے اس لئے خواب کسی لبیب و حبیب کے سامنے ہی بیان کرنا چاہیے۔ لبیب سے مراد، صاحب سلیم الرائے اور حبیب سے مراد، صاحب الہام معبرین مراد ہیں جن کی بیان کردہ تعبیرات خطا سے محفوظ ہوتی ہیں۔

---

[1] ماخوذ از تفسیر المظہری، جلد پنجم: ۱۴۰ [2] ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۰۴ [3] الاسراء ۱۳:۱۷

خواب کے متعلق ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الشَّيْئَ يَكْرَهُهٗ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَّسَارِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِذَا اسْتَيْقَظَ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ[1] کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مظہری فرماتے ہیں تعوذ پڑھنے اور تھوکنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اگر وہ خواب شیطانی تخویفات اور ابلیسی تسویلات سے ہوگا تو تعوذ پڑھنے سے وسواس کا دفعیہ ہو جائے گا اور اگر وہ عالم مثال سے ہوگا تو وہ قضائے معلق سے حکایت ہوگا۔ تعوذ باللہ سے قضائے معلق ٹل جائے گی ان شاء اللہ وہ خواب ضرر نہیں دے گا۔

خواب بیان نہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ وہ اس کی تعبیر سے پریشان اور خوفزدہ نہ ہو اور اٹھ کر نماز نفل ادا کرنے کا حکم اس لئے دیا تاکہ وہ نماز و دعا کے ذریعے رجوع الی اللہ کرے اور خواب کے متعلق قضائے معلق دفع ہو جائے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ[2] سے واضح ہے۔

ناپسندیدہ خواب بیان کرنے کی نہی اس لئے بھی ہو سکتی ہے کہ دشمنوں کے لئے شماتت و فرحت کے اظہار کا سبب نہ ہو اور لبیب و حبیب کے سامنے تحدیث مبشرات کا حکم اس لئے دیا تاکہ وہ اس سے حسد نہ کریں۔ اسی بناء پر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے منع فرمایا تھا جیسا کہ آیہ کریمہ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ[3] سے عیاں ہے۔[4]

امام المعبرین حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں كَانَ اَعْبَرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ[5]

---

[1] مؤطا مالک، رقم الحدیث: ۱۵۰۷ [2] جامع ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۵ [3] الیوسف ۱۲: ۵

[4] المظہری پنجم: ۱۴۱ [5] ریاض النضرۃ جلد اول: ۵۹

دفتر اوّل مکتوب ۲۱۳

مکتوب الیہ

سیادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

علماءِ راسخین کے ساتھ میل ملاپ، تمام نصیحتوں کا ماحصل ہے، جادۂ اہل سنت سے سرِ مُو ہٹے ہوئے لوگوں کی صحبت زہر قاتل ہے

مکتوب ـ ۲۱۳

متن نقابت و نجابت دستگاہا خلاصۂ مواعظ و زبدۂ نصائح اختلاط و انبساط با اہلِ تدیّن و اربابِ تشرّع است تدیّن تشرّع مربوط بسلوکِ طریقہ حقۂ اہلِ سنت و جماعت است کہ فرقۂ ناجیہ اند درمیان سائرِ فرقِ اسلامیہ

ترجمہ: اے شرافت و نجابت والے! تمام وعظوں اور نصیحتوں کا نچوڑ دین دار اور اہل شریعت کے ساتھ اختلاط پر خوش رہنا ہے دین و شریعت پر پابند ہونا اہل سنت و جماعت کے طریقہ حقہ کے رستہ کے ساتھ مربوط ہے جو تمام اسلامی فرقوں میں ناجی گروہ ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز علمائے راسخین، اولیائے کاملین اور اہل سنت کے تشرع لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھنے کی نصیحت

فرمارہے ہیں جو جمیع نصائح اور وصائے کا لبِ لباب ہے کتاب وسنت میں اہل اللہ کی معیت ومجالست کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ [1] اورارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ [2] سے عیاں ہے۔ جادۂ مستقیم سے بھٹکے ہوئے اغیار کے ساتھ نشست و برخاست کی ممانعت اور ان کیساتھ مجالست کی مضرت، صحبت کافر سے بھی بدتر بتائی گئی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ [3] اورارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ [4] سے عیاں ہے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارقام پذیر ہیں

فسادِ صحبت مبتدع زیادہ از فسادِ صحبت کافر است [5]

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ صحبت صالحین کے فوائد اور صحبت مبتدعین کے مضرات کو بزبان پنجابی یوں منظوم فرمایا

نیکاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا بھاویں مول نہ لئے ہلے آون ہزاراں
بریاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھاویں کنج کنج بہیے چنگاں پین ہزاراں

---

[1] التوبہ ۹:۱۱۹ [2] صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۵۴ [3] الانعام ۶:۶۸
[4] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸ [5] دفتر اول مکتوب: ۵۴

متن اگر معلوم شود کہ شخصی برابر دانۂ خردلہ از صراط مستقیم این بزرگواراں جدا افتادہ است صحبتِ اورا سمِ قاتل باید دانست و مجالست او را زہر افعٰی باید انگاشت طالب علمانِ بے باک از ہر فرقہ کہ باشند لصوصِ دین اند اجتناب از صحبت اینہا نیز از ضروریاتِ است

ترجمہ: اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے صراط مستقیم سے رائی کے دانہ کے برابر ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہئے اور اس کی مجالست کو زہرِ سانپ سمجھنا چاہیئے بے باک طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے اجتناب کرنا ضروریات دین میں سے ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے اہل سنت کے جادۂ مستقیم سے سر مو ہٹے ہوئے لوگوں کی صحبت و معیت سے احتراز کو اصل عظیم اور ضروریات دین میں شمار کیا ہے۔ انبیاء مرسلین اور آئمہ و صالحین کے گستاخ و بے ادب علماء و طلباء دین کے چور اور شیطان کے نمائندے ہیں۔ ابلیسی کردار ادا کرنے والوں کی مجالست زہر قاتل اور موجب ضلالت ہے جو فکری انتشار اور قلبی اضطراب کا باعث

ہوتی ہے۔ بنابریں انسان آیہ کریمہ لَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ لَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ کے مصداق متذبذب ہی رہتا ہے اس لئے عقائد کی پختگی اور اعمال کی درستگی سے محروم رہتا ہے۔ راہِ راست پر مستحکم و ثابت قدم نہیں رہتا نتیجتاً ازلی شقاوت اور قلبی قساوت کی وجہ سے نارِ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

دفتر اوّل مکتوب ۲۱۴

مکتوب الیہ

حضرت میرزا عبد الرحیم خانِ خاناں رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

دنیا آخرت کی کھیتی ہے ، ماموراتِ شرعیہ کو عقلِ ناتمام کے معیار پر تولنے والا شانِ نبوت کا منکر ہے

مکتوب ۔ ۲۱۴

متن حضرتِ حق سبحانہٗ دنیا را مزرعۂ اخرت گردانیدہ بیدولت باشد کسیکہ تخم راست در بخورد و بزمینِ استعداد نیندازد و از یک دانہ ہفت صد دانہ نسازد و از برائے روزے کہ برادر از برادر گریزد و مادر بفرزند نیامیزد ذخیرہ نکند خسارتِ دنیا و آخرت نقدِ وقتِ اوست وحسرت و ندامت دارین برکفِ دستِ او

ترجمہ: حضرت حق سبحانہٗ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے بدنصیب ہے وہ شخص جو سارا بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانے سے سات سو دانے نہ بنائے اور اس دن کے لئے کہ جب بھائی، بھائی سے بھاگے گا اور ماں، بیٹے کی خبر نہیں لے گی کچھ بھی ذخیرہ نہ کرے دنیا وآخرت کا نقصان اس کا نقدِ وقت ہے اور دونوں جہاں کی حسرت وندامت کے سوا اسے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

شرح

زیرِنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ حیات مستعار کے انمول لمحات کو غنیمت سمجھ کر اعمال صالحہ بجالانا چاہیے ۔فرصت کی گھڑیوں کو فانی لذتوں اور دنیوی راحتوں میں ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ اعتقاداتِ صحیحہ کے مطابق اخلاصِ نیت اور صدقِ قلب کے ساتھ اوامر کا اکتساب اور نواہی سے اجتناب کرنا چاہیے ۔تاکہ صدق وللّٰہیت کے اعتبار سے حسنات وخیرات میسر ہوسکیں جیسا کہ آیات کریمہ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ [1] اور اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّاْئَةُ حَبَّةٍ [2] سے عیاں ہے ورنہ نفسا نفسی کے اُس عالم میں کوئی بھی پُرسان حال نہیں ہوگا۔ قریبی رشتہ دار بھی ایک دوسرے سے پہلو تہی کریں گے جیسا کہ آیہ کریمہ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ○ [3] سے واضح ہے۔

مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا ہے

گر ز دستت می شود تخمے بکار
تا براری خرمنے روزِ شمار

ورنہ کارے مفلسے یوم التناد
گشتۂ مغبون و خاسر بے مراد

ورنہ نمی کارے چہ برادری ازو
روز محشر ای عتل اے عتو

---

[1] البقرہ ۲:۲۶۱ [2] البقرہ:۲۰،۲۶۱ [3] عبس ۸۰:۳۶،۳۵،۳۴

متن اگر پرسند کہ تضاعفِ اجر در حسنات است و در سیئات جزا بمثل است پس کفار را بواسطۂ سیئات معدودہ عذاب مخلّد چون باشد گوئیم کہ مماثلہ جزا مر عمل را مفوض بعلم واجب است تعالیٰ و تقدس علمِ ممکن از ادراکِ آن قاصر است مثلاً در قذفِ محصنات جزا مماثل آن عمل ہشتاد تازیانہ فرمود و در حد سرقہ قطع یمین سارق جزا آن نمود در حد زنا در صورت بِکر بہ بکر صد تازیانہ با تغریب عام تقدیر نمود و در صورت شیخ و شیخہ حکم بَرجم فرمود علم سرّ این حدود و تقدیرات از طورِ بشر خارج است ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

ترجمہ: اگر دریافت کریں کہ نیکیوں کا اجر کئی گناہ ہے اور گناہوں کی سزا اس کے مثل ہے لہٰذا کفار کو محدود گناہوں کی پاداش میں دائمی عذاب کیوں ہوگا ہم کہتے ہیں کہ عمل کی جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ و تقدس کے علم پر موقوف ہے ممکن کا علم اس کے ادراک سے قاصر ہے مثلاً صالح شادی شدہ عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا اسی کوڑے فرمائے ہیں اور چوری کی حد میں دایاں ہاتھ کاٹ دینا اس کی سزا ہے

اور کنوارے مرد کی باکرہ عورت کے ساتھ زنا کی سزا سو کوڑے اور ایک برس جلاوطنی مقرر کی ہے اور شادی شدہ مرد و عورت کی صورت میں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے ان حدود و تقدیرات کے اسرار کا علم بشری طاقت سے باہر ہے یہ خدائے عزیز و حکیم کا مقرر فرمودہ اندازہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز احکام دینیہ اور اور حدود شرعیہ کو عقل ناتمام کے ترازو پر تولنے والوں کو شانِ نبوت کا منکر قرار دے رہے ہیں۔ بندۂ مومن کو اسلامی مامورات و احکامات اور شرعی حدود و تعزیرات بصد احسان و امتنان تسلیم کرنا چاہیے کہ یہی خوئے مسلمانی اور روشِ بندگی ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ (ﷺ)

چونکہ اسلامی احکام و اعمال کی کنہہ و حقیقت تک رسائی عقل عیار کے بس کا روگ نہیں اس لئے انہیں عقلی معیار پر پرکھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ حدود و تقدیرات کا علم طاقت بشری اور فہم انسانی سے باہر ہے جیسا کہ آیہ کریمہ ذَالِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ [1] سے عیاں ہے۔ اس لئے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ بحث و تمحیص کرنا بے وقوفی ہے۔

زاں کس کہ بہ قرآن و خبر می زہی
آنست جوابش کہ جوابش ندہی
جو مانتا ہی نہیں کیا حدیث و قرآن ہے
اسے جواب نہ دو کہ وہ تو شیطان ہے

---

[1] الانعام ۶:۹۶

دراصل امور شرعیہ کا انکار خالق حقیقی جل سلطانہٗ کے ساتھ سرکشی و بغاوت ہے اور اس کے احکام و مامورات کو حقیر و بے وقعت جاننا ہے۔ بس یہی بغاوت و حقارت کفار ناہنجار کے کفر مؤقت کے دائمی عذاب کا باعث ہوگی ۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ

دفتر اوّل مکتوب ۲۱۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میرزا داراب رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

دنیا اور اہلِ دنیا کی عقلی اور نقلی شواہد سے مذمت

مکتوب - ۲۱۵

متن اے فرزند اربابِ دنیا و اصحاب غنا ببلائے عظیم گرفتار اند و با بتلاءِ عظیم مبتلا زیرا کہ دنیا کہ مبغوضۂ حق است سبحانہ و مردار ترینِ جمیع نجاسات در نظر ایشان مزین ساختہ اند و مزیّب گردانیدہ در رنگِ آنکہ نجاستی را زر اندودہ سازند و زہری را شکر آلودہ مَعَ ذٰلِکَ عقلِ دور اندیش را بر شناعتِ این دنیۂ مہتد ساخت و بر قباحتِ این نامرضیّہ دلالت فرمود

ترجمہ: اے فرزند! دنیا دار اور دولت مند بلاء عظیم میں گرفتار ہیں اور بہت بڑی آزمائش میں مبتلا ہیں کیونکہ دنیا حق سبحانہ' کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں میں مردار ترین ہے لیکن اہل دنیا کی نظر میں آراستہ کردی گئی ہے اور خوبصورت بنادی گئی ہے جیسے نجاست پر سونے کا ملمع کردیا جائے اور زہر کو شکر سے آلودہ کردیا جائے حالانکہ دور اندیش عقل کو اس کمینی دنیا کی برائی سے آگاہ کردیا گیا ہے اور اس

ناپسندیدہ کی قباحت پر رہنمائی فرمادی ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے دنیا اور اہل دنیا کی عقلی ونقلی شواہد ودلائل کے ساتھ مذمت بیان فرمائی ہے اور دنیا کو متعدد ناپسندیدہ اشیاء کے ساتھ مشابہت دی ہے تاکہ سالکین طریقت کے قلب ونظر میں دنیا کی کراہت ونجاست آشکارا ہوجائے اور ان کے قلوب دنیوی محبتوں کی گرفتاری سے چھٹکارا حاصل کرسکیں۔ ورنہ اہل دنیا احکام نبوت کے منکر اور منافقانہ روش پر گامزن ہیں جنہیں ظاہری ایمان نفع نہیں دے گا اور انہیں سوائے حسرت وندامت کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

بقول شاعر

ہمہ اندر ز من بتو این ست
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است
اک نصیحت ہے گو کہ سنگین ہے
تو ہے بچہ ، مکان رنگین ہے

خصائل وشمائل نبوی ﷺ پر مشتمل

شمائل ترمذی کی ایمان افروز شرح

زیر ترتیب

قدوۃ الکاملین حضرت **داتا گنج بخش علی ہجویری** رحمۃ اللہ علیہ

کے علوم ومعارف پر مشتمل تصنیف لطیف

کشف المحجوب کی بے مثال اردو شرح

زیر ترتیب

قرآنی سورتوں کا اجمالی تعارف

زیر ترتیب

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز

121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ پاکستان

فون: 055-3841160 فیکس: 055-3731933

Mob: 0333-7371472

مولانا محمد نعیم اللہ خان خیالی اور علامہ نصر اللہ ہوتکی رحمتہ اللہ علیہما نے مکتوبات امام ربانی کی جزوی شروح لکھی ہیں۔ مگر حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی علیہ الرحمتہ کی شرح کا رنگ بالکل منفرد ہے انہوں نے اردو میں شرح لکھ کر ارباب طریقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا فرمایا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی رحمتہ اللہ علیہ

(کراچی)

مکتوبات امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کی اردو میں یہ واحد شرح ہے اور حق یہ ہے کہ خوب شرح کی ہے۔

شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمتہ اللہ علیہ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

البینات، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دقیق فارسی مکتوبات کی ایسی شرح ہے، جو خوش قسمتی سے اردو زبان میں ہے۔ جب سے پاکستان میں فارسی کو زوال آیا ہے، یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ آپ کے مکتوبات کا یہ ایسا مجموعہ ہے جو بھاری پتھر کی مانند ہے جسے صرف چند علماء ہی اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن حضرت مولانا محمد سعید احمد مجددی مرحوم کی اس شرح نے اسے خاص و عام کے لئے نہ صرف آسان بنا دیا ہے بلکہ اسے متن اور مفہوم کے اتنا قریب کر دیا ہے کہ صدیوں کا بُعد دور ہو گیا ہے۔

پروفیسر محمد اقبال مجددی

صدر شعبہ تاریخ

گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز (لاہور)

متن

کمالِ عنایتِ خداوندی جلّ سلطانہٗ آن است کہ در جمیعِ تکلیفاتِ شرعیہ و ماموراتِ دینیہ نہایتِ یسر و غایتِ سہولت را مُراعات فرمودہ است

ترجمہ: خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی کمالِ عنایت یہ ہے کہ اس نے تمام تکلیفاتِ شرعیہ اور ماموراتِ دینیہ میں نہایت آسانی اور انتہائی سہولت کی رعایت فرمائی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ عبادات وصدقات ، مطعومات ومشروبات اور مناکحات وملبوسات جیسے تمام ماموراتِ دینیہ اور احکام شرعیہ میں حق تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے بندوں کیلئے آسانی و سہولت رکھی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ [1] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ [2] سے عیاں ہے اس لئے بندۂ مؤمن کو بغیر کسی کراہت قلبی اور غفلت جسمانی کے امور شرعیہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات پر کاربند ہونا چاہیے تاکہ اسے رضائے الٰہی جیسی نعمت کبریٰ اور دولت قصویٰ حاصل ہو سکے جیسا کہ آیہ کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ [3] سے واضح ہے۔

---

[1] البقرہ ۲:۱۸۵ [2] صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۸ [3] التوبہ ۹:۷۲